تاریخ اسلام

(حصہ اول)

گیارھویں جماعت

این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور

تاریخِ اسلام

(حِصّہ اول)

گیارھویں جماعت

پبلشر

یونیورسٹی بُک ایجنسی

برائے

این ڈبلیوایف پی ٹیکسٹ بُک بورڈ پشاور۔

تیار کردہ: این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور و منظور شدہ
وفاقی وزارت تعلیم، حکومت پاکستان، اسلام آباد برائے جملہ کالجز پاکستان۔

مُصنّف: پروفیسر شمس الرحمان گوہر

نقش آغاز

زندگی کا گزرا ہوا ہر لمحہ تاریخ کا حصہ بن جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تاریخ صرف قصے کہانیوں اور داستانوں کا نام ہے، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ قرآن مجید کا زیادہ حصہ گزشتہ واقعات پر مبنی ہے۔ قرآن میں اس حقیقت کو بار بار واضح کیا گیا ہے کہ گزشتہ واقعات بے کار قصے نہیں، بلکہ ٹھوس حقیقتیں ہیں۔ ان کے بیان کرنے کا واحد مقصد آنے والی نسلوں کی رہنمائی ہے تاکہ وہ گزشتہ واقعات سے عبرت حاصل کر سکیں۔

تاریخ اسلام ہمارے آباء و اجداد کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا نام ہے۔ اس میں ان کے کارنامے بھی ہیں اور غلطیاں و کوتاہیاں بھی۔ آج کل کی دنیا میں عیسائی اپنی عیسائیت کا پرچار کر رہا ہے، اپنے ماضی کو سمیٹ رہا ہے۔ یہودی اپنے آباء و اجداد کے کارناموں پر فخر کر رہا ہے۔ بدھ مت اور ہندو مت کے پیروکار اپنے اپنے مذاہب کو پھیلا رہے ہیں۔ کیا ایک مسلمان کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ بھی اپنی تاریخ کا مطالعہ کرے، اپنے ماضی کو تلاش کرے۔ ہمارا سب کچھ ہمارے ماضی سے وابستہ ہے۔ اگر یہ ماضی سے الگ ہوجائیں تو ہمارا حال اور مستقبل دونوں تباہ ہوجائیں گے۔ خوش قسمتی سے حکومت پاکستان نے تاریخ اسلام کو انٹرمیڈیٹ کی سطح پر سال اول اور سال دوم کے نصاب میں شامل کیا ہے۔ اس کے علاوہ ڈگری اور یونیورسٹی کی سطح پر بھی تاریخ اسلام کو کورسز کا ایک حصہ بنادیا گیا ہے۔ انٹرمیڈیٹ کی سال اول اور سال دوم کے لیے تاریخ اسلام پر کتابیں لکھنے کے لیے این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بک بورڈ نے پاکستان کی سطح پر مقابلہ منعقد کروایا تھا۔ اس مقابلے کے نتیجے میں وزارت تعلیم حکومت پاکستان کے قومی جائزہ کمیٹی نے موجودہ کتابوں کو پورے پاکستان کے کالجوں کے لیے منظور کیا۔ قومی جائزہ کمیٹی میں پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں کے چیدہ چیدہ دانشور شامل تھے۔

ان کتابوں میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ مقررہ نصاب کی حدود میں رہتے ہوئے طلباء کو آسان انداز میں تاریخی واقعات سے آگاہ کیا جائے۔ کوشش کی گئی ہے کہ طلباء میں

تاریخِ اسلام کے مطالعہ کا شوق بیدار کیا جائے۔ ان میں اپنے ماضی کو جاننے کے لیے تڑپ پیدا ہو اور تاریخ کے آئینے سے سبق اور رہنمائی حاصل کریں۔ خالد، طارق، موسیٰ بن نصیر، محمد بن قاسم اور ٹیپو سلطان کے کردار کو اپنائیں۔ صادق اور جعفر جیسے افراد سے نفرت کریں جنھوں نے لالچ میں آکر پوری قوم کو صدیوں تک غیروں کا غلام بنا دیا۔ "انسان خطا کا پتلا ہے"۔ ہو سکتا ہے اس کتاب میں بھی کوتاہیاں اور غلطیاں موجود ہوں۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ مجھے میری غلطیوں سے مطلع کریں۔ موجودہ ایڈیشن میں کوشش کی گئی ہے کہ پچھلے ایڈیشن کی تشنگی ختم ہو سکے۔ میں ان تمام خواتین و حضرات کا بھی مشکور ہوں جنھوں نے وقتاً فوقتاً اپنے قیمتی مشوروں سے مجھے نوازا۔ شکریہ۔

(پروفیسر) شمس الرحمان گوہر
ہری پور

فہرست مضامین

سیرۃ النبیؐ، خُلفائے راشدین، بنوامیہ

پہلا باب

سرزمینِ عرب

سرزمینِ عرب ابتداء ہی سے خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اس پاک سرزمین پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا مقدس گھر (خانہ کعبہ) تعمیر کیا۔ اسلام سے قبل بھی خانہ کعبہ کو مرکزی اہمیت حاصل تھی اگرچہ لوگوں نے اس کو بت کدے میں بدل دیا تھا۔ جزیرہ نما عرب براعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ 31,08,000 کلو میٹر ہے۔ اس میں تین بڑے صحرا ہیں:

۱۔ صحرا ربع الخالی ۲۔ صحرا دھناء ۳۔ صحرا النفود

صحرا نفدان کا شمار دُنیا کے خشک ترین صحراؤں میں ہوتا ہے۔ صحرا ربع الخالی میں دنیا کی کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی، اسی لیے یہ خالی صحرا کہلاتا ہے۔ جنوب میں عدن سے لے کر شمال میں صحرائے سینا تک. بحر احمر کے ساتھ ساتھ پہاڑی سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ اس کی لمبائی تقریباً 2414 کلو میٹر اور چوڑائی تقریباً 2092 کلو میٹر ہے۔ یہ سلسلہ کوہ جبل السراۃ کہلاتا ہے۔ یہ ایک ایسی سطح مُرتفع پر واقع ہے جس کا مغربی حصہ بلند اور مشرقی حصہ زیریں ہے۔ سرزمین عرب کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ حجاز: یہ شمال مغرب کا علاقہ ہے۔ اس کے مشرق میں نجد کا پتھریلا صحرا واقع ہے۔

۲۔ وسطی عرب: اس میں یمامہ کا علاقہ واقع ہے۔ یہ عرب کا دل کہلاتا ہے۔

۳۔ جنوبی عرب: یہ جنوب مغرب میں یمن کے علاقے پر مشتمل ہے۔ یہ زرخیز علاقہ

قبائلِ عرب
حلب
حمص
شام
دمشق
عمان
نینوی
بغداد
تغلب
عراق
دومۃ الجندل
غسان
طے
بکر
نجد
ایران
ثقیف
ہذیل
نجران
ربع الخالی
مسقط
عمان
حضرموت

ہے۔ اس نے سرزمینِ عرب پر اپنے گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔اس کے مشرق میں. بحرِ ہند
کے ساحل پر حضر موت کا صوبہ واقع ہے۔ مشرقی کونے میں عمان اور اس کے شمال میں
بحرین واقع ہے۔ عرب اسے جزیرۃ العرب کے نام سے پکارتے ہیں۔اس کے تین طرف پانی
اور چوتھی طرف لق و دق صحرا ہے۔ اس کے مشرق میں خلیج فارس، مغرب میں. بحیرۂ احمر،
شمال میں شام کے صحرا اور جنوب میں. بحرِ ہند واقع ہے۔ عرب کے پرانے باشندے
عرب بائدہ کہلاتے تھے۔ ان کے بعد عرب عاربہ آئے۔ یہ بنو قحطان یا یمنی یا حمیری بھی
کہلاتے تھے۔ آخری عرب شمالی عرب تھے جو عرب المستعربہ کہلائے۔ یہ حضرت اسماعیلؑ کی
اولاد تھے۔ یہ عدنانی یا مُضری بھی کہلاتے ہیں۔ قُریش کا تعلق ان قبائل ہی سے تھا۔

عرب کا لفظ عربہ سے لیا گیا ہے۔ عرب کے معنی ریگستان کے ہیں۔ عرب کا زیادہ علاقہ
صحراؤں پر مشتمل ہے، اس لیے یہ علاقہ عرب کے نام سے مشہور ہوا۔ دوسرے نظریے
کے مطابق عرب کا مطلب "فصاحت و بلاغت" ہے۔ عربی ادب کو فصاحت و بلاغت کے لحاظ
سے اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ اسی نسبت سے یہ علاقہ عرب کہلایا۔ عرب، دنیا کا سب سے بڑا
جزیرہ نما ہے۔

دَورِ جہالت قبل از اِسلام

فخرِعالم سرورِ کائنات حضرت محمد مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور سے قبل کا دَور
دورِ جہالت کہلاتا ہے۔ تمام سرزمینِ عرب پر جہالت کے گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔
عرب معاشرہ زندگی کے ہر میدان میں انتہائی پس ماندہ تھا۔ اہلِ عرب زندگی کی دوڑ میں
اپنے ہمسایوں سے بہت پیچھے رہ چکے تھے، اسی وجہ سے یہ دَور تاریک دَور یا جہالت کا دَور
کہلاتا ہے۔ آیئے، اس دَور میں زندگی کے مختلف پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ لیں۔

ا۔ سیاسی حالت: آپؐ کے دور سے قبل عربوں میں کوئی مرکزی سیاسی حکومت قائم نہ
تھی۔ تمام عرب مختلف قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے۔ یہ قبائل دو حصوں میں تقسیم تھے:

(الف) حضری (ب) بدوی۔

(الف) حضری یہ وہ قبائل تھے جو دیہاتوں، قصبوں اور شہروں میں رہتے تھے۔ یہ لوگ اکثر نخلستانوں کے پاس رہتے تھے اور زیادہ تر زراعت، تجارت اور دستکاریوں ـ اپنا وقت گزارتے تھے۔

(ب) بدوی یہ آبادی کا وہ حصہ تھا جو عام آبادی سے دور صحراؤں میں زندگی گزار تھا۔ یہ لوگ مختلف قسم کے جانور پال کر اپنا وقت گزارتے تھے۔ ان کے جانوروں میں اونٹ، بھیڑیں، بکریاں اور گھوڑے شامل ہوتے تھے۔ یہ خانہ بدوش قبائل بھی کہلاتے تھے۔ بدوی اپنی زندگی خیموں ہی میں گزار دیتے تھے۔ زندگی کی سہولتیں جہاں میسر آئیں وہیں ڈیرے ڈال دیتے تھے۔ جسمانی لحاظ سے یہ حضریوں کے مقابلے میں زیادہ طاقتور اور مضبوط تھے۔ اسی طرح بہادری اور شجاعت میں بھی یہ اُن سے بہت آگے تھے۔

ہر قبیلے کا سردار اپنے ہی قبیلے سے چُنا جاتا تھا۔ اس کا انتخاب جمہوری طریقے سے کیا جاتا تھا۔ فیصلہ اکثریت سے ہوتا تھا۔ سردار عام طور پر شیخ کہلاتا تھا۔ قبیلے کے ہر فرد پر شیخ کی اطاعت فرض ہوتی تھی۔ عام طور پر طاقتور قبائل کمزور قبائل سے خراج وصول کرتے تھے اور یہ اپنا تعلق کسی نہ کسی حکمران سے بھی جوڑ لیتے تھے۔ لیکن اندرونی طور پر یہ بالکل آزاد رہتے۔ کسی قسم کی پابندی برداشت نہیں کرتے تھے۔

۲۔ مذہبی حالت سرزمین عرب پر اللہ کا گھر (خانہ کعبہ) حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ طوفان نوحؑ کے بعد حضرت ابراہیمؑ اور ان کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیلؑ نے ان ہی بنیادوں پر بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر کی۔ یہ کافی عرصہ توحید کا مرکز رہا لیکن بعد میں آنے والی نسلیں آہستہ آہستہ توہم پرستی اور بُت پرستی کا شکار ہوتی گئیں۔ البتہ بیت اللہ کا تقدس اس حالت میں بھی برقرار رہا۔ اس کے طواف اور حج کے لیے لوگ لمبے لمبے سفر کر کے آتے تھے۔ اس سے اہل مکہ کو مالی فائدہ بھی ہوتا تھا۔ توہم پرستی اور خوف اس حد تک بڑھ گیا تھا۔ جو چیز طاقتور نظر آتی یہ لوگ اُسی کے سامنے جھک جاتے۔ اُس کا بُت بنا کر پوجنا شروع کر دیتے۔ خانہ کعبہ بتوں سے بھر دیا گیا تھا۔ اس میں مختلف قبائل نے

ظہورِ اسلام کے وقت ملک عرب کے قبائل

اپنے بُت رکھے ہوئے تھے۔ ان کی تعداد 360 تھی۔ ان میں لات، منات، عزیٰ، ہبل اور نائلہ بہت مشہور تھے۔ لات ایک چوکور پتھر تھا جسے مقدس سمجھا جاتا تھا۔

اس کے علاوہ عیسائیت اور یہودیت جیسے الہامی مذاہب بھی موجود تھے، لیکن ان کی تعلیمات مسخ شدہ حالت میں رائج تھیں۔ توحید سے لوگ پھر چکے تھے۔ ہر جگہ شرک کا دور دورہ تھا۔ مجوسیت کے پیروکاروں کی تعداد بھی کافی تھی۔ مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پورا عرب معاشرہ توہم پرستی اور بت پرستی کا شکار تھا۔ بعض لوگ سورج، چاند اور ستاروں کی پرستش کرتے تھے۔ یہ صابی کہلاتے تھے۔ عیسائی نجران، غسان، بنی طے، حیرہ اور بنی تغلب کے علاقوں میں آباد تھے۔ یہودی شام میں آباد تھے۔ عیسائیوں نے اُنھیں مدینہ، صفا اور خیبر کی طرف دھکیل دیا تھا۔

۳۔ معاشرتی حالت | عربوں کا تعلق دو بڑی نسلوں یعنی (الف) قحطان (قطورا، حمیری) اور (ب) عدنان مضری سے تھا۔

(الف) قحطان (قطورا، حمیری) | ان لوگوں کا تعلق یمن سے تھا، اس لیے یہ یمنی بھی کہلاتے ہیں۔ ان کا بادشاہ سرخ رنگ کا لباس پہنا کرتا تھا، اس لیے یہ حمیری بھی کہلاتے ہیں۔ ان کا ایک قبیلہ بنو خزاعہ مکہ کے اردگرد آباد ہوگیا تھا۔ دوسرا قبیلہ مدینہ چلا گیا جہاں اوس اور خزرج کے ناموں سے مشہور ہوا۔

(ب) عدنان (مضری) | ان کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحب زادے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے تھا۔ بعد میں یہ اپنے ایک سردار مضر کے نام سے مضری بھی کہلانے لگے۔ ان کے مشہور قبائل بنی تغلب، بنی تمیم اور بنی قریش پورے صوبہ حجاز میں پھیلے ہوئے تھے۔ قبیلہ قریش چونکہ خانہ کعبہ کا متولی تھا، اس لیے تمام قبائل ان کا احترام کرتے تھے۔ قریش دراصل آلِ اسماعیل کی ایک شاخ تھی۔ ۴۴۰ء میں قصیٰ نے مکہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس کی پانچویں پُشت میں حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی۔ ابرہہ کی ناکامی کے پچپن دن بعد حضورؐ اس دُنیا میں تشریف لائے۔ قصیٰ نے مکہ پر قبضہ کرکے قریش کی حکومت کی بنیاد ڈالی۔

یہ دونوں نسلیں اکثر ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتی تھیں۔ تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ یمنی قبائل زیادہ ترقی یافتہ تھے۔

عربی زبان ادبی لحاظ سے کافی وسیع تھی۔ عربوں میں مہمان نوازی، ایفائے عہد اور بہادری کے اوصاف کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ ان میں شراب نوشی اور جوابازی کی بری عادتیں بھی موجود تھیں۔ یہ لوگ بچھو، سانپ اور مردہ جانور بھی کھا جاتے تھے۔ اونٹ کا گوشت عمدہ غذاؤں میں تھا۔ معمولی باتوں پر کئی سالوں تک لڑتے جھگڑتے تھے۔ قتل و جدل اور غارت گری عام تھی۔ بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ بیویوں کی تعداد پر پابندی نہ تھی۔ عورت کو دل بہلانے کا کھلونا سمجھتے تھے۔ علم نجوم میں ماہر تھے۔ طب سے واقفیت تھی۔ زیادہ توجہ اونٹ کے علاج پر دیتے تھے۔

۴۔ اقتصادی (مالی) حالت سرزمینِ عرب ریگستانوں اور صحراؤں پر مشتمل ہے۔ کہیں کہیں پہاڑوں کے قریب کچھ نخلستان ہیں، جہاں پر کھیتی باڑی کی جا سکتی ہے۔ اس طرح کچھ لوگ زراعت سے اپنی گزر اوقات کرتے تھے، کچھ لوگ دستکاریوں سے اپنا وقت گزارتے۔ عام طور پر لوگ تجارت کو فوقیت دیتے تھے۔ بعض تاجر پڑوسی ممالک سے تجارت کرتے تھے۔ عراق اور شام کے علاقوں میں اپنا مال لے جاکر فروخت کرتے تھے۔ یہ آبادی کا خوشحال طبقہ تھا۔ خانہ بدوش قبائل مختلف قسم کے جانور یعنی اونٹ، گھوڑے، بھیڑیں اور بکریاں پال کر زندگی کے دن بسر کرتے تھے۔ اب تیل دریافت ہونے سے عربوں کی اقتصادی حالت بہتر ہو چکی ہے، لیکن اُس وقت عام طور پر لوگوں کی اقتصادی حالت خراب تھی۔ لوگ بڑی مشکل سے زندگی بسر کرتے تھے۔ البتہ شہروں میں بڑے بڑے بازار تھے۔ کئی جگہوں پر منڈیاں بھی لگتی تھیں۔ اہل عرب اپنا تجارتی سامان قافلوں کی شکل میں دوسرے ممالک کو بھیجتے تھے۔ صنعت و حرفت نہ ہونے کے برابر تھیں، کیونکہ ہاتھ سے کام کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ یمن کے علاقے میں اون کاتنے اور چادر، کمبل بنانے کے کچھ چھوٹے چھوٹے کارخانے موجود تھے۔

مشقی سوالات

۱۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل عرب کی معاشرتی، سیاسی اور مذہبی حالت پر تبصرہ کیجئے۔ (پشاور بورڈ ۱۹۷۷ء)

۲۔ مندرجہ ذیل خالی جگہیں پُر کریں۔

_______ نے مکہ پر قبضہ کر کے قریش کی حکومت کی بنیاد ڈالی۔

عرب قبائل _______ حصوں میں تقسیم تھے۔

مضری قبائل _______ میں رہتے تھے۔

بدوی قبائل _______ میں زندگی گذارتے تھے۔

قبیلے کا سردار _______ طریقے سے چنا جاتا تھا۔

خانہ کعبہ میں بتوں کی تعداد _______ تھی۔

۳۔ درست جواب پر (✓) نشان لگائیں:

(الف) حمیری بادشاہ سبز لباس پہنتے تھے۔ (ب) حمیری بادشاہ سرخ لباس پہنتے تھے۔

(ج) بنو خزاعہ حمیری قبیلہ تھا۔ (د) بنو خزاعہ مضری قبیلہ تھا۔

(ر) بنی تغلب حمیری تھے۔ (س) بنی تغلب مضری تھے۔

(ش) ہاتھ سے کام کرنا اچھا سمجھا جاتا تھا۔ (ص) ہاتھ سے کام کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔

دوسرا باب

سیدالکونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مکی زندگی

ولادت قریش مکہ دراصل آلِ اسماعیل کی ایک شاخ تھی۔ ۴۴۰ء میں قصی نے مکہ پر قبضہ کرکے قریش کی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس کی پانچویں پشت میں ابرہہ کی ناکامی کے ۵۵ دن بعد حضورؐ اس دنیا میں تشریف لائے۔ نبی کریمؐ کی ولادت کے متعلق مورخین کی مختلف رائیں ہیں۔ اکثر مورخ ۲۰ اپریل ۵۷۰ء پر متفق ہیں۔ آپؐ کی ولادت آپؐ کے والد محترم حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات کے چند ماہ بعد مکہ میں ہوئی۔ آپؐ کی والدہ حضرت آمنہ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی زہرہ سے تھا۔ آپ کے والد اس قبیلہ کے سردار تھے۔ جب آپؐ کی ولادت ہوئی تو آپؐ کے دادا عبدالمطلب آپؐ کو لے کر خانۂ کعبہ تشریف لے گئے اور وہاں پر ہی آپؐ کا نام محمدﷺ یعنی "تعریف کیا گیا" رکھا۔ آپؐ کی والدہ نے آپؐ کا نام احمدؐ رکھا۔ دونوں ناموں کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ آپؐ کو عرب کے دستور کے مطابق آٹھ دن بعد حلیمہ سعدیہ کے حوالے کیا گیا۔ آپؐ تقریباً چار سال تک ان کے پاس رہے۔ اس کے بعد آپؐ کو اپنی والدہ کے حوالے کیا گیا۔ جب آپؐ کی عمر چھ سال ہوئی تو آپؐ کی والدہ اپنے رشتہ داروں سے ملنے اور آپؐ کے والد کی قبر کی زیارت کرنے کے لیے مدینہ تشریف لے گئیں۔ واپسی پر ابواز (ابواء) کے مقام پر آپؓ بیمار ہوگئیں اور وہیں پر آپؓ کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد حضورﷺ کی پرورش کی ذمہ داری آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے قبول کرلی۔ تقریباً دو سال تک آپ حضورؐ کی سرپرستی کرتے رہے۔ جب آپؐ کی عمر آٹھ سال ہوگئی تو آپؐ کے دادا جان عبدالمطلب بھی اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے۔ اس کے بعد آپؐ کے چچا ابوطالب نے آپؐ کی سرپرستی

قصیٰ
عبدالدار
عبدمناف
عبدالعزیٰ
عبدشمس
نوفل
ہاشم
مطلب
امیہ
خلفائے بنوامیہ
عبدالمطلب
امیر حمزہؓ
ابوطالب
عبداللہ
عباسؓ
ابولہب
حضرت علیؓ
حضرت محمدؐ
خلفائے عباسیہ

شروع کر دی۔ زندگی کے تمام مشکل مراحل میں آپ نے حضورؐ کا ساتھ دیا۔

۲۔ **بچپن** حضرت ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پدری شفقت دی۔ نبی کریمؐ نے بھی کوشش کی کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے چچا کی مدد کریں۔ چنانچہ آپؐ نے ان کے ساتھ کام میں شریک ہونے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ آپؐ بھیڑ بکریوں کی دیکھ بھال تک کیا کرتے تھے۔ آپؐ باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کر سکے کیونکہ ان دنوں تعلیم کا کوئی باقاعدہ نظام نہیں تھا لیکن اس میں بھی اللہ تعالی کی بہت بڑی حکمت پوشیدہ تھی۔ آپؐ کائنات کی کھلی کتاب کا مطالعہ فرماتے رہے، اور ارد گرد رونما ہونے والے حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ جب آپؐ کی عمر ۱۲ سال ہوئی تو آپؐ اپنے چچا حضرت ابو طالب کے ساتھ تجارتی سفر پر روانہ ہوئے۔ سفر کی تمام سختیاں خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔ اسی سفر کے دوران بصرہ کے قریب نسطورا راہب نے حضرت ابو طالب کو حضورؐ کی نبوت کے متعلق آگاہ کیا اور مہر نبوت دکھائی۔

۳۔ **حرب الفجار** نخلہ اور طائف کے درمیان شہر فتق کے بڑے میدان میں میلہ لگا کرتا تھا۔ اس میں مختلف قبائل اپنے بزرگوں کی شان میں اشعار پڑھتے اور ایک دوسرے پر فوقیت جتاتے۔ اس دوران کبھی کبھی آپس میں لڑنا بھی شروع کر دیتے۔ اسی قسم کی ایک لڑائی قریش اور بنو ہوازن کے درمیان ہوئی۔ اس لڑائی کو تاریخ میں حرب الفجار کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ فجار فجر کی جمع ہے۔ اس کے معنی برائی کے ہیں۔ یہ جنگ عرب کے دستور کے مطابق ممنوعہ چار مہینوں میں لڑی گئی، اس لیے جنگ فجار کہلائی۔ ایسی کل چار جنگیں ہوئیں۔ یہ آخری جنگ تھی۔ ممنوعہ مہینے رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم تھے۔ اس جنگ میں نبی کریمؐ نے اپنے چچا کو تیر و کمان اور ڈھال وغیرہ دینے میں مدد کی۔ اس وقت آپؐ کی عمر تقریباً چودہ پندرہ سال ہوگی۔

۴۔ **امین کا لقب** دھوکے، فریب اور بددیانتی کے معاشرے میں رہتے ہوئے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان برائیوں سے الگ رہے۔ آپؐ کی دیانتداری، راست بازی اور صداقت سے لوگ اتنے متاثر ہوئے کہ آپ کو امین کا لقب دیا،

اور آپؐ کے پاس اپنی امانتیں رکھنے لگے جب تک آپؐ محمد بن عبداللہ رہے تو وہ آپؐ کا انتہائی احترام کرتے رہے لیکن جب محمد ﷺ رسول اللہ ہوئے تو وہ آپؐ کے دشمن بن گئے۔

۵۔ حلف الفضول | یہ معاہدہ بنی جرہم کے تین سرداروں نے کچھ عرصہ پہلے کیا تھا۔ ان کے ناموں میں فضل کا لفظ مشترک تھا، اس لیے یہ تاریخ میں حلف الفضول کے نام سے مشہور ہے۔ عبدالمطلب کی وفات کے بعد مکہ میں افراتفری اور انتشار پھیلا تھا۔ نبی کریمؐ نے دوسرے سرداران مکہ کا تعاون حاصل کر کے اس معاہدے کی تجدید کی اور اس پر سختی سے عمل کرنے کی تاکید فرمائی۔ اس معاہدے کا مقصد امن وامان بحال کرنا اور مظلوموں کی مدد کرنا تھا۔ یہ معاہدہ عبداللہ بن جدعان کے مکان پر ہوا تھا۔

۶۔ خدیجۃ الکبریٰؓ سے نکاح | حضور نبی کریمؐ چاہتے تھے کہ وہ اپنے چچا ابو طالب کی مدد فرمائیں کیونکہ حضرت ابو طالب کثرت عیال کی کفالت کی وجہ سے اکثر پریشان رہتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ مکہ میں قبیلہ قریش کی ایک مالدار بیوہ خاتون تھیں۔ ان کے دو نکاح پہلے ہو چکے تھے۔ ان کے آخری شوہر ابوہالہ بہت مالدار تھے۔ حضرت خدیجہؓ کو اپنی تجارت کے لیے ایماندار اور دیانتدار لوگوں کی ہر وقت ضرورت پڑتی رہتی تھی۔ جب آپؓ کو حضور نبی کریمؐ کی دیانتداری کے متعلق پتہ چلا تو آپؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مال تجارت شام لے جانے کی درخواست کی۔ آپؐ حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت خدیجہؓ نے اپنا غلام میسرہ بھی روانہ کیا۔ نسطورا راہب نے میسرہ کو حضور نبی کریمؐ کی نبوت کے متعلق آگاہ کیا۔ میسرہ نے حضرت خدیجہؓ کو تمام حالات سے مطلع کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے ایک خاتون نفیسہ کے ذریعے آپؐ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا۔ آپؐ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب سے مشورہ کیا۔ حضرت ابو طالب بھی چاہتے تھے کہ نبی کریمؐ کی شادی کسی شریف خاندان میں ہو جائے۔ چنانچہ آپؐ نے اس پیغام کو قبول کر لیا۔ حضرت حمزہؓ کو ساتھ لے کر حضرت ابو طالب حضرت خدیجہؓ کے والد خویلد بن اسد (ایک روایت کے مطابق چچا عمر بن اسد) کے پاس آئے تاکہ باقاعدہ پیام دیا

جا سکے۔ قریش کے امیروں اور رئیسوں کی موجودگی میں عقد کی رسم ادا کی گئی۔ اس وقت نبی کریمؐ کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی۔

۷۔ تعمیر کعبہ | خانہ کعبہ کی دیواریں بارشوں اور سیلابوں سے خراب ہو چکی تھیں۔ قریش اور دیگر قبائل کے سرداروں نے اسے ازسرنو تعمیر کرنیکا منصوبہ بنایا۔ جب دیواریں وغیرہ مکمل ہوگئیں تو حجر اسود کو اپنی جگہ رکھنے کی سعادت خود حاصل کرنے پر قبائل آپس میں لڑنے لگے اور تلواریں میانوں سے نکل آئیں اور کام تین دن رکا رہا۔ ابو امیہ بن مغیرہ نے مشورہ دیا کہ اگلے دن جو شخص صبح سویرے سب سے پہلے خانہ کعبہ میں باب بنی شیبہ سے داخل ہوگا وہی ہمارا ثالث ہوگا۔ اس کا فیصلہ سب کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ اگلے دن سردارِ دوجہان نبی کریمؐ سب سے پہلے داخل ہوئے آپؐ نے اپنی چادر مبارک بچھائی اور حجر اسود اس میں رکھ دیا۔ تمام قبائل کے سرداروں سے کہا کہ چادر پکڑ کر حجر اسود اپنی جگہ تک اُٹھائیں۔ جب حجر اسود اپنی اونچائی کے برابر اٹھایا گیا تو آپؐ نے اپنے دست مبارک سے اٹھا کر اسے اپنی مخصوص جگہ پر رکھ دیا۔ اس سے بہت بڑی خون ریزی ٹل گئی۔ اس وقت آپؐ کی عمر ۳۵ سال تھی۔

۸۔ بعثت (غار حرا) | حضور نبی کریمؐ عبادت کے لیے تنہائی پسند فرماتے تھے۔ عبادت اور غور و فکر کے لیے آپؐ مکہ سے تین کوس کے فاصلے پر غار حرا میں تشریف لے جاتے۔ کھانے پینے کا سامان بھی ساتھ لے جاتے اور مسلسل کئی دن اور راتیں وہاں بسر فرماتے۔ جوں جوں آپؐ کی عمر چالیس سال کے قریب ہوتی گئی، آپؐ سچے خواب دیکھنے لگے۔ مختلف قسم کے اسرار آپؐ پر کھلنے لگے۔ حسب عادت ایک رات آپؐ مراقبہ میں مشغول تھے کہ صبح تڑکے پو پھوٹنے کے وقت حضرت جبرائیلؑ انسانی شکل میں نمودار ہوئے اور فرمایا "اقراء" یعنی پڑھئے۔ آپؐ نے فرمایا "میں نہیں پڑھ سکتا"۔ حضرت جبرائیلؑ نے آپؐ کو اپنے سینے سے لگایا۔ تین بار ایسا ہی ہوا۔ پھر حضرت جبرائیلؑ نے یہ پوری آیت پڑھی، "اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ" (پڑھیے! اپنے پروردگار کے نام سے، جس نے تمھیں پیدا کیا)۔ نبی کریمؐ نے اس پوری آیت کو دُہرایا۔ اس کے بعد فرشتہ غائب ہوگیا۔

غار حرا، جہاں پہلی وحی نازل ہوئی

حضور پر وحی کا آغاز لفظ اقراء سے ہوا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے پورا واقعہ حضرت خدیجہؓ کو سنایا۔ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا کہ بے شک آپؐ اللہ تعالیٰ کے آخری نبیؐ ہیں۔ حضرت خدیجہؓ اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور اس واقعہ کا بتایا۔ انھوں نے توریت اور انجیل کی تعلیمات کی روشنی میں آپؐ کی نبوت کی تصدیق کردی اور کہا کہ یہ وہی "ناموس اکبر" فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی آیا کرتا تھا۔

۹۔ تبلیغ کا آغاز | حضور نبی کریمؐ نے آہستہ آہستہ اپنی تبلیغ کا آغاز کیا۔ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو اسلامی تعلیمات کے نور سے منور کرنا شروع کیا۔ آپؐ نے تقریباً تین سال تک خفیہ طور پر تبلیغ کی جو آپ کے عزیزوں، رشتہ داروں اور احباب تک محدود رہی۔ آپؐ اکثر ارقم مخزومی کے گھر میں اسلامی تعلیم دیتے۔ اس مختصر عرصہ میں مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت تیار ہوگئی۔ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بچوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثؓ ایمان لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوششوں سے حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت ابوسلمہؓ، ارقم مخزومیؓ، عبیدہ بن حارثؓ، حضرت سعید بن زیدؓ اور ان کی اہلیہ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت بلالؓ، عمارؓ، ان کے والد یاسرؓ اور والدہ سمیعہ، ابوفکیہ (فتح) خبابؓ بن ارت، یعینہؓ، ذنیرۃؓ الہندیہ، ام عبید عبیسؓ اور مصعبؓ بن عمیرؓ ایمان لائے۔ ان کے علاوہ کئی دوسرے لوگ بھی ایمان لائے۔

۱۰۔ اعلانیہ تبلیغ | وحی کے تیسرے سال آپؐ کو کھلم کھلا تبلیغ کرنے کا حکم صادر ہوا۔ چنانچہ آپؐ عرب کے معروف دستور کے مطابق کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ آپؐ نے لوگوں کو بلایا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ تم پر حملہ ہونے والا ہے تو کیا تم میری بات پر یقین کرلوگے سب نے ایک زبان ہوکر کہا "ہاں" کیونکہ آپؐ صادق اور امین ہیں۔ آپؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ یہ الفاظ سن کر آپؐ نے فرمایا۔ "اچھا سنو،

تمھارے پیچھے سخت عذاب آنے والا ہے جس سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اس دنیا کے خالق حقیقی پر ایمان لائیں۔ ورنہ یہ بے جان پتھر کی اپنے ہاتھوں سے تراشی ہوئی مورتیاں آپ کو کسی حالت میں بھی نہ بچا سکیں گی۔ اور خوب سن لو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسولؐ ہوں"۔ یہ سنتے ہی حاضرین میں سے کسی نے مذاق کرنا شروع کر دیا، کسی نے غصے کا اظہار کیا، اور کچھ ناراض ہو کر چلے گئے۔ ابولہب نے اس حد تک کہہ دیا کہ "اے محمدﷺ تم ہلاک ہو۔ کیا تم نے اسی لیے ہمیں بلایا تھا"؟ ابولہب نبی کریمؐ کا چچا تھا۔ اس کے بعد تمام لوگ چلے گئے اور آپؐ تن تنہا رہ گئے۔

۱۱۔ قریش کی اذیتیں قریش اپنے آباو اجداد کے بنائے ہوئے پتھر کے خداؤں کو کسی حالت میں بھی ترک کرنا نہیں چاہتے تھے۔ جھوٹی انا انھیں بتوں کی پرستش پر مجبور کر رہی تھی۔ انھوں نے نبی کریمؐ کی تبلیغ کو اپنے جھوٹے مذہب میں براہ راست دخل اندازی قرار دیا۔ انتقامی کارروائیوں کا آغاز ہوا۔ حضرت ابوطالب پر دباؤ ڈالا گیا۔ حضرت ابو طالب نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا کر فرمایا کہ مخالفت بہت بڑھ چکی ہے۔ آپؐ بتوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں۔ آپؐ نے فرمایا "چچا جان! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو بھی میں اپنے مقصد سے باز نہیں آؤں گا۔ اپنی جان تو دے سکتا ہوں لیکن باز نہیں رہ سکتا۔" حضرت ابوطالب اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے آپؐ کا ساتھ دینے کا مصمم ارادہ کر لیا اور تادم زیست اپنا یہ پیمان وفا نبھاتے رہے۔ قریش نے آپؐ کے راستوں میں کانٹے بچھانا، آپؐ پر گندگی پھینکنا، نماز کی حالت میں آپؐ کے گلے مبارک میں چادر ڈال کر گھسیٹنا اور اس قسم کی دوسری ذلیل حرکتوں سے آپؐ کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ آپؐ نے ان تمام مصائب کو صبر اور استقامت سے برداشت کیا اور اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہے۔ آپؐ کو مختلف قسم کے لالچ دیے گئے مثلاً آپؐ سے کہا گیا کہ دولت لے لیں، اچھے گھرانے میں کسی خوبصورت دوشیزہ سے شادی کر لیں، مکہ کی حکومت لے لیں۔ لیکن آپؐ ان تمام پیش کشوں کو ٹھکراتے ہوئے منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہے۔ اسی دوران آپؐ کے چچا حضرت امیر حمزہؓ اور مرد آہن حضرت عمرؓ

ایمان لائے۔ ان سے مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کو تقویت ملی۔ خانہ کعبہ میں برملا نمازیں پڑھی جانے لگیں۔

۱۲۔ ہجرت حبشہ اولیٰ | قریش نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کی ننھی منی جماعت پھلنے پھولنے لگی ہے تو انھوں نے اپنی انتقامی کارروائیوں کا دائرہ وسیع تر کردیا۔ ایسے انسانیت سوز مظالم ڈھائے جانے لگے جن سے انسانیت لرز اُٹھی۔ مسلمانوں کو تپتے ہوئے صحراؤں میں گھسیٹا جانے لگا، انگاروں پر لٹایا جانے لگا، پانی میں ڈبویا جانے لگا، گرم ریت پر لٹا کر سینے پر پتھروں کی بڑی بڑی سلیں رکھ دی جاتیں اور بھرے بازاروں میں گلے میں رسیاں ڈال کر گھسیٹا جاتا۔ ان مصائب کو برداشت کرنے والوں میں سرفہرست حضرت بلالؓ تھے جنھوں نے اسلام کی محبت میں ان تمام اذیتوں کو بخوشی سینے سے لگایا۔ ان حالات میں نبی اکرمؐ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کرلیں۔ وہاں کا حاکم نجاشی ایک منصف مزاج حکمران تھا۔ مسلمانوں کا چھوٹا سا قافلہ جس میں گیارہ مرد اور چار عورتیں شامل تھیں، حبشہ کے لیے روانہ ہوا۔ ان میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی بیوی حضرت رقیہؓ، حضرت جعفرؓ بن ابی طالب، حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف اور حضرت زبیرؓ بن عوام شامل تھے۔ نجاشی نے مسلمانوں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کیا۔ قریش نے عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن عاص کو تحائف دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو وہاں سے نکال دے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلایا۔ حضرت جعفرؓ نے ایسی مدلل تقریر کی کہ نجاشی نے قریش کے تحائف لوٹا دیے اور مسلمان حبشہ میں آرام سے رہنے لگے۔ بعد میں ایک افواہ پھیلی کہ اہل مکہ ایمان لاچکے ہیں، یہ سُن کر یہ مسلمان مہاجر حبشہ سے واپس چلے آئے لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔

۱۳۔ ہجرت حبشہ ثانی | قریش، مسلمانوں کے ساتھ اچھے سلوک کی وجہ سے بہت مشتعل ہوچکے تھے اس لیے مسلمانوں کو مزید تکلیفیں پہنچانا شروع کردیں۔ مسلمانوں کے لیے زندگی گزارنا انتہائی مشکل ہوگیا، اس لیے مسلمان پھر ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے۔ اس دفعہ ان کے قافلے میں ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں شامل تھیں، ان کے راستے میں بھی قریش

نے مختلف قسم کی رکاوٹیں کھڑی کیں، لیکن یہ چھپتے چھپاتے حبشہ پہنچ گئے اور ہجرت مدینہ تک وہاں مقیم رہے۔

۱۴۔ بنی ہاشم کا معاشرتی مقاطعہ قریش نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے تو اس صورت حال کو روکنے کے لیے انھوں نے متعدد حربے آزمانے شروع کیے لیکن ناکام رہے۔ آخر کار قریش کے سرداروں نے مل کر ایک تحریری معاہدہ کیا کہ بنی ہاشم کے ساتھ مکمل طور پر معاشرتی مقاطعہ کیا جائے۔ یعنی ان کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیے جائیں۔ اس معاہدہ کو خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔ سوائے ابو لہب کے بنو ہاشم کے سب لوگ ایک درّے میں چلے گئے، جو بعد میں شعب ابی طالب کے نام سے مشہور ہوا۔ یہاں پر ان لوگوں نے انتہائی سختی کے دن گزارے۔ آخر کار قریش نے خود ہی معاہدے کو ختم کر دیا اور بنو ہاشم واپس اپنے گھروں میں چلے آئے۔ یہ سال ۱۰ نبوی کا واقعہ ہے۔

۱۵۔ غم کا سال شعب ابی طالب سے واپسی پر آپؐ کے دو عظیم محسن جنھوں نے زندگی کے آخری لمحات تک آپؐ کا ساتھ دیا اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ حضرت ابو طالب ۸۱ سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔ حضرت خدیجہؓ تقریباً ۶۵ سال کی عمر میں انتقال کر گئیں۔ یہ سال تاریخ میں غم کے سال یعنی عام الحزن کے نام سے مشہور ہے۔ ان محسنوں کی وفات سے حضورؐ کو دلی صدمہ پہنچا۔

۱۶۔ طائف کا سفر مکہ والوں کی مسلسل ہٹ دھرمی اور مخالفت سے تنگ آکر نبی کریمؐ نے طائف کا رُخ کیا۔ یہ مکہ سے ۱۱۲ کلو میٹر کے فاصلے پر مشرق میں واقع ہے۔ طائف اپنی سرسبزی اور باغات کے لیے مشہور ہے۔ طائف میں آپؐ کی ملاقات سردار عمر بن عمیر کے بیٹوں عبدیالیل، مسعود اور حبیب سے ہوئی۔ آپؐ نے ان کو اسلام کی دعوت دی لیکن ان بدبختوں نے عربوں کی روایتی مہمان داری کا بھی لحاظ نہ کیا اور نازیبا کلمات استعمال کیے اور آپؐ کا مذاق اُڑانا شروع کیا۔ آپؐ کے پیچھے اوباش لڑکوں کو لگا دیا جنھوں نے آپؐ پر پتھر برسانے شروع کر دیے۔ آپؐ بری طرح زخمی ہوئے لیکن پھر بھی اُن کے حق میں

بد دعا نہ کی۔

۱۷۔ بیعتِ عقبہ اولیٰ حضور نبی کریمؐ جب مکہ اور طائف والوں سے بددل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک نئی صورت پیدا کر دی۔ یثرب (مدینہ) سے لوگ خانہ کعبہ کا طواف کرنے ہر سال مکہ آتے رہتے تھے۔ نبی کریمؐ اُن سے ملے۔ مدینہ میں دو بڑے قبیلے تھے، اوس اور خزرج۔ قبیلہ خزرج کے چھ آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اگلے سال بارہ آدمیوں نے عقبہ کے پہاڑ پر نبی کریمؐ کی بیعت کی۔ پتھروں سے بنے ہوئے خداوں کو چھوڑ کر ایک خدا کی توحید کا اقرار کیا۔ یہ بیعت تاریخ میں بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ اس موقع پر یثرب والے اپنے ساتھ نبی کریمؐ کے ایک بزرگ صحابی مصعبؓ بن عمیرؓ کو ساتھ لے گئے تاکہ اسلامی تعلیمات سیکھ سکیں اور اپنے ایک ساتھی ذکوان کو نبی کریمؐ کے پاس چھوڑ گئے۔ انھوں نے آپؐ کے ساتھ ہجرت کی، اس لیے ان کو انصاری مہاجر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

۱۸۔ معراج شریف آپؐ کی عمر ۵۱ سال ۸ ماہ اور ۲۰ دن تھی۔ نبوت کا بارہواں سال تھا کہ معراج کا عظیم واقعہ پیش آیا جس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔

۱۹۔ بیعتِ عقبہ ثانی اگلے سال ۶۲۲ء مطابق ۱۳ نبوی میں مدینہ سے ۷۳ مرد اور ۲ عورتیں یعنی کل ۷۵ افراد مکہ تشریف لائے۔ عقبہ کے پہاڑ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی اور آپؐ کو مدینہ آنے کی دعوت بھی دی۔ یہ بیعت عقبہ ثانی کہلاتی ہے۔

۲۰۔ ہجرت ۱۳ نبوی اہل مکہ کو جب معلوم ہوا کہ مدینہ کے لوگ حضورؐ کا ساتھ دے رہے ہیں تو انھوں نے قصی بن کلاب کے مشہور مکان جس کا نام دارالندوہ تھا، میں ایک جلسہ کیا تاکہ باہمی مشاورت سے آپؐ کے خلاف ٹھوس اقدام کیے جائیں۔ ان سرداروں میں ربیعہ کے دونوں بیٹے عُتبہ اور شیبہ، ابو جہل اور ابو سفیان بھی شامل تھے۔ ابو جہل کی تجویز پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہر قبیلے سے ایک ایک آدمی لیا جائے اور یہ سب مل کر نبی کریمؐ کو جب وہ صبح گھر سے نکلیں تو شہید کر دیں۔ سب سرداروں نے اس فیصلے سے اتفاق کیا۔ حضورؐ کو مکہ سے ہجرت کرنے کی ہدایت ہوئی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر

نقشہ
مکہ اور مدینہ کے درمیان
راستہ
أحد
ذوالحلیفہ
المدینۃ المنورہ
الشمال
الطریق السلطانی
ابواء
رابغ
الحاجف
خلیص
عسفان
الطریق الشرقی
مکۃ المکرمہ
جبل عرفات
الحدیبیہ
الطائف

پر سُلایا تاکہ وہ حضورؐ کے پاس رکھی ہوئی لوگوں کی امانتیں اگلی صبح کو واپس کر سکیں۔
حضورؐ نے اپنی سبز چادر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ پر ڈال دی اور رات کی تاریکی میں آپؐ اپنے گھر سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاں تشریف لے گئے۔ پھر دونوں غار ثور کی طرف چل دیے جو مکہ سے تقریباً پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ وہاں تین دن قیام کرنے کے بعد یثرب کی طرف روانہ ہوگئے۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳ نبوی (جون ۶۲۲ء) آپ دونوں حدود یثرب میں داخل ہوئے۔ مدینہ سے تقریباً تین کلو میٹر دور قبا کے مقام پر آپؐ نے قیام فرمایا۔ یہ مقام نہایت پُرفضا اور شاداب تھا۔ یہاں مسجد قبا کی بنیاد ڈالی گئی۔
حضرت علیؓ بھی یہاں آپہنچے۔ تقریباً گیارہ دن آپؐ یہاں ٹھہرے رہے اور جمعہ کے دن مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ مدینہ کو دُلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ بچے، بوڑھے اور جوان سب خوش تھے۔ عید کا سماں تھا۔ خوشی کے گیت گائے جارہے تھے۔ بعض گیتوں کے بول یہ تھے:
اشرق البدر علینا من ثنیات الوداع۔ ان پہاڑوں سے جو جنوب میں مڑے ہوئے ہیں، چودھویں کا چاند ہمارے لیے نکل آیا۔ وجب الشکر علینا۔ مادعا للہ داع۔ شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا، کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے۔ ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی۔ بھیجنے والا ہے تیرا کبریا۔
مدینہ میں داخل ہوتے ہی آپؐ نے اپنی اونٹنی کی باگ اس کی گردن پر چھوڑ دی، کیونکہ مدینہ کا ہر باشندہ چاہتا تھا کہ پیغمبر خدا کی میزبانی کا شرف اُسے حاصل ہو۔ اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری کے مکان کے سامنے رکی۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں آج کل مسجد نبوی کا دروازہ ہے۔ آپؐ نے تقریباً آٹھ ماہ یہاں قیام فرمایا اور بعد میں مسجد نبوی کے حجروں میں منتقل ہوگئے۔ مدینہ کا نام یثرب تھا۔ اب اس کا نام مدینۃ النبیؐ رکھا گیا، یعنی نبیؐ کا شہر۔ آج کل یہ شہر مدینہ منورہ کے نام سے مشہور ہے۔

مشقی سوالات

۱۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن اور ان کی شروع کی تکالیف بیان کریں۔
۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی پر ایک جامع نوٹ تحریر کریں۔

۳۔ درست پر (✓) نشان لگایئے:

i- حضورؐ ۵۸۰ء میں پیدا ہوئے۔

ii- جنگ فجار عرب کے دستور کے مطابق ممنوعہ چار مہینوں میں لڑی گئی۔

iii- حضرت خدیجہؓ کے دو نکاح ہو چکے تھے۔

iv- حلف الفضول پہلے بنی جرہم کے پانچ سرداروں نے کیا تھا۔

v- تعمیر خانہ کعبہ کے وقت آپؐ کی عمر ۳۵ سال تھی۔

vi- تقریباً آٹھ ماہ بعد آپؐ مسجد نبوی کے حجروں میں منتقل ہو گئے۔

۴۔ خالی جگہیں موزوں الفاظ سے پُر کریں:

حضورؐ کی والدہ حضرت آمنہؓ کا تعلق ______ سے تھا۔ (بنو خزاعہ، بنو بکر، بنو زہرہ)

آپؐ کی عمر ______ سال ہوئی تو آپؐ حضرت ابو طالب کے ساتھ تجارتی سفر پر روانہ ہو گئے۔ (۲۰ سال، ۱۲ سال، ۲۲ سال)

معاہدہ حلف الفضول بنی جرہم کے ______ سرداروں نے کیا۔ (۲، ۵، ۷)

آپؐ نے تقریباً ______ سال خفیہ تبلیغ کی۔ (۷ سال، ایک سال، ۳ سال)

ہجرت حبشہ اولیٰ میں ۱۱ مرد اور ______ عورتیں شامل تھیں۔ (۴، ۶، ۸)

ہجرت حبشہ ثانی میں ______ مرد اور ۱۸ عورتیں شامل تھیں۔ (۸۰، ۸۳، ۹۰)

بیعت عقبہ ثانی میں ۷۵ مرد اور ______ عورتیں شامل تھیں۔ (۱، ۲، ۳)

تیسرا باب

ہجرت کی اہمیت، مواُخات (بھائی چارہ)، میثاقِ مدینہ، غزوات

ہجرت کی اہمیت نبی کریمؐ نے نبوت کی تیرھویں سال ۶۲۲ء میں اپنے آبائی شہر کو الوداع کہا۔ آپؐ نے مکہ پر آخری نظر ڈالی اور مدینہ روانہ ہوگئے۔ مکہ میں جب تک آپؐ محمد بن عبداللہ رہے تو آپؐ کو "صادق" اور "امین" کے القاب دیے گئے لیکن جب آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوئے تو چاروں طرف سے طوفانوں نے گھیر لیا۔ مکہ کے وہ لوگ جو آج تک آپؐ کے گن گاتے رہتے اب آپؐ کے بدترین دشمن بن گئے۔ ہجرت کے بعد آپؐ کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب نے جنم لیا۔ مکہ میں آپؐ اقلیت میں تھے۔ مدینہ میں آپؐ کو اکثریت کا تعاون ملا۔ وہاں پر زندگی میں غم ہی غم تھے۔ اب یہاں زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔ وہاں پر آپؐ سیاسی طور پر کمزور ہو چکے تھے۔ یہاں پر آپ کو منظم سیاسی قوت ملی۔ غرض یہ کہ مدینہ میں اسلام کو پھلنے پھولنے کا سنہرا موقع ملا۔ مدینہ کی ننھی منی ریاست آخر ایک دن اس قابل ہوگئی کہ اسے پورے عرب میں سیاسی برتری حاصل ہوگئی، اور آخر کار اس نے قیصر و کسریٰ کی عالی شان سلطنتوں کو بھی مسمار کر کے رکھ دیا۔ اس تمام شاندار ترقی کا سہرا مدینہ کے سر ہے بلکہ نبی کریمؐ نے اس شہر کو اپنے لیے منتخب کر کے دنیائے اسلام میں تاقیامت اسے بلند مقام دیا ہے۔

ہجرتِ مدینہ

اسباب

۱۔ آپؐ کو شہید کرنے کا منصوبہ | مدینہ میں اسلام ترقی کی منازل طے کر رہا تھا۔ دوسری طرف قریش ہر حالت میں اسلام کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے حضورؐ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔ یہ منصوبہ اتفاق رائے سے بنایا گیا تاکہ قاتل کی پہچان نہ ہو سکے اور کوئی انتقام نہ لے سکے۔

۲۔ دفاعی اہمیت | مدینہ کو دفاع کے لحاظ سے بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اس کے تین طرف پہاڑی سلسلے ہیں۔ تمام تجارتی راستے بھی مدینہ سے گزرتے تھے۔ زرعی لحاظ سے بھی یہ علاقہ کافی اہم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی کامیابیوں میں اس نے اہم کردار ادا کیا۔

۳۔ ہجرت کے تجربات | مسلمان دو دفعہ حبشہ کا ہجرت کر چکے تھے۔ ہجرت سے مسلمانوں کو کافی تقویت ملی۔ وہ آزادی کے ساتھ اسلامی تعلیمات پر عمل کر سکتے تھے۔ حبشہ کے مقابلے میں مدینہ مسلمانوں کے لیے زیادہ بہتر تھا کیونکہ حبشہ پر ایک عیسائی حکمران تھا، جب کہ مدینہ میں مسلمانوں کے چاہنے والے موجود تھے جو ان کے لیے اپنی جانیں تک قربان کرنے کے لیے تیار تھے۔

۴۔ قریشِ مکّہ کی انتقامی کارروائیاں | مکّہ میں زیادہ لوگ بت پرست تھے اُن کے لیے توحید پر ایمان لانا مشکل تھا۔ وہ بتوں کی پوجا کرنے کے عادی ہو چکے تھے کیونکہ بت پرستی انھیں وراثت میں ملی تھی۔ چنانچہ جب حضورؐ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ ان کے خلاف ہو گئے اور آپؐ کے راستے میں مختلف قسم کی رکاوٹیں پیدا کرنے لگے۔ مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جانے لگے۔ ان کے لیے مکہ میں جینا مشکل کر دیا۔ ان حالات میں ہجرت کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

۵۔ مدینہ والوں کا اسلام قبول کرنا اور اس کا محفوظ مقام ہونا | مدینہ کی اکثریت نے بیعت عقبہ کے بعد اسلام قبول کر لیا تھا۔ مدینہ میں اسلام کی

تبلیغ بڑے زوروں پر تھی اور یہاں اسلام بھر پور انداز سے ترقی کر رہا تھا۔ مسلمانوں کی تعداد دن بہ دن بڑھ رہی تھی۔ مدینہ مسلمانوں کے لیے محفوظ مقام بھی تھا۔ ان حالات میں حضورؐ کو مکمل یقین ہوگیا تھا کہ مدینہ اسلام کا قلعہ بن سکتا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ کی جانب ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔

ہجرت کے نتائج اور اثرات

۱۔ اسلامی معاشرہ | جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگوں نے بڑے جوش و خروش سے آپ کا استقبال کیا۔ آپؐ نے مختلف اقدامات کر کے مدینہ میں ایک مثالی اسلامی معاشرہ قائم کیا جس کی بنیاد مساوات اور عدل و انصاف پر تھی۔ اس کا اثر دوسرے قبائل پر بھی پڑا اور لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔

۲۔ مسلمانوں کی شناخت | مکہ میں مسلمانوں کی کوئی شناخت نہیں تھی۔ قریش مکہ نے آپؐ پر ہر قسم کے مظالم ڈھائے۔ مسلمانوں کو بار بار ہجرت کرنا پڑی لیکن مدینہ میں مسلمانوں کو اپنی شناخت ملی اور وہ عرب میں ایک نئی طاقت کی حیثیت سے اُبھرنے لگے۔ اس کا اثر دوسرے قبائل پر بھی پڑا اور مسلمانوں کی حیثیت اور شناخت کو تسلیم کیا جانے لگا۔

۳۔ اسلام کی اشاعت | مدینہ اسلام کا بہت بڑا مرکز بن گیا تھا۔ اب مسلمان آزادی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو گھر گھر پہنچا سکتے تھے۔ تبلیغی جماعتیں ہر طرف بھیجی جانے لگیں۔ اردگرد کے قبائل نے اسلام قبول کیا۔ یہ سلسلہ دن بدن بڑھتا گیا اور مسلمانوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوتا گیا۔ وہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتے گئے۔ اب مسلمان مظلوم طبقہ نہیں تھا بلکہ ایک بااثر گروہ تسلیم کیا جانے لگا۔

۴۔ مسلمان اور سیاست | جب مسلمان مدینہ میں منظم ہوگئے تو ان کی سیاسی زندگی کا آغاز بھی ہوا۔ نبی کریمؐ نے میثاق مدینہ کے ذریعہ ایک منظم ریاست کی بنیاد رکھی۔ مدینہ کو سیاسی لحاظ سے مستحکم کیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ عرب کی یہ چھوٹی سی ریاست

۳۰ سال کے مختصر عرصے میں دنیا کی عظیم سلطنت بن گئی۔

۵۔ پہلی آزاد مسلم ریاست کا قیام حضورؐ نے ہجرت کے بعد مختلف اقدامات کر کے مدینہ میں پہلی آزاد مسلم ریاست کی بنیاد رکھی، جہاں مسلمان آزادی کے ساتھ اسلامی ہدایات کے مطابق اپنی زندگی گزار سکتے تھے۔ مجبوریوں اور پابندیوں کا دور ختم ہو چکا تھا۔ اب مسلمان بغیر کسی خوف کے اپنی زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھال سکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مدینہ کی مسلم آبادی کی زندگی میں اسلام کا اثر نظر آنے لگا اور زندگی کے ہر شعبے میں اسلامی تعلیمات کو اپنایا جانے لگا۔

۶۔ مواخات (اسلامی بھائی چارہ) اسلامی بھائی چارہ دنیائے اسلام میں اخوت، برادری اور ہمدردی کی ایک ایسی منفرد اور شاندار مثال ہے جس کی مثال دنیا کی کوئی قوم پیش نہیں کر سکی۔ مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ کو آپؐ نے اخوت اور محبت کے رشتوں میں ایک دوسرے میں اس طرح جذب کر دیا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے اور دنیا کی کوئی آندھی یا طوفان ان کو نہ بکھیر سکی۔ مدینہ کے انصار نے مکہ کے مہاجرین پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ گھر کا سامان، جائیدادیں، نقدی، زمینیں، باغات، مکانات سب کچھ نصف نصف کر کے مہاجرین کو دیا تاکہ انھیں اپنے گھر بار چھوڑنے کا احساس ہی نہ رہے۔ واقعی مہاجرین کو یہاں اتنی محبت اور اتنا پیار ملا جس کا وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

میثاقِ مدینہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب مدینہ تشریف لے آئے تو یہاں پر مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کی بھی کافی تعداد موجود تھی۔ ان میں اکثریت یہودیوں کی تھی۔ حضور نبی کریمؐ کی سیاسی بصیرت جان چکی تھی کہ مدینہ کی حفاظت اور اسلام کی ترقی کے لیے لازمی ہے کہ مدینہ کو ایک دولت مشترکہ میں تبدیل کیا جائے۔ اس سلسلے میں آپؐ نے "جیو اور جینے دو" کے زریں اصول کو اپنایا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے آپؐ نے جو معاہدہ تشکیل دیا، وہ تاریخ میں "میثاقِ مدینہ" کہلاتا ہے۔ اس کے دو بڑے حصے ہیں۔ پہلے حصے کا تعلق مسلمانوں کی تنظیم اور اتحاد سے تھا اور دوسرا حصہ یہودیوں کی مذہبی

آزادی اور دیگر مراعات سے تھا۔ اس معاہدے سے نبی کریمؐ مدینے میں رہنے والے تمام قبائل کا تعاون حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ ایک طویل معاہدہ تھا۔ اس کے خاص نکات درج ذیل ہیں۔

۱۔ وہ تمام قبائل جو اس معاہدے پر دستخط کریں گے، دفاعی لحاظ سے ایک قومیت کے حامل ہوں گے۔ یعنی اس معاہدے کے ممبر قبائل دفاعی لحاظ سے ایک قوم کہلائیں گے۔ ان کی مشترکہ دفاعی قومیت ہوگی، یہ ایک گروپ بن جائے گا۔

۲۔ اگر دستخط کنندہ قبائل میں سے کسی ایک پر حملہ ہوجائے تو دوسرے دستخط کنندہ قبائل کا فرض ہوگا کہ وہ حملہ آور کا مل کر مقابلہ کریں۔

۳۔ مشترکہ قومیت کے حامل گروپ کے کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ قریش کے ساتھ خفیہ معاہدہ کرے، یا ان کو اپنے ہاں امان دے، یا اہل مدینہ کے خلاف ان کی مدد کرے۔

۴۔ مدینہ میں رہنے والی تمام قومیتوں کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ کسی کے مذہب میں دخل اندازی کرے۔ ہر فرد اپنے مذہب کے مطابق آزادی کے ساتھ زندگی گزارے گا۔

۵۔ معمولی اور ذاتی جرائم کی ذمہ داری متعلقہ فرد کی ہوگی۔ کسی فرد کے ذاتی جرم کی ذمہ داری اس کی قوم یا قبیلے پر نہیں ڈالی جائے گی۔ اس جرم کی سزا صرف اس فرد کو ہی برداشت کرنا ہوگی۔

۶۔ مظلوم کی ہر حالت میں مدد کی جائے گی اور اس کا ساتھ دیا جائے گا۔

۷۔ اس معاہدے کے بعد مدینہ میں خون خرابہ، تشدد اور قتل حرام ہوگا۔

۸۔ حضور نبی کریمؐ مدینہ کے سربراہ اعلیٰ ہوں گے۔ اپیل سننے کا آخری حق آپؐ کے پاس ہوگا۔ آپؐ کا فیصلہ آخری ہوگا۔ یہ سب کو تسلیم کرنا ہوگا۔

اہمیت | میثاقِ مدینہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ دنیا کا پہلا تحریری آئین ہے۔ جس پر مکمل طور پر عمل ہوا اور جو پوری طرح نافذ کیا گیا۔ اس سے نبی کریمؐ

کی سیاسی بصیرت آشکار ہوتی ہے۔ میثاق مدینہ سے [illegible] اہل مدینہ کو [illegible] کر
ایک گروہ بنادیا۔ بالفاظ دیگر مدینہ میں [illegible] طور پر عمل میں وہاں قائم ہوگئی۔ اب آپؐ اس
قابل ہوچکے تھے کہ [illegible]
سے آپؐ سربراہ [illegible]
تک چھٹکارا مل [illegible]

"غزوات"

۱۔ اسباب غزوہ بدر: ہجرت کے بعد مسلمانوں کو اطمینان [illegible] ہوا۔ مدینہ میں اسلام تیزی کے ساتھ پھیل رہا تھا۔ اہل مکہ کو اب احساس ہونے لگا کہ مدینہ والے ایک دن ضرور ان پر غالب آجائیں گے۔ اسلام کی ترقی کو وہ اپنے لیے ایک بہت بڑا خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ اس لیے انہوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے وسیع پیمانے پر جنگی تیاریاں شروع کردیں۔ جب ان تیاریوں کا علم نبی کریمؐ کو ہوا تو آپؐ نے مدینہ سے [illegible] مکہ والوں کی سرگرمیاں معلوم کرنے کے لیے چھوٹے چھوٹے دستے بھیجنے شروع کردیئے۔ کئی دفعہ آپؐ خود بھی ان دستوں میں شامل ہوتے رہے۔

۲۔ نخلہ کا واقعہ: یہ واقعہ ۲ھ میں پیش آیا تھا۔ نبی کریمؐ نے عبداللہ بن جحش کو بارہ آدمیوں کے ساتھ روانہ کرکے اسے ایک بند لفافہ بھی دیا۔ ساتھ ہدایت بھی کی کہ دو دن کے سفر کے بعد اس لفافہ کو کھول کر اس میں درج ہدایات پر عمل کیا جائے۔ عبداللہ نے جب لفافہ کھولا تو اس میں درج تھا "نخلہ کے مقام پر قیام کرکے قریش کے حالات معلوم کریں اور ہم تک پہنچائیں"۔ اتفاق سے اہل مکہ کا ایک تجارتی قافلہ وہاں سے گزر رہا تھا۔ دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ حضرت واقد بن عبداللہ تمیمی نے تیر چلایا۔ عمرو بن حضرمی مارا گیا۔ مال غنیمت لے کر عبداللہ نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ "یہ قتل ہی جنگ بدر کا سبب ہے۔ خون کا بدلہ لینا عربوں کی روایت تھی"۔ علامہ طبری۔

غزوۂ بدر
ابوسفیان
صفرا
بدر
ابوسفیان کے تجارتی قافلے کا راستہ
مشرکین کے لشکر کا راستہ
اسلامی لشکر کا راستہ
میل
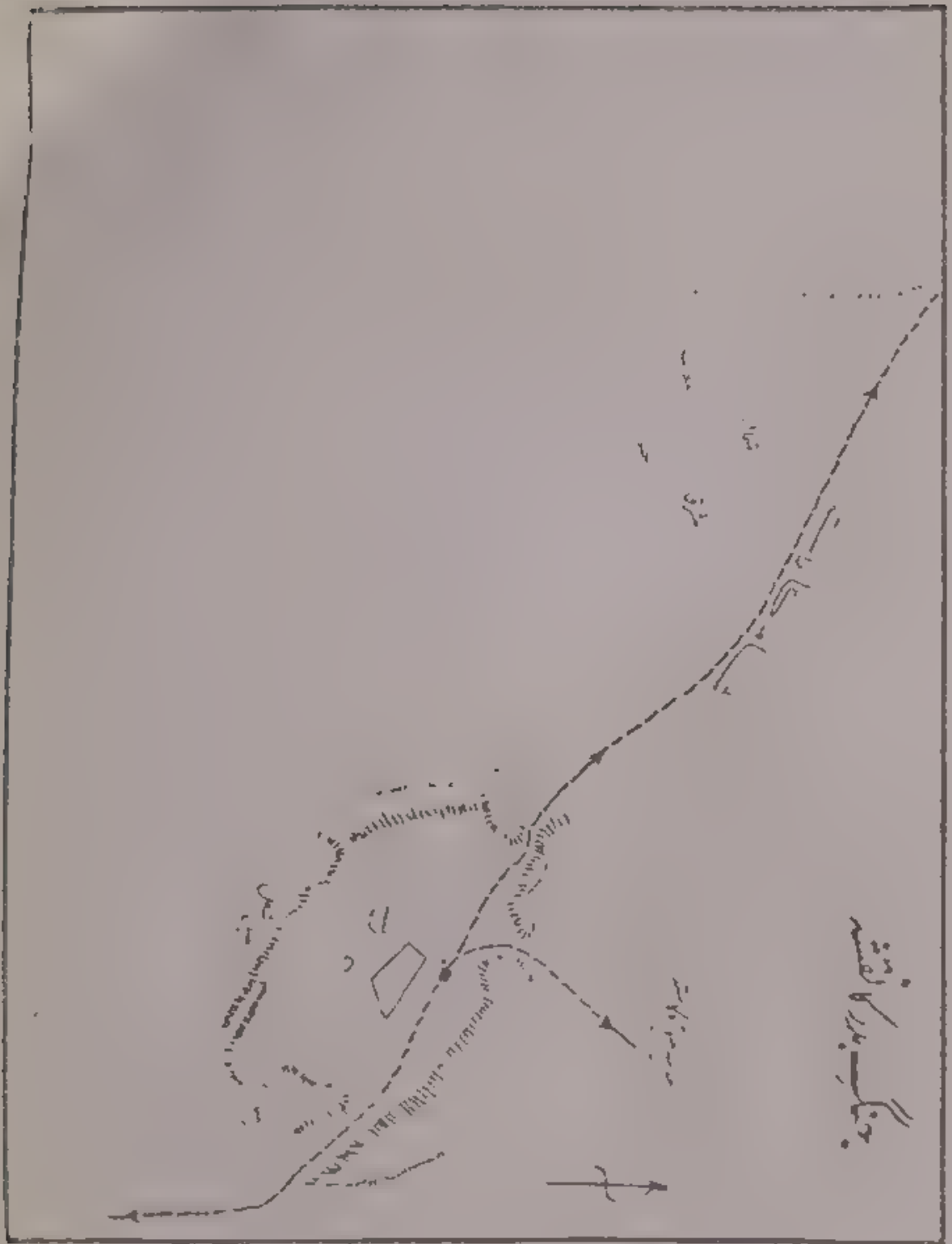
۳۔ ابو سفیان کا قافلہ | ابو سفیان کا قافلہ شام سے واپس آرہا تھا۔ افواہ پھیلادی گئی کہ ابو سفیان کے قافلے پر مسلمان ایک زبردست حملہ کرنے والے ہیں۔ ابو سفیان نے اہل مکہ سے مدد طلب کی۔ ابو جہل اور دوسرے سرداران مکہ تکمل تیاری کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوگئے۔ دوسری طرف ابو سفیان ساحلی راستے سے ہوتا ہوا خیریت سے مکہ پہنچ گیا۔ اس نے سرداران مکہ کی طرف قاصد روانہ کیا کہ میں خیریت سے پہنچ چکا ہوں، آپ واپس آجائیں۔ بنی زہرہ اور عدی کے قبائل واپس آگئے، لیکن ابو جہل نے مسلمانوں پر حملہ کرنے پر اصرار کیا اور پیش قدمی جاری رکھی۔

واقعات | حضور نبی کریمؐ نے مہاجرین اور انصار کو جمع کیا اور انھیں پوری صورت حال سے آگاہ فرمایا۔ مہاجرین نے نہایت خلوص سے ہر حکم بجالانے کا اقرار کیا۔ انصار نے بھی یک زبان ہوکر فرمایا کہ "ہم ہر حالت میں آپؐ کا ساتھ دیں گے۔ ہم ساتھ چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہیں"۔ چنانچہ مسلمانوں کی طرف سے ۷۷ مہاجرین اور ۲۳۶ انصار جنگ میں شامل ہوئے۔ اس طرح ان کی تعداد ۳۱۳ ہوگئی۔ ان کے پاس ۷۰ اونٹ، ۲ گھوڑے، ۸ تلواریں اور ۶ زرہ تھیں۔ عشاء کے وقت اسلامی لشکر بدر کے مقام پر پہنچا۔ ایک کنویں کے گرد ڈیرے ڈال دیے۔ نبی کریمؐ نے اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعا مانگی اور فرمایا، "اے اللہ! ان مجاہدین کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کر۔ اگر یہ مٹھی بھر جماعت تباہ و برباد ہوگئی تو اس جہاں میں تیرا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا"۔

دوسری طرف ابو جہل نے ہر قبیلے کے سردار کو اپنے ساتھ ملایا۔ تقریباً ۹۵۰ افراد جنگ میں شامل ہوئے۔ ان کے پاس ہر قسم کے جنگی ہتھیار مثلاً زرہ بکتر، نیزہ، تلوار اور تیروکمان موجود تھے ۷۰۰ اونٹ اور ۱۰۰ گھوڑوں کے جلوس کے ساتھ ابو جہل بڑی شان سے روانہ ہوا۔ گانے والی عورتیں، طبلچی، ڈھول اور بانسری کے ساتھ جوشیلے اور متکبرانہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔ عتبہ اور دوسرے سردار چاہتے تھے کہ جنگ ملتوی ہو لیکن ابو جہل نے حضرمی کے بھائی عامر کو ابھارا، جس نے بھائی کے انتقام کی فریاد کر کے قریش کو جنگ پر ابھارا۔ ۱۷ رمضان ۲ ہجری بروز جمعہ صبح دونوں طرف سے صف بندی کی گئی۔ مسلمانوں کی

طرف سے انصار نے انفرادی مقابلہ میں حصہ لینا چاہا لیکن قریش نے ان سے لڑنے سے انکار کردیا۔ قریش کی طرف سے عتبہ، شیبہ پسران ربیعہ، اور ولید ابن عتبہ نکلے۔ ان کا مقابلہ حضرت عبیدہ بن حارثؓ، حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے کیا۔ اسلام کے شیروں نے تینوں کو جہنم رسید کیا۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہوئی۔ حضرت معوذ اور حضرت معاذ ابن عمرو نے ابوجہل کو قتل کیا۔ سخت مقابلے کے بعد مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا کی۔

نتائج | اس جنگ میں سرداران مکہ کے ستر آدمی مارے گئے۔ مسلمانوں کی طرف سے چھ مہاجرین اور آٹھ انصار شہید ہوئے۔ جنگ کے بعد شہداء صحابہ کو علیحدہ علیحدہ دفن کرنے کے بعد آپ مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ قیدیوں کے ساتھ نرمی برتنے کی خصوصی ہدایت کی۔ کچھ قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کردیا گیا۔ جن کا فدیہ ادا نہ ہوسکا انھیں ویسے ہی رہا کردیا گیا۔

اہمیت | اس جنگ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم میں اس کا تفصیلاً ذکر موجود ہے۔ سورۂ انفال اسی سلسلے میں نازل ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد کا وعدہ فرمایا اور فتح کی بشارت دی۔ مولانا اسلم جیراج پوری فرماتے ہیں، "یہ لڑائی شوکت اسلام کا سنگ بنیاد تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس جنگ میں شریک بدری صحابہ کو نسبتی قدر دی جاتی ہے۔" علامہ شبلی کے قول کے مطابق "بدر کا معرکہ حقیقت میں اسلام کی ترقی کا اولین قدم تھا۔" مسلمان جو اہل مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر گھر بار چھوڑ کر مدینہ آچکے تھے۔ اس جنگ کے بعد اب وہ ایک نئی طاقت کی حیثیت سے سامنے آگئے۔ اس جنگ نے مسلمانوں کو ایک غالب گروہ کی شکل میں متعارف کردیا جس نے مکہ کے بڑے بڑے سرداروں کو مار بھگا کر ایک اللہ کی حاکمیت کا سکہ جمایا۔ جنگ بدر نہ صرف تاریخ اسلام میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے بلکہ تاریخ عالم میں بھی اسے امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اس جنگ سے جس انقلاب کا آغاز ہوا اس نے چند سالوں میں قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان سلطنتوں کو اپنی لپیٹ میں لے کر اسلام کا جھنڈا دہر پر

بلند کیا۔ حق آیا اور باطل فرار ہوا۔

جنگِ اُحد ۳ ہجری۔

اسباب عربوں میں انتقام کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ معمولی جھگڑوں سے انتقامی کارروائیاں شروع ہوجاتیں تو وہ کئی سالوں تک جاری رہتی تھیں۔ جنگ بدر میں قریش کے ۷۰ اکابرین مارے گئے تھے گھر گھر ماتم کی صفیں بچھی ہوئی تھیں ہر خاندان اور قبیلہ انتقام کی آگ میں جل رہا تھا پوری مکہ کی وادی میں ایک ہی صدا گونج رہی تھی "انتقام، انتقام" ابو سفیان نے قسم کھائی تھی کہ وہ جب تک انتقام نہیں لے گا اپنے سر میں تیل نہیں [illegible] سب سے [illegible] عکرمہ اور ابوسفیان پیش پیش تھے [illegible] عبداللہ بن ابی سے سازباز ترد[illegible] کر رکھا تھا۔ قبائل کنانہ اور تہامہ نے اپنے [illegible] کے ان کے ساتھ شریک تھے۔

واقعات قریش نے ابوسفیان سے مطالبہ کیا کہ کاروان تجارت کا مشترکہ نفع انتقامی جنگ کی تیاری پر خرچ کیا جائے۔ وسیع پیمانے پر جنگی تیاریں شروع کی گئیں۔ مشہور شعراء عمرو اور مسافع نے لوگوں کے جذبات کو ابھارا۔ معزز خاندانوں کی عورتیں بھی اس میں شامل ہوئیں۔ عورتیں دف بجاتی اور جذباتی اشعار پڑھ کر لوگوں کے جذبات بھڑکاتی رہیں۔ قریش کا جھنڈا بنو عبد الدار کے پاس تھا اور ان کا سردار ابوسفیان تھا۔ ان کی تعداد ۳۰۰۰ تھی۔ ۷۰۰ زرہ بکتر [illegible] ۳۰۰۰ اونٹ، ۲۰۰ گھوڑے اور ۱۵ عورتیں شامل تھیں۔ ابوسفیان بڑی شان و شوکت سے روانہ ہوا۔ مدینہ کے شمال میں اُحد کی پہاڑی کے قریب عینین کے مقام پر قیام کیا۔ حضور نے کوچ کیا۔ حضرت عباسؓ جو مکہ میں تھے، نے نبی کریمؐ کو ان حالات کی اطلاع دے دی۔

حضور نبی کریمؐ کو جب ان حالات کا پتہ چلا تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا۔ ایک خیال یہ تھا کہ مدینہ میں ہی رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ عبداللہ بن ابی کا مشورہ بھی یہی تھا۔ لیکن نوجوان اصرار کر رہے تھے کہ جنگ کھلے میدان میں لڑی جائے۔ نبی کریمؐ بھی پہلی تجویز کے حق میں تھے لیکن اکثریت کی تجویز پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی کیونکہ آپؐ ان

لوگوں کی دل شکنی بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جب آپؐ مکمل ہتھیار پہن کر تشریف لائے تو بعض صحابہؓ نے مدینہ ہی میں مقابلہ کرنے کی درخواست کی لیکن اب آپؐ نے ارادہ فرمالیا تھا۔ آپؐ تقریباً ۱۰۰۰ کا لشکر لے کر اُحد کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں عبداللہ بن ابی اپنے ۳۰۰ آدمیوں کو لے کر جُدا ہوگیا۔ اب مسلمانوں کی تعداد صرف ۷۰۰ رہ گئی جن میں ۵۰ سوار تھے۔ باقی سب پیادہ تھے۔ مسلمانوں کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیرؓ کے پاس تھا۔ آنحضرتؐ نے اُحد کے قریب پہنچ کر اپنی صفوں کو ترتیب دیا۔ اُحد کا پہاڑ پس پشت رہا۔ پہاڑ کا ایک درّہ مسلمانوں کے لیے خطرے کا باعث تھا۔ اس درّہ پر آپؐ نے پچاس تیراندازوں کو عبداللہ ابن جبیرؓ کی سرکردگی میں متعین کیا اور ہدایت فرمائی کہ درّے کو کسی حالت میں بھی نہ چھوڑا جائے۔

آغاز جنگ | ۱۵ شوال ۳ ہجری بروز ہفتہ جنگ کا آغاز ہوا۔ قریش کی طرف سے ابو عامر میدان جنگ میں آیا۔ ابو عامر مدینہ میں راہب کے نام سے مشہور ہوگیا تھا، لیکن حسد کی وجہ سے مکہ والوں سے مل گیا تھا۔ اُس نے اپنی قوم کو پکارا، لیکن سب نے اسے فاسق کہا۔ جنگ کا آغاز عرب روایت کے مطابق ہوا۔ طلحہ کا مقابلہ حضرت علیؓ نے کیا۔ اس کے قتل کے بعد اس کے بیٹے کو حضرت امیر حمزہؓ نے جہنم رسید کیا۔ پھر عام جنگ شروع ہوئی۔ کفار مکہ نے بڑی تیاریوں کے بعد خوفناک حملہ کیا۔ مسلمانوں کو کافی مشکلات پیش آرہی تھیں لیکن آخر کار انھوں نے حالات پر قابو پالیا۔ اہل مکہ فرار ہونے کے متعلق سوچنے لگے حضرت خالد بن ولید جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، اُسی درے کے راستے سے حملہ آور ہوگئے جو مسلمان تیرانداز خالی کر چکے تھے۔ مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی اور ان کے بڑے بڑے جانباز سپاہی کام آئے۔ ۷۰ صحابہؓ شہید ہوئے جن میں حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت عبداللہ بھی شامل تھے۔ کفار مکہ کی کوشش یہ تھی کہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار پر حملہ کیا جائے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے آپؐ پر پتھر پھینکے جس سے آپؐ کا داہنا ہونٹ مبارک اور ایک دانت شہید ہوا۔ ابن قمئہ نے تلوار کے وار کیے جس سے آپؐ کے رُخسار مبارک پر زخم آیا۔ صحابہ کرامؓ نے آپؐ کو اپنی حفاظت میں گھیر رکھا تھا۔ آپؐ

غزوۂ اُحد
وادی عقیق
خیمہ گاہ قریش
جبل احد
اسلامی
لشکر
مشرکین کا حملہ
مشرکین کا
دوسرا حملہ
لاوا
قبا
جنگ اُحد سے پہلے اور
بعد میں قریش کا راستہ
ہجرت کے وقت
رسول اکرمؐ کا راستہ
اہل مدینہ کے کھیت
کھجوروں کے باغات
لاوا
۱ ۲ ۳ ۴
میل

اسلامی فوج
قریش کی فوج
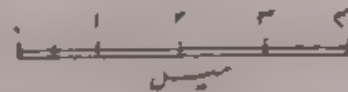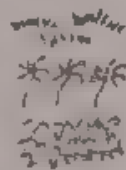
ے جم کر مقابلہ کیا۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر شہید ہوئے اس لیے جنگ کا نشان حضرت علیؓ کے حوالے کردیا گیا۔ مسماۃ نسیبہ بنت کعب مسلمانوں کو پانی پلاتی رہیں اور ساتھ ہی اس نے ابن قمئہ پر کئی وار کیے۔ اس جنگ میں ۲۲ مشرک مارے گئے اور ۷۰ صحابہ شہید ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد مسلمانوں نے پھر حالات پر قابو پالیا۔ کفار مکہ اس صورت حال کو فتح سمجھ کر واپس مکہ روانہ ہوگئے۔ قریش کی عورتوں نے شہداء کرام کے ناک اور کان کاٹ کر بالیں بنائیں۔ لاشوں کو مسخ کیا گیا۔ ہندہ نے حضرت امیر حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے چبایا۔ مسلمان پہاڑ سے اُتر کر نیچے آئے۔ لاشوں کو دفن کیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ سورۂ آل عمران کی آیتیں اسی سلسلہ میں [illegible]

نتائج | اس جنگ میں ۷۰ صحابہ کرامؓ شہید ہوئے ۲۲ مشرک مارے گئے۔ مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل گئی۔ شروع میں مسلمانوں کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن [illegible] انھوں نے حالات پر قابو پالیا۔

اہمیت | اس جنگ میں شروع میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، لیکن تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ کر بہت بڑی غلطی کی۔ جنگ اُحد میں مسلمانوں کو کٹھن آزمائشوں سے گزرنا پڑا، لیکن ان کے قدم ذرا بھی نہیں ڈگمگائے اور وہ ہر آزمائش میں پورے اُترے۔ انھوں نے ثابت کردیا کہ وہ اسلام کے لیے اپنا خون بہانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اس حقیقت کو بھی تسلیم کیا گیا کہ مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی کا راز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں ہے۔ یہ حقیقت آنے والی کامیابیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور جنگ اُحد مسلمانوں کی مکمل روحانی فتح ثابت ہوئی۔

جنگ احزاب یا غزوۂ خندق سن ۵ ہجری

اس جنگ کو تاریخ میں دو ناموں سے پکارا جاتا ہے، جنگ احزاب یا غزوۂ خندق۔

۱۔ جنگ احزاب | احزاب جمع ہے حزب کی۔ حزب کے معنی ہیں گروہ کے۔ اس جنگ میں عرب کے مختلف قبیلے اور گروہ مسلمانوں کے خلاف اتحاد کرکے شامل ہوئے

اس لیے اس جنگ کو جنگ احزاب کہا جاتا ہے۔

۲۔ **جنگ خندق** اس جنگ میں حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے سے مدینہ کے گرد خندق (گڑھا) کھودا گیا، اس لیے یہ جنگ تاریخ میں جنگ خندق کے نام سے بھی مشہور ہوئی۔

وجوہات اس جنگ کی بنیادی وجہ حق و باطل کی کشمکش تھی۔ قریش جو جنگ بدر کے بعد خاموش ہو گئے تھے، جنگ اُحد کے بعد انھوں نے پھر وسیع پیمانے پر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے منصوبے بنائے۔ اس دفعہ قریش نے صحرائے عرب کے تمام مشرک قبائل کو مدینہ پر حملہ کرنے کی دعوت دی اور ساتھ ساتھ مسلمانوں پر اکا دکا حملے بھی شروع کر دیے۔ انمار اور ثعلبہ کے قبیلوں نے حملہ کیا، لیکن نبی کریمؐ نے ان کو ذات الرقاع کے مقام پر بھگا دیا۔ ان تمام کارروائیوں میں یہودیوں کی سازشیں شامل تھیں۔ بنو قینقاع کو عہد شکنی اور بغاوتوں کی وجہ سے مدینہ سے نکال دیا گیا تھا۔ جنگ احد کے بعد ان کے دوسرے قبیلے بنی نضیر کو بھی ان سرگرمیوں کی وجہ سے جلا وطن کرنا پڑا۔ انھوں نے تو نبی کریمؐ کو شہید کرنے کا منصوبہ بھی بنایا تھا۔ یہ سب یہودی خیبر میں جاکر آباد ہو گئے۔ ان کے سرداروں نے قریش کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کرنے کے منصوبے تیار کیے۔ قریش اور یہودیوں کا متحدہ لشکر جس کی تعداد دس اور چوبیس ہزار کے درمیان بیان کی جاتی ہے، مدینہ پر حملہ آور ہوا۔

واقعات جب حضورؐ کو ان حالات کا پتہ چلا تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا۔ مختلف تجاویز زیر غور آئیں۔ آخر حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز پر سب نے اتفاق کیا کہ مدینہ کے گرد خندق کھود کر کفار مکہ کا مقابلہ کیا جائے۔ ۱۵ فٹ گہری اور ۱۵ فٹ چوڑی خندق کھودی گئی۔ آپؐ کے ۳۰۰۰ آدمیوں نے حصہ لیا۔ نبی کریمؐ نے بذات خود بھی اس میں کام کیا۔ خندق تقریباً ۲۰ دن میں مکمل ہو گئی۔ یہودیوں کے تیسرے بڑے قبیلے بنو قریظہ نے قریش کے ساتھ ساز باز شروع کی جس کی تصدیق سعد بن مُعاذ اور سعد بن عبادہ نے کی بعض جگہوں سے کفار نے خندق کو عبور کرنے کی کوشش بھی کی۔ پہلوان عمرو بن عبدود
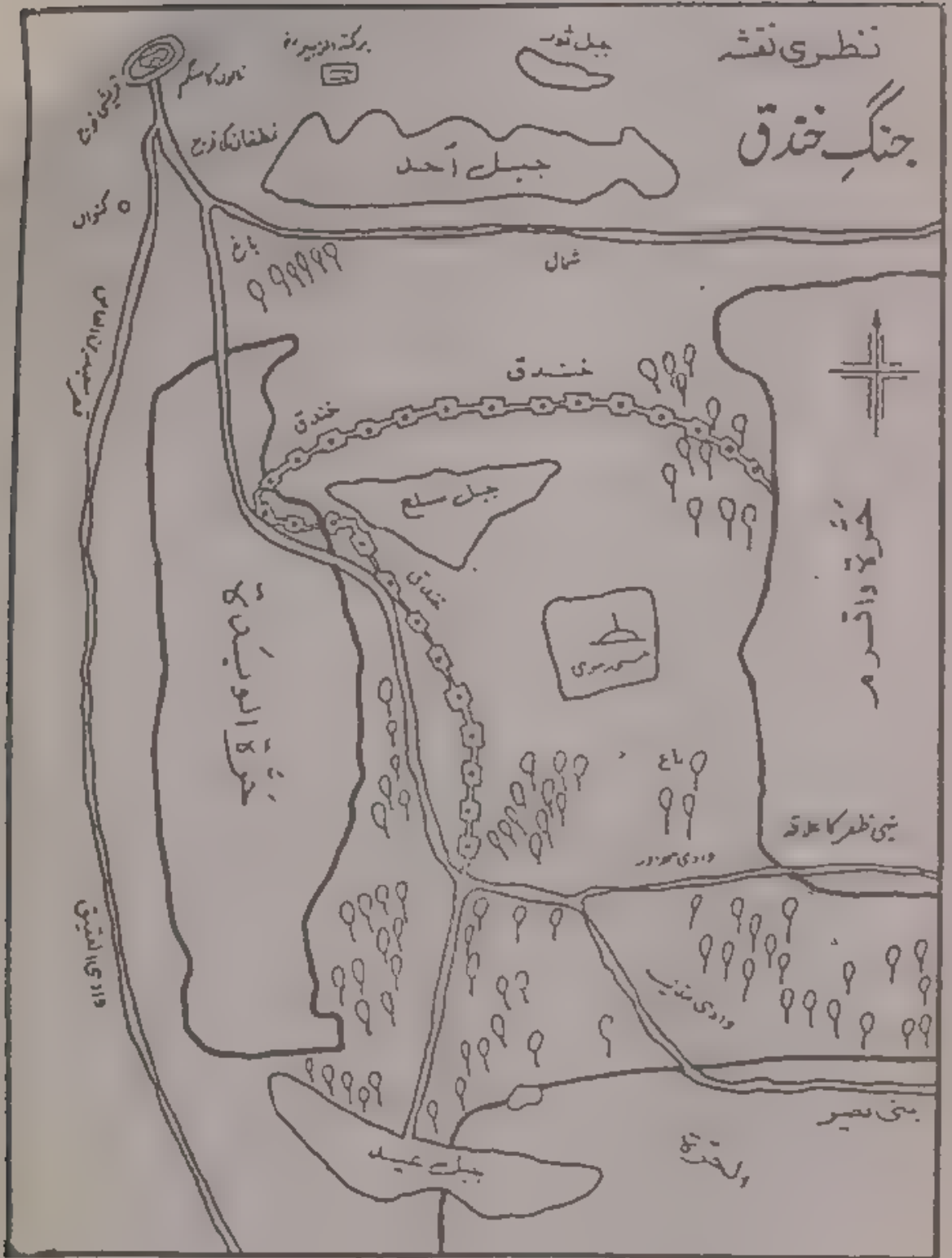
نظری نقشہ
جنگِ خندق
جبل ثور
جبل اُحد
کنواں
باغ
شمال
خندق
جبل سلع
باغ
بنی ظفر کا علاقہ
بنی نضیر

بنو حارثہ
مسجد قبلتین
خندق
جنت البقیع
بنو قینقاع
بنی قریظہ
وادی مذینب
بنی نضیر
مسجد قبا
ذوالحلیفہ کی بستی
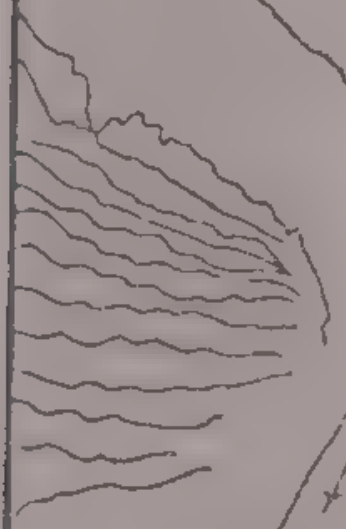
کو حضرت علیؓ نے قتل کیا۔ اس کے دوسرے ساتھی بھاگ گئے۔ تقریباً ایک ماہ تک محاصرہ جاری رہا۔ کچھ قبائل کو کھجوروں کی پیداوار کا ایک تہائی دے کر ساتھ ملانے کی [illegible] مگر نوبت عمل [illegible] نہیں آئی۔ [illegible] قبیلہ غطفان کے ایک [illegible] [illegible] سلسلہ جاری ہی تھا کہ [illegible] آیا جس نے تمام خیمے [illegible] کفار [illegible] نے بددل ہو کر گھر واپس [illegible] لشکر واپس مکہ کی طرف روانہ ہوا اور مسلمان بہت بڑی تباہی سے بچ گئے۔

نتائج: اس جنگ میں تقریباً چھ مسلمان شہید ہوئے اور تین کفار مارے گئے۔ اس جنگ سے کفار مکہ کے حوصلے پست ہوگئے۔ اور انھوں نے پھر اس قسم کے حملے کی جرات نہ کی۔ بنو قریظہ کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا۔ مدینہ کی بستی یہودیوں سے خالی ہوگئی اور مسلمان اطمینان کے ساتھ تبلیغ میں مصروف ہوگئے۔

مشقی سوالات

۱۔ جنگ بدر کے اسباب اور نتائج بیان کیجیے۔ مسلمانوں کی فتح کے اسباب کیا تھے۔ [illegible]

۲۔ جنگ اُحد کے اسباب و نتائج بیان کریں۔

۳۔ جنگ احزاب (خندق) کے اسباب، واقعات اور نتائج لکھیے

۴۔ میثاق مدینہ کی اہمیت واضح کیجیے۔

۵۔ مندرجہ ذیل پر مفصل نوٹ لکھیے۔

(الف) ہجرت کی اہمیت۔ (ب) مواخات۔

۶۔ خالی جگہیں پُر کریں:

جنگ بدر ______ میں لڑی گئی۔

نخلہ واقعے میں ______ صحابہ شہید ہوئے

جنگ اُحد میں ______ صحابہ شہید ہوئے

خندق کھودنے کی تجویز ______ نے پیش کی تھی۔

۷۔ درست جواب پر (✓) لگائیے:

i- حضورؐ نے ۶۱۰ء میں مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔

ii- میثاق مدینہ کے تین بڑے حصے تھے۔

iii- جنگ بدر میں کفار مکہ کے ۸۰ آدمی مارے گئے۔

iv- جنگ اُحد تین ہجری میں لڑی گئی۔

v- جنگ اُحد میں مسلمانوں کی تعداد چھ ہزار تھی۔

vi- جنگ اُحد میں مسلمانوں کی تعداد آخر میں ۷۰۰ رہ گئی۔

vii- جنگ اُحد میں ۲۲ کفار مکہ مارے گئے۔

viii- جنگ خندق پانچ ہجری میں لڑی گئی۔

ix- جنگ خندق میں دو مسلمان شہید ہوئے۔

x- جنگ خندق میں تین کفار مکہ مارے گئے۔

چوتھا باب

بیعت رضوان، صُلح حدیبیہ، فتح مکہ

ہجرت کے چھ سال بیت چکے تھے۔ مہاجرین کا جرم صرف اسلام لانا تھا جس کے لیے ان کو گھر بار چھوڑنا پڑا۔ سب مسلمان چاہتے تھے کہ وہ خانہ کعبہ کی زیارت کریں۔ اپنے آباؤ اجداد کے شہر میں داخل ہو کر ایک دفعہ پھر اپنی بھولی بسری یادوں کو تازہ کر لیں۔ حضور نبی کریمؐ بھی چاہتے تھے کہ خانہ کعبہ کی زیارت کی جائے۔ چنانچہ ذیقعد کے مہینے میں آپؐ تقریباً ۱۴۰۰ مسلمانوں کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ آپؐ نے قربانی کے اونٹ پہلے ہی روانہ کر دیے، لیکن آپؐ جونہی عسفان پہنچے تو بشر بن سفیان نے اطلاع دی کہ مکہ والوں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ مسلمانوں کو کسی صورت میں بھی مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے اور مسلمانوں کو روکنے کے لیے مکہ والوں نے خالد بن ولید کو روانہ کر دیا ہے۔ حضور نبی کریمؐ دوسرے راستے سے حدیبیہ پہنچے گفت و شنید کا سلسلہ شروع ہوا۔

<u>بیعت رضوان</u> حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف سے حضرت عثمانؓ کو اہل مکہ سے مذاکرات کرنے کے لیے مکہ روانہ کیا۔ اس دوران افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ آپؐ ایک درخت کے نیچے تشریف لے گئے اور کفار مکہ سے جنگ کرنے کے لیے مسلمانوں سے بیعت لینا شروع کیا۔ یہ بیعت تاریخ میں بیعت الشجر اور بیعت رضوان کے ناموں سے مشہور ہے۔

<u>صلح نامہ حدیبیہ ۶ ہجری</u> مذاکرات کا نتیجہ صلح نامہ کی شکل میں سامنے آیا۔ یہ صلح نامہ حضرت علیؓ نے تحریر فرمایا۔ قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو نے نمائندگی کی۔ صلح نامہ کی شرائط طے پا جانے کے عین وقت پر سہیل کا بیٹا ابو جندل مسلمانوں میں شامل ہونے کے لیے آیا، لیکن طے شدہ معاہدے کی شرائط کے مطابق اسے واپس کیا گیا۔ صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط درج ذیل تھیں:

۱۔ یہ صلح دس سال کے لیے ہوگی۔ اس دوران ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔
۲۔ تمام عرب قبائل کو آزادی دی جائے گی کہ وہ مسلمانوں یا قریش کے ساتھ جس سے چاہیں الحاق کریں۔ ان پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہوگی۔
۳۔ اگر کوئی آدمی مدینہ آیا تو اسے مکہ والوں کو واپس دے دیا جائے گا، لیکن گر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ چلا گیا تو اسے واپس مدینہ نہیں بھیجا جائے گا۔
۴۔ اس سال مسلمان عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں گے۔
۵۔ اگلے سال مسلمان عمرہ کرنے کے لیے آئیں گے، لیکن تین دنوں سے زیادہ قیام نہیں کریں گے۔
۶۔ مسلمان اپنے ساتھ کسی قسم کے ہتھیار نہیں لائیں گے۔

اہمیت اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے سر منڈوایا قربانی کی، اور واپس مدینہ روانہ ہوئے۔ راستے میں سورۂ فتح نازل ہوئی جس میں بیعت رضوان کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ صلح حدیبیہ ایک کھلی فتح ثابت ہوئی۔ اب مختلف قبائل نے بلا خوف و خطر مسلمانوں کے ساتھ ملنے کا اعلان کیا۔ مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ مسلمانوں کو کچھ عرصہ کے لیے اطمینان نصیب ہوا، اس لیے انھوں نے دوسرے اہم کاموں پر توجہ دینی شروع کی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے پڑوسی ممالک کے بادشاہوں کو دعوت حق قبول کرنے کے دعوت نامے بھیجے۔ مقوقس شاہ مصر نے بڑے احترام سے دعوت نامے کو وصول کیا۔ نبی کریم کی خدمت میں لونڈیاں روانہ کیں جن میں اُم المومنین ماریہؓ بھی شامل تھیں۔ قیصر روم ہرقل نے بھی آپؐ کے خطوط کو پڑھ کر اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا۔ حارث بن شمر والی دمشق نے قاصد سے گستاخی کی۔ شاہ حبش نجاشی نے اسلام قبول کرلیا۔ شاہ فارس کسریٰ خسرو پرویز نے سفیر کی بے عزتی کی اور اپنے گورنر یمن بذان کو حکم دیا کہ حضورؐ کو گرفتار کیا جائے، لیکن وہ خود اپنے ہی بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ صلح حدیبیہ سے مسلمانوں نے جو فتح حاصل کی اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ دو سال بعد مسلمان اس قابل ہوگئے کہ انھوں نے بڑی آسانی سے مکہ پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ تمام صحرائے عرب اسلام کے دائرہ اختیار

عکس نامہ مبارک بنام مقوقس والی قبط مصر

عکس نامۂ مبارک بنام شاہ میر
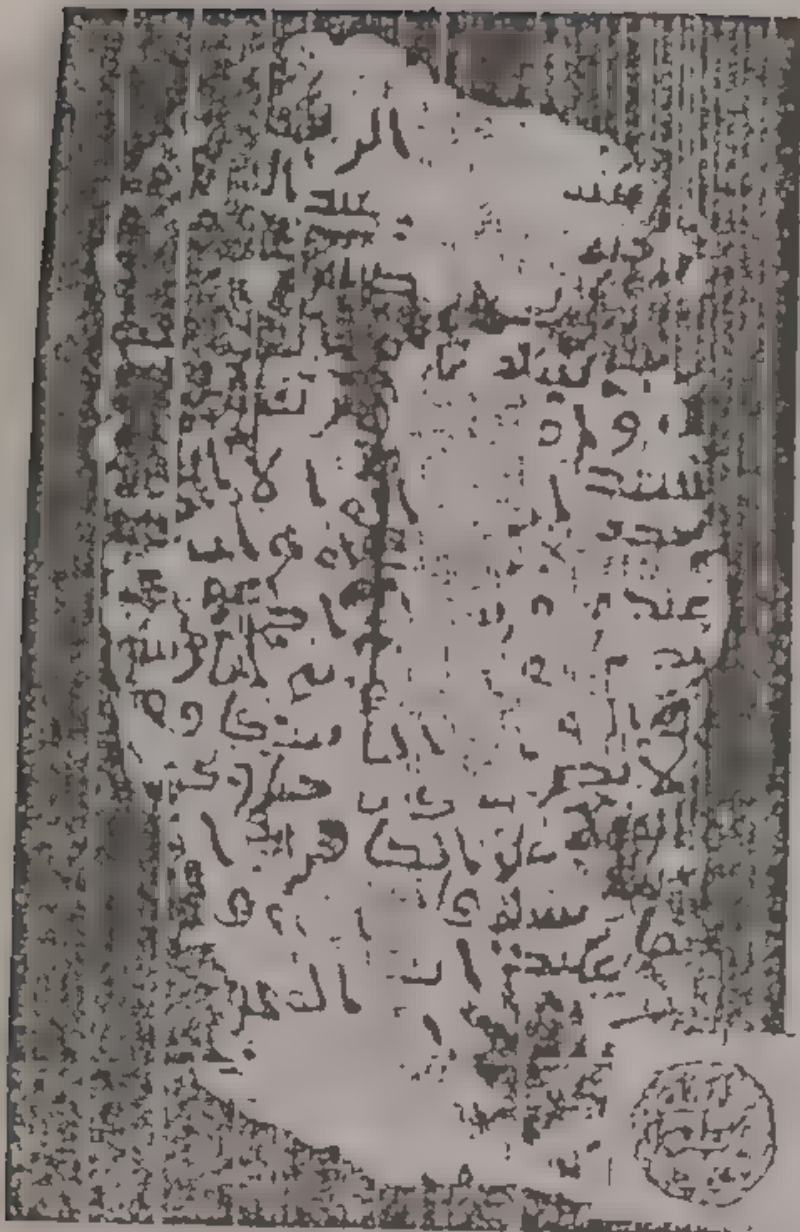
عکس نامہ مبارک بنام کسریٰ پرویز، شہنشاہ فارس

میں آگیا

غزوۂ خیبر ۷ ہجری مدینہ کے یہودی قلعہ خیبر میں جمع ہو گئے تھے اور مدینہ سے نکالے ہوئے یہودی آس پاس کے علاقے میں پھیل چکے تھے یہاں پر انھوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے جال بچھانا شروع کیے۔ چنانچہ نبی کریمؐ بذات خود ان کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے۔ قلعہ خیبر حضرت علیؓ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ ایک یہودی عورت زینب بنت الحارث نے آپؐ کو زہر دینے کی کوشش کی، لیکن ناکام رہی۔ یہودیوں نے صلح کی درخواست کی اور زرعی پیداوار کا نصف دینے کا وعدہ بھی کیا۔ ان کی درخواست کو قبول کیا گیا۔ انھیں جانی اور مالی تحفظ دیا گیا اور ساتھ ہی مذہبی آزادی بھی دی گئی۔ اہل فدک نے بھی اطاعت قبول کرلی۔ اس کے بعد آپؐ مدینہ واپس آئے اور عمرہ کے لیے مکہ روانہ ہوئے۔ مکہ میں تین دن قیام فرمایا۔ خالد بن ولید کی خالہ حضرت میمونہ بنت الحارث سے آپؐ کا نکاح ہوا۔ واپسی پر مقام سرف میں رسم عروسی ادا ہوئی۔ اسی دوران حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن العاص نے اسلام قبول کیا۔

غزوۂ موتہ ۸ ہجری شرجیل بن عمرو غسانی نے نبی کریمؐ کے ایلچی حضرت حارثؓ کو شہید کردیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قصاص لینے کے لیے مسلمانوں کا تین ہزار کا لشکر روانہ کیا۔ اس لشکر کے تین سردار مقرر کیے: حضرت زیدؓ حضرت جعفر طیار بن ابی طالبؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ۔

یہ تینوں سردار یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش فرما گئے۔ ان سرداروں کی شہادت کے بعد لشکر کی باگ ڈور حضرت خالد بن ولید نے سنبھالی۔ انھوں نے غسانی کا مقابلہ کرکے مسلمانوں کی فوج کو مشکل سے نکالا۔ اس جنگ میں گیارہ صحابہ کرامؓ شہید ہوئے جس سے آپؐ کو سخت صدمہ پہنچا۔ آپؐ نے خالد بن ولیدؓ کو سیف اللہ کا خطاب دیا۔

فتح مکہ ۸ ہجری

اسباب عرب کے دو قبیلے بنو خزاعہ اور بنو بکر ایک دوسرے سے اکثر لڑتے جھگڑتے رہتے۔ قریش اور مسلمانوں کے درمیان جب صلح حدیبیہ ہوئی تو اس کی شرائط کے مطابق بنو خزاعہ نے مسلمانوں کے ساتھ ملنے کا اعلان کیا اور بنو بکر نے قریش کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ بنو بکر نے قریش کے ساتھ مل کر بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ بنو خزاعہ کے کچھ لوگوں نے حرم میں پناہ لی تاکہ تشدد سے بچ سکیں، لیکن ان ظالموں نے ان کو وہاں پر بھی امان نہ دی اور انھیں بڑی بے دردی سے قتل کر ڈالا۔ بنو خزاعہ کے لوگوں نے نبی کریمؐ سے فریاد کی تاکہ ان کی مدد کی جائے۔ حضور نبی کریمؐ کو یہ واقعات سُن کر دلی رنج ہوا۔ آپؐ نے قریش کو تین شرائط پیش کیں تاکہ ان میں سے کسی ایک پر عمل درآمد کیا جا سکے

(الف) مقتولین کا خون بہا ادا کیا جائے۔

(ب) بنو بکر کی حمایت سے دستبرداری کا اعلان کیا جائے۔

(ج) صلح حُدیبیہ کو کالعدم قرار دینے کا اعلان کیا جائے۔

قریش نے جوش میں آکر صلح حدیبیہ کو کالعدم قرار دینے کا اعلان کر دیا، لیکن جوں ہی جوش اور جذبات کی کیفیت ٹھنڈی ہوئی تو انھیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ ابو سفیان کو سفیر کی حیثیت سے مدینہ روانہ کیا تاکہ صلح حدیبیہ کو برقرار رکھا جا سکے۔ ابو سفیان اپنی بیٹی ام حبیبہؓ جو اسلام قبول کر کے حضور نبی کریمؐ کی زوجیت میں آچکی تھیں، کے پاس گئے لیکن کوئی تسلی بخش جواب نہ ملا۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ سے سفارش کرنے کی درخواست کی لیکن کسی نے بھی حامی نہ بھری اور اسے مجبوراً ناکام لوٹنا پڑا۔ مکہ والے بھی ابو سفیان کی ناکامی پر سخت رنجیدہ ہوئے، لیکن اب وقت گزر چکا تھا۔ فیصلہ کُن گھڑی آنے والی تھی۔

واقعات قریش کی طرف سے جب صلح حدیبیہ کو کالعدم قرار دینے کی اطلاع آپؐ کو ملی تو آپؐ نے معتبر صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا۔ صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ کفار مکہ کی شرانگیز کارروائیوں سے آپؐ تنگ آچکے تھے۔ باہمی مشورے سے طے پایا کہ قریش کے ساتھ

نقشہ
فتح مکہ
شمال
مدینہ کا راستہ
منیٰ، عرفات
طائف و نجد کا راستہ
جدہ کا راستہ
یمن کا راستہ
پہاڑ
آبادی
راستے
مسلم فوج کے حملہ کی سمت
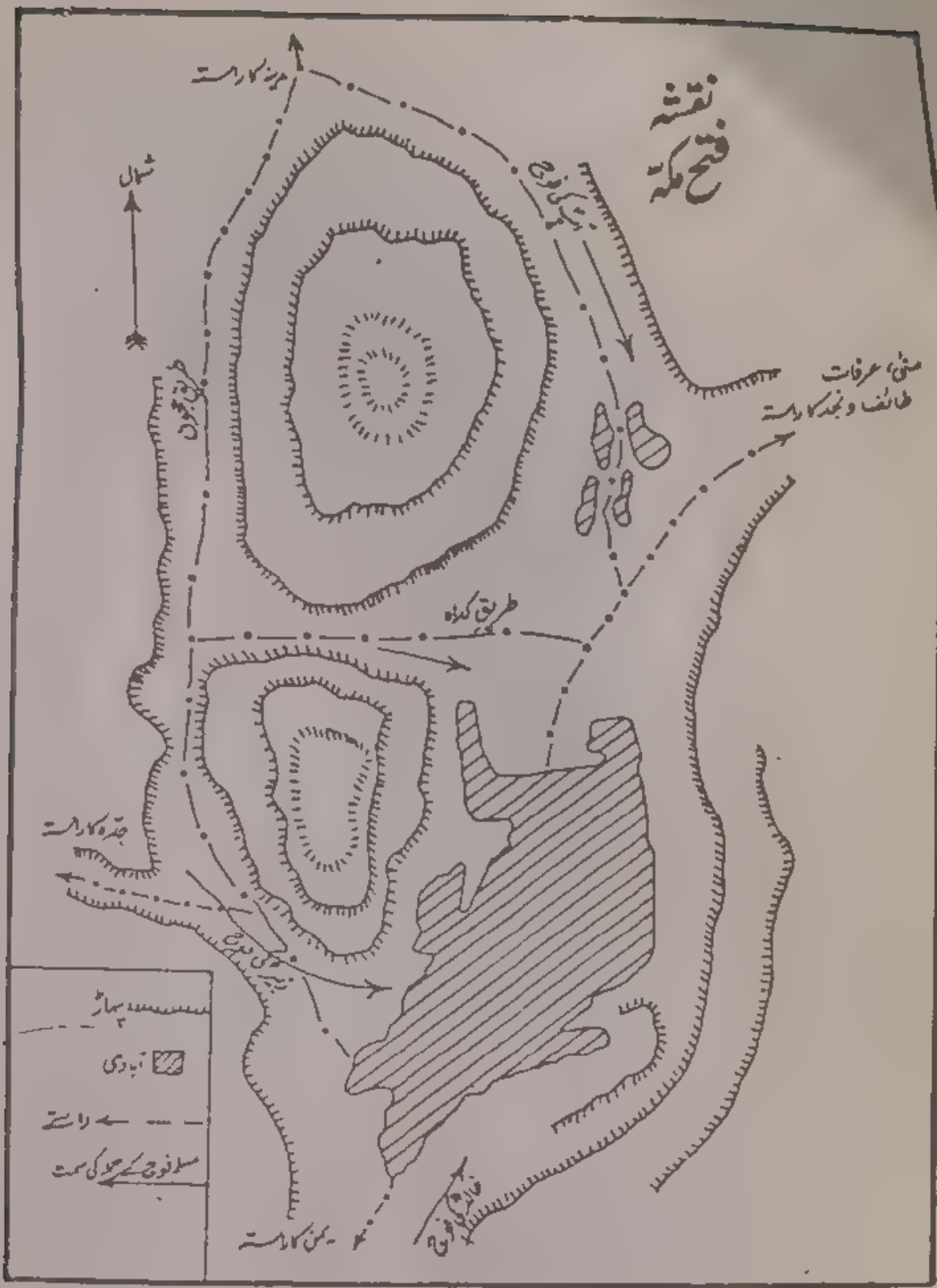
ایک فیصلہ کُن جنگ لڑی جائے۔ چنانچہ آپؐ دس ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ اس لشکر میں عرب کے مختلف قبائل نے شرکت کی۔ راستے میں مزید دو ہزار آدمی شامل ہو گئے۔ اب لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی۔ راستے میں آپؐ کی ملاقات آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ سے ہوئی جو ہجرت کر کے مدینہ آرہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت عباسؓ آخری مہاجر ہیں۔ وہ بھی آپ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ مُسترد شُدہ انسانوں کا یہ طوفان بغیر کسی مزاحمت کے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اہل مکہ کی طرف سے کوئی مزاحمت نہ ہوئی۔ اسلامی لشکر مدینہ سے ۱۰ رمضان ۸ ہجری (یکم جنوری ۶۳۰ء) کو روانہ ہوا تھا۔ آپؐ نے مرالظہران کے مقام پر ٹھہرنے کی ہدایت فرمائی۔ یہ مقام مکہ سے بمشکل ایک منزل پر تھا۔ ابوسفیان اور بدیل ابن ورقا حالات معلوم کرنے کے لیے گھوم رہے تھے۔ حضرت عباسؓ نے ان کو دیکھ لیا۔ ابوسفیان کو نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ حضرت عمرؓ اسے فوراً قتل کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت محمدؐ رحمت اللعالمین نے ایسے جانی دشمن کو بھی معاف کر دیا۔ اگلی صبح ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مکہ میں داخل ہونے سے قبل مندرجہ ذیل ہدایات دیں:

۱۔ ابوسفیان اور حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ کے لیے داخل ہونے والے کفار مکہ کو امان دیا جائے۔

۲۔ خانہ کعبہ میں داخل ہونے والے کو بھی امان دی جائے۔

۳۔ دروازے بند کر کے اپنے گھر کے اندر بیٹھے رہنے والوں کو بھی امان دی جائے۔

۴۔ بوڑھوں، بچوں اور عورتوں پر ہتھیار نہ اُٹھائے جائیں۔ صرف حملہ آوروں کا مقابلہ کیا جائے۔ تشدد سے پرہیز کیا جائے۔

۵۔ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے۔

مہاجرین اور انصار کا لشکر دوسرے قبیلوں کے ہمراہ نبی کریمؐ کی نگرانی میں مختلف راستوں سے مکہ میں داخل ہوا۔ کسی خاص مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا، صرف عکرمہ بن ابوجہل اور اس کے چند ساتھیوں نے مسلمانوں کو للکارا۔ جھڑپ میں تین صحابی شہید

ہوئے مشرکین کے تیرہ آدمی مارے گئے۔ ان کا مقابلہ خالد بن ولیدؓ نے کیا تھا۔ یہ فتح ۲۰ رمضان ۸ ھ کو ہوئی۔ فتح کے بعد آپ خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر کو جھوٹے خداؤں سے خالی کیا۔ تمام بُت توڑ کر خانہ کعبہ کو پاک کر دیا گیا۔ آپؐ نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ نبی کریمؐ نے فرمایا، "آگیا حق اور بھاگ گیا باطل۔" حضرت بلالؓ نے اذان دی اور نبی کریمؐ نے صحابہ کے ساتھ بے خوف و خطر باجماعت نماز ادا کی۔ دوسرے دن آپؐ باب کعبہ پر کھڑے ہوئے اور لوگوں سے خطاب فرمایا، "اللہ ایک ہے۔ اسی کی ہی عبادت جائز ہے۔ زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں ختم کر دی جاتی ہیں۔ کعبہ کی مجاورت اور زمزم پلانے کا عہدہ حسب دستور باقی ہے"۔ پھر آپؐ نے فرمایا، "اے قریش! میرے بارے میں کیا خیال ہے۔ میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کروں گا؟" قریش نے جواب دیا، "اچھائی کا خیال ہے، کیونکہ آپؐ بہترین بھائی اور بہترین بھائی کے بیٹے ہیں"۔ آپؐ نے فرمایا، "میں وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ جاؤ تم آزاد ہو۔" اس کے بعد آپؐ کوہ صفا پر چلے گئے اور لوگوں سے بیعت لینی شروع کی۔ ۲۵ رمضان ۸ ہجری کو عزیٰ اور سواع کے مشہور بتوں کو ختم کر دیا گیا۔

نتائج مکہ پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ مکے کے اردگرد کے علاقوں کے سردار بھی اسلام لے آئے۔ فتح مکہ سے عرب کا زیادہ تر حصہ اسلام کے جھنڈے کے نیچے آگیا۔

غزوۂ حنین ۸ ہجری مکہ اور طائف کے درمیانی علاقے میں ہوازن اور ثقیف کے جنگجو قبائل آباد تھے۔ فتح مکہ کے بعد انھوں نے اطاعت سے انکار کر کے جنگی تیاریاں شروع کر دیں تاکہ مکہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ غیر مسلموں کا یہ لشکر مکہ پر حملہ کرنے کے لیے چل پڑا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتہ چلا تو آپؐ بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ یکم شوال ۸ ہجری کو حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کو اپنی تعداد پر غرور تھا۔ جب یہ لشکر وادی حنین میں پہنچا تو کمین گاہوں میں چھپے ہوئے کفار نے ان پر تیر برسانے شروع کر دیے۔ اس اچانک حملے سے مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچا۔ نبی کریمؐ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ انصار اور

مہاجرین کو آواز دی جائے۔ انھیں پکارا جائے۔ حضرت عباسؓ کی آواز سنتے ہی یہ لوگ واپس آئے اور جم کر لڑنے لگے۔ نتیجتاً بنو ثقیف نے طائف کا رُخ کیا اور ہوازن اور اوطاس کی گھاٹی میں چھپ گئے۔ حضورِ نبی کریمؐ نے طائف کا محاصرہ کیا جو بیس دن تک جاری رہا۔ آخر ایک صحابی کے مشورے سے محاصرہ ختم کر دیا گیا۔ کافی مالِ غنیمت لے کر آپؐ واپس مکہ تشریف لائے۔ ارد گرد کے بہت سے قبائل نے اسلام قبول کر لیا۔ آپؐ نے مالِ غنیمت کا زیادہ حصہ اہلِ مکہ کو دیا اور انصار سے فرمایا کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ کو لے جائیں گے۔ عتاب بن اسید کو مکہ کا امیر (گورنر) مقرر کر کے آپؐ مکہ سے روانہ ہو گئے۔ تقریباً اڑھائی ماہ بعد آپؐ مدینہ میں داخل ہوئے۔ عتاب بن اسید نے اسلام میں پہلے امیر کی حیثیت سے حج ادا کیا۔

غزوۂ تبوک ۹ ہجری

وجوہات شاہ قسطنطنیہ ہرقل نے جب سنا کہ جزیرہ نمائے عرب میں اسلامی انقلاب آچکا ہے۔ عرب ایک نئی طاقت بن کر اُبھر رہے ہیں۔ جہالت کا دور ختم ہو چکا ہے۔ نئے انقلاب نے مسلمانوں کو ایسا متحد کر دیا ہے کہ وہ سیسے کی دیوار بن گئے ہیں اور اپنے سامنے آنے والے ہر طوفان کا رُخ موڑ دیتے ہیں تو ہرقل نے سوچا کہ اگر اس طوفان کو نہ روکا گیا تو وہ رومی سلطنت کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ چنانچہ اس نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے وسیع پیمانے پر جنگی تیاری شروع کر دی۔

واقعات جب حضورِ نبی کریمؐ کو ہرقل کی منصوبہ بندی کا پتہ چلا تو آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ ہرقل سے جنگ لڑنے کا فیصلہ ہوا۔ ان دنوں سخت گرمی تھی اور کھجور کی فصل بھی تیار تھی۔ منافقین ان حالات سے فائدہ اُٹھانا چاہتے تھے اس لیے وہ مختلف قسم کے حیلے بہانے بنانے لگے۔ صحابہ کرامؓ نے چندہ دینے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس امتحان میں کامیاب ہوئے۔ آپؐ تیس ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ تبوک کے مقام پر تقریباً بیس دن قیام کیا۔ کئی قبائل کے سرداروں نے آپؐ کی اطاعت تسلیم کی اور خراج دینا قبول کیا۔ ہرقل کی طرف سے کوئی مقابلے میں نہ آیا۔ کئی عیسائی حکمرانوں نے بھی

اطاعت قبول کی۔ لہذا آپؐ واپس تشریف لے آئے۔

مشقی سوالات

۱۔ صلح حدیبیہ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ اس کی سیاسی اہمیت بیان کریں۔
۲۔ فتح مکہ کے اسباب، واقعات اور نتائج بیان کریں۔
۳۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ تحریر کریں۔

(الف) بیعت رضوان۔ (ب) صلح حُدیبیہ
(ج) سریہ موتہ (د) غزوۂ خیبر

۴۔ درست پر (✓) نشان لگائیے۔

i- صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ کے ساتھ ۱۴۰۰ مسلمان تھے۔
ii- صلح حدیبیہ چھ ہجری میں ہوئی۔
iii- فتح مکہ نو ہجری میں ہوا۔
iv- آپؐ ۱۲۰۰۰ لشکر کے ساتھ حُنین روانہ ہوئے۔
v- غزوۂ تبوک سات ہجری میں ہوئی۔

۵۔ خالی جگہیں پُر کریں:

i- حضورؐ نے درخت کے نیچے بیعت لی۔ یہ بیعت ـــــ یا بیعت ـــــ کہلاتی ہے
ii- صلح حدیبیہ ـــــ نے تحریر کیا۔
iii- صلح حدیبیہ میں قریش مکہ کی نمائندگی ـــــ نے کی۔
iv- غزوۂ خیبر ـــــ ہجری میں ہوئی۔
v- قلعہ خیبر ـــــ کے ہاتھوں فتح ہوا۔
vi- سریہ موتہ ـــــ ہجری میں ہوئی۔
vii- عرب کے قبیلہ ـــــ نے مسلمانوں اور قبیلہ ـــــ نے قریش مکہ کے ساتھ الحاق کیا۔

_____ کے کچھ لوگوں نے حرم میں پناہ لی لیکن قتل کر دیے گئے۔
حضورؐ نے قریش کو _____ شرائط پیش کیں۔
ابو سفیان کی بیٹی _____ حضورؐ کی زوجیت میں آچکی تھی۔
حضورؐ نے فرمایا _____ آخری مہاجر ہیں وہ بھی آپ کے ساتھ شامل ہو گئے۔
فتح مکّہ کے موقع پر _____ نے اسلام قبول کیا۔

پانچواں باب

حجۃ الوداع، وصال، سیرتِ طیبہ

غزوۂ تبوک کے بعد نبی کریمؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا نائب بنا کر تقریباً تین سو مسلمانوں کے ہمراہ اسلامی اصولوں کے مطابق تاریخ اسلام کا پہلا حج ادا کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس سفر میں حضرت علیؓ اور دوسرے معتبر صحابہ کرامؓ بھی شامل تھے۔ حج کے دن جب منیٰ میں لوگ جمع ہوئے تو حضرت علیؓ نے حج کے اصول و ضوابط کا اعلان فرمایا۔ غیر مسلموں کا داخلہ اور دوسری غیر اسلامی روایات کو ختم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ اسی سال نبی کریمؐ کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات ہوئی۔ اُس کی عمر تقریباً ۱۶ ماہ تھی۔ اس موقع پر آپؐ نے انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ یہ آپؐ کی واحد اولاد تھی جو مدینہ میں ہوئی۔

جب عرب کے تقریباً ہر کونے تک اسلام پہنچ چکا تو آپؐ پر یہ وحی نازل ہوئی، "جب خدا کی مدد آ پہنچی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں تو اللہ کی حمد پڑھو، اور استغفار کرو۔ اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

اس اشارے کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سمجھ گئے۔ آپؐ نے ۱۰ ہجری میں آخری حج کرنے کا ارادہ فرمایا۔ جب یہ خبر مدینہ میں پھیلی تو لوگ گروہ در گروہ حج کے لیے اس قافلے میں شامل ہو گئے۔ آپؐ مدینہ سے ۲۶ ذیقعد ۱۰ ہجری کو روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ حج کرنے والوں کی تعداد نوے ہزار تھی، لیکن جب آپؐ مکہ کے قریب ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار تک پہنچ گئی۔ آپؐ کی تمام ازواج مطہرات بھی شامل تھیں۔ حج کے لباس میں ملبوس اللہ تعالیٰ کی ثنا پڑھتے ہوئے جب آپؐ وادی مکہ میں داخل ہوئے تو تمام علاقہ میں اللہ اکبر کی آواز گونج رہی تھی۔ حضرت علیؓ جو یمن گئے ہوئے تھے، آپؐ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ۵ ذی الحج کو آپ مکہ میں داخل ہوئے۔ ۹ ذی الحج کو فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد وادی عرفات میں جانے کی تیاریاں

ہونے لگیں۔ دوپہر کے وقت آپؐ وادی عرفات کے عین وسط میں قصوٰی نامی ناقہ پر سوار تھے۔ آپؐ نے اسی تاریخی موقعہ پر جو خطبہ دیا وہ خطبۃ الوداع کہلاتا ہے۔ یہ خطبہ درحقیقت اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

"لوگو! میری باتیں سن لو۔ مجھے کچھ خبر نہیں۔ شاید میں تم سے اس قیام گاہ میں اس سال کے بعد کبھی ملاقات نہ کرسکوں۔ جہالت کے تمام دستور و مراسم میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔"

"لوگو! دیکھو، تمھارے خون اور تمھارے مال ایک دوسرے پر مرتے دم تک اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمھارا یہ دن اور یہ مہینہ حرمت والا ہے۔ تم عنقریب اپنے اللہ سے جا ملوگے۔ تم سے تمھارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ میں نے تمھیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ امانتیں مالکوں کو لوٹا دیں۔ سود کو ختم کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے میں اپنے خاندان میں حضرت عباسؓ کا سود موقوف کرتا ہوں۔"

"زمانۂ جاہلیت کے تمام خون باطل قرار دیے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے میں ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں (جو میرے اپنے خاندان سے ہے)۔" آپؐ نے حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا، "تمھاری عورتوں پر تمھارے حقوق ہیں۔ عورتوں کا فرض ہے کہ تمھاری غیر حاضری میں تمھارے حقوق کی حفاظت کریں اور بے حیائی سے باز رہیں۔ عورتوں کے بھی تم پر حقوق ہیں۔ وہ تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے حلال ہیں۔ تم نے اللہ کی اس امانت کو اپنی تحویل میں لیا ہے۔ ان سے نرمی اور بھلائی سے پیش آؤ۔"

آپؐ نے مزید فرمایا، "لوگو، میری باتیں سنو اور خوب سمجھ لو۔ میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں کہ جب تک اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھوگے تو گمراہ نہ ہوگے۔ یعنی اللہ کی کتاب اور نبیؐ کی سنت۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔"

پھر آپؐ نے لوگوں سے متوجہ ہوکر فرمایا، "لوگو! بے شک تمھارا رب ایک ہے۔ تمھارا باپ ایک ہے۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کسی قسم کی فوقیت حاصل نہیں۔ سرخ کو

سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی برتری نہیں۔ برتری صرف تقوٰی سے حاصل ہوتی ہے۔ غلاموں کے ساتھ برابری کا سلوک کرو۔ جو خود کھاؤ ان کو بھی کھلاؤ۔ جو خود پہنو، ان کو بھی پہناؤ۔"

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا، "اے لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی پیغمبر ہے اور نہ کوئی نئی امت پیدا ہونے والی ہے۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔ مالوں کی زکوۃ نہایت خوش دلی کے ساتھ دیا کرو۔ اگر تمھارا امیر کوئی حبشی غلام ہو اور وہ تمھیں اللہ کی کتاب کے مطابق چلائے تو اس کی اطاعت کرو، اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ وقت کی نماز پڑھو، رمضان کے روزے رکھو، میری سنت کی پیروی کرو، انشاء اللہ جنت میں داخل ہوگے۔ عمل میں خلوص، مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور جماعت میں اتحاد۔ یہ تین باتیں سینے کو پاک رکھتی ہیں۔ میرا یہ کلام ان لوگوں تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ خبردار اپنے اوپر ظلم نہ کرنا۔"

آخر میں آپؐ نے مجمع سے سوال کیا، "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میرے بارے میں تم سے پوچھے گا تو آپ لوگ کیا جواب دیں گے؟" لوگوں نے یک زبان ہوکر جواب دیا کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر اپنا فرض پورا کرلیا۔ آپؐ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کردیا۔ یہ سن کر آپؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر فرمایا، "اے اللہ! تو گواہ رہنا۔" تین دفعہ یہ الفاظ دہرائے۔ عین اس وقت قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی، "آج میں نے تمھارے دین کو مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمھارے لیے دین اِسلام پسند فرمایا۔"

خطبۃ الوِداع کی اہمیت

حضورؐ کے خطبۃ الوداع کو انسانیت کا منشور قرار دیا گیا ہے۔ آپؐ نے مخلوق خدا کو پیش آنے والے مسائل کا حل ۱۵ سو سال پہلے بتا دیا۔ آج کی مہذب دنیا کالے اور گورے کے چکر میں پھنسی ہوئی ہے۔ حضورؐ نے صدیوں پہلے واضح کیا کہ گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ اللہ کے نزدیک فوقیت کی بنیاد صرف تقوی ہے۔ اسی

طرح آپؐ نے عربوں اور عجمیوں کے فرق کو مٹایا۔ خواتین کے ساتھ نرمی سے پیش آنے پر زور دیا۔ حضورؐ نے اپنے آخری خطبے میں مندرجہ ذیل نکات پر زور دیا۔

آپؐ نے فرمایا کہ جب تک قرآن اور سنت کو اپنائے رکھوگے تو گمراہی سے بچے رہوگے۔ تمھاری کامیابی صرف قرآن وسنت کی تعلیمات کو عملی طور پر اپنانے میں ہے۔ یہ چند عبادات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جوانسان کی ہر شعبے میں رہنمائی کرتا ہے۔

موجودہ دور میں ہماری پریشانیوں اور بے چینیوں کی بڑی وجہ قرآن و سنت سے دوری ہے۔ آپؐ نے زمانۂ جاہلیت کے قتل مقاتلوں کے تمام جھگڑوں کو ختم کرنے کا اعلان کیا تاکہ معاشرہ پرامن اور خوشحال ہوسکے۔ اس کا آغاز آپ نے اپنے خاندان سے کیا۔ اسی طرح سود کی لعنت جس نے معاشرے کے غریب لوگوں کو بری طرح جکڑا ہوا تھا، ختم کیا۔ اس کی ابتدا بھی اپنے خاندان سے کی۔ آج ہمارے معاشرے کے تنزل کی ایک وجہ سود کی لعنت ہے۔ جس سے معاشرے کا دولتمند طبقہ مجبوروں اور ناداروں کا استحصال کررہا ہے۔ یہ طبقہ سود کے حق میں بے بنیاد دلائل دے کر اسے درست ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آج یورپ کا جدید معاشرہ عورت کو برائے نام آزادی دے کر خود پچھتا رہا ہے۔ مغرب کی باشعور اور سنجیدہ عورت اس آزادی کو اپنی تباہی کا سبب سمجھتی ہے۔ حضورؐ نے اپنے آخری خطبے میں خواتین کے بارے میں خصوصی تاکید کی۔ ان کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آنے پر زور دیا۔ ان کے حقوق کا خیال رکھنے پر زور دیا۔ اس طرح اسلامی معاشرے میں عورت کو مکمل تحفظ دیا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں غیر مسلم معاشرے کی عورت ایک کھلونا بن کر عدم تحفظ کا شکار ہوگئی ہے۔ حضورؐ نے اس خطبے میں یہ بھی واضح فرمایا کہ اب کوئی رسول نہیں آئے گا۔ یہ کام اب اس امت کو سرانجام دینا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچانا اب اس امت کی ذمہ داری ہے، لیکن اس کے لیے بہت بڑی محنت کی ضرورت ہے۔ دوسروں کو دعوت دینے سے پہلے خود اسلامی احکامات پر عمل کرنا ہوگا۔ اس کا آغاز ہمیں اپنی ذات سے کرنا ہوگا۔ آپؐ نے ہر

مسلمان کو مبلغ قرار دیا۔ آپؐ نے خصوصی تاکید کی کہ میرا یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچا دو جو یہاں پر موجود نہیں ہیں۔ آپؐ نے زمانہ جاہلیت کے تمام رسوم ختم کرتے ہوئے فرمایا، "ہاں! جاہلیت کے تمام دستور میرے پاؤں کے نیچے ہیں"۔ زمانہ قبل از اسلام مختلف طبقات میں بٹا ہوا تھا۔ انسان ایک دوسرے کے استحصال میں لگے ہوئے تھے۔ امراء اور شیخ اپنے آپ کو ہر قانون سے بالاتر سمجھتے تھے۔ غرباء سے نفرت کی جاتی تھی۔ آپؐ نے نفرت کی ان تمام دیواروں کو گرا کر مساوات کی بنیاد رکھی۔ آپؐ نے فرمایا، "لوگو! ہاں بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔" عرب معاشرے میں جان و مال کا کوئی تحفظ موجود نہیں تھا۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا، "تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر حرام ہے۔" اس طرح مسلمانوں کے جان و مال کا تحفظ یقینی ہوگیا۔ بے یقینی کی حالت ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی، ورنہ لوگوں کو ہر وقت جان و مال چھن جانے کا خوف رہتا تھا۔ مختصر یہ کہ حضورؐ کا خطبہ تمام اسلامی تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ آج کے اس جدید دور کے تمام دکھوں کا مداوا ہے۔ اگر ان تعلیمات پر عمل کیا جائے تو معاشرہ جنت کا سماں پیش کرے گا جس میں ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں نظر آئیں گی۔ انسانیت سے تمام پریشانیاں ختم ہوجائیں گی اور لوگوں کو سکون مل جائے گا۔ بے سکونی کی کیفیت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گی۔

وِصال حجۃ الوداع کے بعد آپؐ مدینہ تشریف لے آئے۔ رومیوں کی طرف سے حملے کا خطرہ دن بدن بڑھتا جارہا تھا۔ آپؐ نے حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو اس مہم کے لیے منتخب فرمایا۔ اُسامہ کی عمر ۱۷ سال تھی۔ اس کے والد زید بن حارث حضورؐ کے آزاد کردہ غلام تھے جنھیں اہل شام نے شہید کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زیدؓ کا انتخاب اس لیے کیا تھا تاکہ وہ اپنے باپ کا بدلہ لے سکے۔ اس مہم کی تیاریاں شروع ہی تھیں کہ نبی کریمؐ اچانک بیمار ہوگئے۔ آپؐ کے سر مبارک میں شدید درد اور بخار تھا۔ ۶۳ سالہ زندگی میں آپؐ دو دفعہ بیمار ہوئے۔ پہلی مرتبہ خیبر میں یہودن کے زہر دینے سے اور دوسری مرتبہ اب جو آپؐ کی آخری بیماری ثابت ہوئی۔ بیماری کے پانچویں دن آپؐ

اس جگہ تشریف لے گئے جہاں شہدائے اُحد دفن تھے۔ آپؐ نے اُن کے لیے خصوصی دعائیں مانگیں۔ اس کے بعد مدینہ کے قبرستان جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی پر درد میں شدت آگئی۔ ازواجِ مطہرات کے مشورے سے آپؐ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ اس کا ایک دروازہ مسجد نبویؐ میں کھلتا تھا۔ جب تک ہوسکا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باقاعدہ نمازیں ادا کرتے رہے۔ بعد میں آپؐ نے امامت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حوالے کردی۔ بخار بڑھتا گیا۔ آپؐ انگلیاں مبارک ٹھنڈے پانی میں بھگو کر ماتھے پر رکھتے۔ وصال سے چار دن قبل آپؐ نے غُسل فرمایا۔ حضرت عباسؓ نے سہارا دیا تو آپؐ مسجد میں تشریف لے گئے۔ اللہ نے آپؐ کو دنیاوی اور آخرت کی زندگی میں سے ایک چننے کو فرمایا۔ آپؐ نے آخرت کو منتخب کیا۔ آپؐ نے آخری خطبہ دیا۔ "انصار کا خاص خیال رکھنا۔ انھوں نے اپنا فرض پورا کرلیا ہے۔ میری قبر کی پرستش نہ کرنا۔ اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں فرماتا"۔ آپؐ نے حضرت فاطمہؓ اور حضرت صفیہؓ سے فرمایا کہ اپنی مستقبل کی زندگی کے لیے خود کچھ کریں کیونکہ میں تمھاری مدد نہیں کرسکوں گا۔ حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ میرے قریب کوئی نہیں، لیکن میرا دوست صرف اللہ ہے۔ اس کے بعد آپؐ بستر پر تشریف لے گئے۔ آپؐ کی حالت دن بدن خراب ہوتی گئی۔ آپؐ کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول ہوتے گئے۔

آپؐ آخر تک فرماتے رہے۔ "غلاموں اور ملازموں کے ساتھ نرمی کا سلوک کریں۔"
وِصال سے ایک دن پہلے آپؐ کو اچانک یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ۷ دینار ہیں۔ آپؐ نے کمزور آواز میں فرمایا کہ یہ رقم غریبوں میں تقسیم کردو۔

۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری بروز سوموار صبح کے وقت آپؐ کی طبیعت کچھ اچھی ہوگئی۔ آپؐ نے پردہ اٹھایا۔ مسجد میں ابوبکر صدیقؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے سمجھا کہ آپؐ خطرے سے باہر ہیں اس لیے وہ اپنے کاموں پر چلے گئے۔ دوپہر سے قبل آپؐ کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غنودگی طاری ہوگئی اور آپؐ کی روح پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

سیرتِ طیبہ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا گیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ اگر آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو قرآن مجید کا مطالعہ کیجیے، کیونکہ آپ کی زندگی قرآن کے اصولوں کے عین مطابق تھی۔ قرآن نے آپ کی سیرت کو اسوۂ حسنہ سے تعبیر کیا، یعنی بہترین نمونہ۔ نبوت سے قبل کی زندگی پر غور فرمایئے اعلانِ نبوت سے پہلے جب آپؐ بُت پرستوں میں رہ رہے تھے، تو بھی آپؐ کو بتوں سے نفرت تھی۔ گناہوں اور آلودگیوں کا معاشرہ چاروں طرف پھیلا ہوا تھا جس میں شراب، جوا اور بدکاری سرفہرست تھے۔ لیکن آپؐ کی زندگی ان تمام لغویات سے پاک اور پاکیزہ عادات سے بھرپور تھی۔ آپؐ کی دیانت داری اور سچائی کا ہر آدمی قائل تھا۔ آپؐ کو صادق اور امین کے القاب سے نوازا گیا۔ تمام مکہ والے اپنی امانتیں آپؐ کے پاس رکھتے تھے۔ اپنے تنازعات کے فیصلے آپؐ سے کرواتے تھے۔ غرض یہ کہ آپؐ کو اس معاشرے میں نبوت سے قبل اپنے اوصاف حمیدہ کی وجہ سے اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ آپؐ غریبوں، یتیموں، بیواؤں، ناداروں، معذوروں پر خاص توجہ فرماتے۔ آپؐ نے کبھی مال و دولت جمع کرنے کا سوچا ہی نہیں۔ جو کچھ پاس ہوتا، غریبوں اور بے کسوں میں تقسیم فرماتے تھے۔ پاکیزہ زندگی کا تصور زمانۂ قدیم سے موجود تھا۔ آپؐ سے پہلے بھی کئی لوگوں نے اپنے اپنے نظریات پیش کیے۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ پاکیزہ زندگی کی جو عملی تصویر آپؐ نے پیش کی، آج تک نہ کوئی پیش کرسکا ہے اور نہ کوئی پیش کرسکے گا۔ کئی لوگوں نے آپؐ کے اخلاق سے متاثر ہو کر ایمان لایا۔ جب تک آپؐ نے اعلانِ نبوت نہ کیا تھا تو مکہ والے آپؐ کی انتہائی تعظیم کرتے تھے لیکن جب نبوت کا اعلان فرمایا تو یہ لوگ آپؐ کے خلاف ہو گئے۔ یہ اختلاف مذہبی تھا، ورنہ مکہ کے تمام لوگ آپؐ کے عظیم اخلاق کو تسلیم کرتے تھے۔ آپؐ نے اہلِ مکہ کی زیادتیوں کو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ طائف کے سرداروں نے جس بدسلوکی کا مظاہرہ کیا وہ تاریخ میں ہمیشہ یاد رہے گا۔ لیکن آپؐ نے ان حالات میں بھی اپنے رحمت اللعالمین ہونے کا ثبوت دیا۔ اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر ہندہ اور وحشی کا معاف کرنا بھی اس حقیقت کا

کھلا ثبوت ہے کہ آپؐ دونوں جہانوں کے لیے رحمت ہیں، ورنہ مکہ والوں کا کونسا ظلم تھا جو آپؐ پر نہیں آزمایا گیا۔ آپؐ کا ان کے حق میں عام معافی کا اعلان انسانیت کی معراج ہے۔ آپؐ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ روز روشن کی طرح ہمارے سامنے عیاں ہے۔ ولادت، جوانی، نبوت، ہجرت، غزوات، فتوحات، اور وصال کی مکمل تصویر کشی کی گئی ہے۔ آپؐ کی زندگی سے ہر انسان زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔ مزدور سے لے کر حاکم تک آپؐ کی سیرت طیبہ سے درس حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر کسی تاجر نے رہنمائی حاصل کرنی ہے تو وہ کالی کملی والے، شام اور عراق کے تاجر سے سبق سیکھے، اگر کسی نے تحمل و برداشت کا عملی نمونہ دیکھنا ہے تو وہ طائف میں تبلیغ کرنے والے اور اپنے آبائی شہر مکہ کو چھوڑنے والے عظیم ترین انسان کی پیروی کرے، اگر کسی سیاست دان کو کوئی سیاسی نکتہ سمجھنا ہے تو دنیا کے پہلے تحریری آئین میثاق مدینہ کے خالق سے ہدایت حاصل کرے، اگر کسی محنت کش نے محنت کی تصویر دیکھنی ہے تو جنگ خندق کے لیے خندق کھودنے والے حضور نبی کریمؐ سے روشنی حاصل کرے۔ اگر کسی فوجی جرنیل نے ہدایت حاصل کرنی ہے تو وہ بدر، اُحد، خندق اور فتح مکہ کے سپہ سالار کے نقش قدم پر چلے۔

آپؐ اقوال سے زیادہ اعمال پر زور دیتے تھے۔ آپؐ الفاظ کی نسبت عمل کو اہمیت دیتے تھے۔ آپؐ نے جو کچھ فرمایا اسے عملی طور پر کر کے دکھایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کا وہ انقلاب جس کا آغاز غار حرا سے ہوا، غار ثور سے ہوتا ہوا میثاق مدینہ تک پہنچا۔ مدینہ میں ایک ننھی منی ریاست قائم ہوئی۔ آپؐ نے تھوڑے عرصہ میں عرب کے بدوؤں کو اس قابل بنادیا کہ انھوں نے اُس دور کی عظیم ترین سلطنتوں کے حاکموں قیصر و کسریٰ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مدائن کے محلات میں نماز جمعہ ادا کی گئی اور بیت المقدس پر اسلامی جھنڈا لہرایا۔ مختصر طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپؐ کی سیرت بنی نوع انسان کے لیے ایک ایسا نمونہ ہے جس سے ہر انسان رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضورؐ بحیثیتِ رسُول اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے بعد حضرت آدمؑ سے لے کر حضورؐ تک تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار رسول اس دنیا میں بھیجے۔ حضورؐ سے پہلے جتنے بھی نبی اور رسُول اس دنیا میں تشریف لائے، وہ اپنے اپنے مخصوص علاقے اور قوم کی ہدایت کے لیے آئے۔ ان کی رات دن کی محنت کے باوجود چند لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ حضرت نوحؑ نے تقریباً ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی، لیکن صرف چند افراد نے اسلام قبول کیا۔ حضرت ابراہیمؑ کی مسلسل محنت کے باوجود گنتی کے چند لوگوں نے آپؑ کا ساتھ دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کی تعداد بھی محدود تھی۔ حضرت عیسیٰؑ کے پیروکار بھی بہت کم تھے۔ لیکن حضور نبی کریمؐ کا پیغام آفاقی ہے۔ یہ جغرافیائی حدود یا مخصوص نسلوں، قوموں اور زبانوں تک محدود نہیں۔ اس پر وقت اور زمانے کی کوئی قید نہیں۔ یہ ہر لحاظ سے اور ہر زمانے کے لیے مکمل ہے اور قیامت تک کار آمد رہے گا۔ اس کی حفاظت خالق کائنات نے اپنے ذمے لی ہوئی ہے۔ یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود اس میں ایک حرف کی تبدیلی بھی نہیں کی جاسکی۔ یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جو مکمل طور پر حفظ کی جاسکتی ہے۔ یہ سینہ در سینہ منتقل ہوتی رہتی ہے۔ کاغذوں میں تو تبدیلی کی جاسکتی ہے، لیکن دلوں سے اس کو مٹانا ممکن نہیں۔ حضورؐ خاتم النبیین ہیں۔ آپؐ پر سلسلۂ رسالت ختم ہوچکا ہے۔ اب دنیا میں کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔ آپؐ پر نازل کی گئی کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری کتاب ہے۔ اس کی تعلیمات قیامت تک انسانوں کے لیے کافی و شافی ہیں۔ قرآن نے حضورؐ کی سیرت کو "اسوۂ حسنہ" یعنی بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ اسلام کی بنیاد ہی قرآن اور سنت نبویؐ پر ہے۔ قرآن بار بار تاکید کرتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ ہم سب کا فرض ہے کہ ہم قرآن اور سنت کی تعلیمات کو اپنائیں۔ ان کے مطابق اپنی زندگیوں میں انقلاب لائیں۔ اسی میں ہماری فلاح اور کامیابی ہے۔

حضورؐ بحیثیت انسان کامل

حضورؐ کی ذات مبارک ہر لحاظ سے مکمل تھی۔ آپؐ کی تخلیق انسانوں میں ہوئی۔ آپؐ نے عام انسانوں کی طرح زندگی گزاری۔ آپؐ بیٹے بھی تھے، شوہر بھی۔ آپؐ والد بھی تھے اور بزرگ بھی۔ آپؐ نے حکومت بھی کی اور تجارت بھی۔ آپؐ قانون دان بھی تھے اور مبلغ بھی۔ آپؐ سراپا محبت بھی تھے اور رحمت اللعالمین بھی۔ آپؐ فاتح بھی تھے اور شجاع بھی۔ آپؐ صادق بھی تھے اور امین بھی۔ آپؐ سپہ سالار بھی تھے اور داعی انقلاب بھی۔ آپؐ عادل بھی تھے اور معلم اخلاق بھی۔ آپؐ سیاست دان بھی تھے اور منصف بھی۔ آپؐ رہبر کامل بھی تھے اور پیامبر آزادی بھی۔ اگر غور کیا جائے تو یہ سارے کردار مثالی ہیں، اسی لیے قران پاک نے آپؐ کے کردار کو اسوۂ حسنہ قرار دیا۔ یہ انسانیت کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ایک مکمل انسان کا مقام دنیا میں صرف حضورؐ کو حاصل ہے۔ حضورؐ کے کردار کی کاملیت اور جامعیت کو غیر مسلموں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ آپؐ کی پوری زندگی دراصل عملی زندگی ہے۔ آپؐ نے انسانیت کی تکمیل کی۔ آپؐ کا خلوص، استقامت، سادگی، صبر، قناعت، ایثار، امانت، دیانت، اخلاقی عظمت اور سچائی تا قیامت انسانیت کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔ آپؐ نے دکھ دینے والوں اور اپنے دشمنوں کے لیے بھی کبھی بد دعا نہیں کی، بلکہ آپؐ نے ہمیشہ ان کی ہدایت کے لیے دعا کی۔ بقول عبدالواحد بالے پوتا "نظام مصطفےٰ میں جامعیت اسی لیے ہے کہ حضورؐ کی شخصیت جامع کمالات ہے۔ قرآن کی تعلیمات جامع، مکمل ضابطۂ حیات اور کامل نمونہ ہیں جس کے مقابلے میں کوئی دوسرا نظام یا نظریۂ حیات نہیں لایا جاسکا"۔

حضورؐ بحیثیت بانی انقلاب و رہبر

بقول مولانا کوثر نیازی "ساتویں صدی عیسوی میں حضورؐ نے عرب میں جو انقلاب برپا کیا، تاریخ زمانہ مابعد میں اس کے اثرات اتنے دور رس تھے کہ اسے بعد کے دور کے تمام انقلابات کی بنیاد اور اساس قرار دیا جاسکتا ہے۔ رسولؐ نے انسانی افکار اور عادات کے دائرہ میں جو تبدیلی پیدا کی تھی وہ بعد کی صدیوں میں جاری رہی۔ اس نے کئی جدید تحریکات

پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ مثلاً جدید سائنسی تحریک جو گلیلیو اور کیپلر سے شروع ہوتی ہے، جمہوریت کی تحریک جس نے انقلاب فرانس کی شکل اختیار کی، اور اشتراکی تحریک جس نے جدید روس اور چین کو جنم دیا، یہ تمام جدید انقلابات رسولؐ کے عطا کردہ افکار کو عملی جامہ پہنانے کی جزوی اور ناقص کوشش ہیں۔"

سید ابوبکر غزنوی کے مطابق "یہ کہنا حقائق کی سراسر تکذیب ہے کہ حضورؐ جو انقلاب لائے وہ ابتدائی مرحلوں میں صرف اخلاقی اور روحانی انقلاب تھا۔ اگر (قرآن کی) ابتدائی مکی سورتوں کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ابتدائی مرحلے میں جہاں نماز کی تلقین کی گئی۔ اللہ سے تعلق جوڑنے کی ترغیب دی گئی۔ معاشی انقلاب کا آغاز بھی اسی مرحلے ہوگیا تھا۔"

عبدالواحد ہالے پوتا کے مطابق نبی اکرمؐ کے انقلابی منشور قران کریم کی تعلیمات سے ہمہ گیر تبدیلیوں کا آغاز ہوا۔ ارشاد خداوندی "اقرا" (پڑھو) سے علم و فن کے دروازے کھل گئے۔ تفکر و تدبر کی آیات نے سائنس، دانائی اور حکمت کو فروغ بخشا۔ غلامی کی زنجیریں کٹ گئیں۔ آزادی کی صبح طلوع ہوئی۔ انسان نے حریت و استقلال کا سبق سیکھا۔ توحید کی تعلیم سے وحدت انسانی، اخوت و مساوات، ہمدردی، بھائی چارے اور بین الاقوامیت کے تصورات وجود میں آئے۔ قیصر و کسریٰ کی استبدادی حکومتیں ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئیں۔ حضورؐ کے انقلاب نے بہ یک وقت مادی اور دینی، جسمانی اور روحانی، دنیوی اور آخروی زندگی کی اصلاح و فلاح کے لیے سعی پیہم اور جہدِ مسلسل کو انسان کا منتہائے مقصود قرار دیا۔ تاریخ انسانی کا یہ ایک ایسا انقلاب ہے جس کی نظیر نہ ماضی میں تلاش کی جاسکتی ہے نہ آئندہ دنیا کبھی پیش کرسکے گی، اس لیے کہ دنیا میں اب کسی ایسی شخصیت کا ظہور ہی نہیں ہوگا جو ان صفات کی حامل ہو جو حضورؐ کی ذات میں جمع کردی گئی تھیں۔ البتہ آپؐ کے اُسوہ کی پیروی کرکے آئندہ بھی بقدر سعی و کوشش اس قسم کے نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

ہمارے نبیؐ بحیثیت سپہ سالار

اسلام میں جہاد کا تصور:"وجاھدوا فی سبیل اللہ حق جہادہ" الحج ۷۸۔ ترجمہ (اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے)۔ ابو سلمان شاہجہان پوری کے مطابق "اسلام کے شرعی واجبات اور فرائض میں ایک نہایت اہم اور اکثر حالتوں میں ایمان و کفر تک کا فیصلہ کردینے والا فرض، جہاد ہے۔ جہاد کے حقیقت کی نسبت سخت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جہاد کے معنی صرف لڑنے کے ہیں۔ مخالفین اسلام اس غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے۔ حالانکہ ایسا سمجھنا اس عظیم الشان مقدس حکم کی عملی وسعت کو بالکل محدود کرنا ہے۔ جہاد کے معنی کمال درجہ یعنی انتہائی کوشش کرنے کے ہیں۔ قرآن و سنت کی اصطلاح میں کمال درجہ کی ایسی سعی کو جو ذاتی اغراض کی جگہ حق پرستی اور سچائی کی راہ میں کی جائے، جہاد کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ سعی زبان سے بھی ہے؛ مال سے بھی ہے، تصرف وقت اور عمر سے بھی ہے، محنت و تکالیف برداشت کرنے سے بھی، اور دشمنوں کے مقابلے میں لڑنے اور اپنا خون بہانے سے بھی ہے۔ جس سعی کی ضرورت ہو اور جو سعی جس کے امکان میں ہو، وہ اس پر فرض ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ میں لغت و شرع دونوں اعتبار سے داخل یہ بات نہیں کہ جہاد سے مقصود فقط لڑائی ہی ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو جہاد کا اطلاق اعمال قلبی و لسانی پر نہ ہوتا۔ حالانکہ کتاب و سنت ایسے اطلاقات سے لبریز ہے۔ ایک مفکر کے قول کے مطابق دشمنوں کی فوج سے ایک خاص وقت ہی میں مقابلہ ہوسکتا ہے لیکن ایک مومن انسان اپنی ساری زندگی اور زندگی کی ہر صبح و شام جہاد حق میں بسر کرتا ہے۔ سورۃ الفرقان میں ہے کہ کفار کے مقابلے میں لڑنے سے بڑا جہد کرو۔ درحقیقت حق کے لیے ہر قسم کی تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کرنا جہاد ہے۔ سب سے افضل جہاد جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا، "اللہ کی قسم اگر ممکن ہوتا تو میں چاہتا کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ ہوجاؤں، پھر قتل کیا جاؤں تاکہ لذت و سعادت کا سلسلہ ختم نہ ہو۔" جہاد صرف قتال کا نام نہیں ہے بلکہ یہ

جہاد کی ایک قسم ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) ہجوم (۲) دفاع۔
(۱) ہجوم: کے معنی اچانک حملہ کرنے کے ہیں۔ دشمنوں پر اس وقت تک اچانک حملے کرنے کا سلسلہ جاری رکھا جائے جب تک مکمل امن وامان قائم نہ ہو جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو غیر مسلم طاقتیں مسلمانوں کے لیے خطرناک ثابت ہونگی۔
(۲) دفاع: اگر کسی مسلم ملک پر حملہ ہو جائے تو سب مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ مل کر دشمن کا مقابلہ کریں اور اس ملک کو غیر مسلموں سے نجات دلائیں۔ اس کے لیے اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لائیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے، "و تجاهدون فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکم"۔ اللہ کے راستے میں مال اور جان سے جہاد کرو۔

جہاد کی ان دو قسموں کے سبب دوسری تمام قسمیں خود بخود اس میں شامل ہو جاتی ہیں۔ جہاد کا آغاز تو مال کے ذریعے کیا جاتا ہے لیکن اس کی آخری منزل جان کا جہاد ہے۔ جان سے جہاد مالی، ذہنی، فکری، جسمانی اور قلبی جہادوں سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

غزوات نبویؐ

حضورؐ کی غزوات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ (ا) غزوہ (ب) سریہ
(ا) غزوہ: یہ وہ جنگیں تھیں جن میں حضورؐ بحیثیت سپہ سالار بذات خود شریک ہوئے۔
(ب) سریہ: یہ وہ لڑائیاں تھیں جن میں حضورؐ بذات خود شریک نہ ہوئے بلکہ ضروری ہدایات دے کر دوسرے لوگوں کو روانہ کیا گیا۔ سریہ میں بعض اوقات دو یا تین افراد بھی شامل ہوئے۔

مکہ میں مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت نہ تھی۔ آپؐ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بڑے صبر و تحمل سے قریش مکہ کے مظالم برداشت کیے۔ لیکن ہجرت کے بعد بھی قریش نے آپؐ کو مدینہ میں چین سے بیٹھنے نہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے جہاد کی اجازت دی۔ سب سے پہلے جہاد کا حکم سورہ حج میں نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "تم کو لڑائی کی اجازت اس لیے دی گئی کہ تم مظلوم ہو اور تم کو صرف اللہ کی پرستش کے جرم میں وطن سے نکلنے پر مجبور کیا

غزواتِ نبوی پر ایک نظر
روم
دمشق
میل
موتہ
موتہ کی جنگ کے لیے حضرت زید
بن حارثہ کا دستہ ۶۲۹ء
دومۃ الجندل
تبوک
بنو اسد
حضور اکرم کا قصد تبوک ۶۳۰ء
بنو غطفان
خیبر
خیبر کے علاقے میں یہودیوں
کی سرکوبی ۶۲۸ء
اُحد
۶۲۵ء
مدینہ
بدر
۶۲۴ء
بنو لیان
فتح مکہ ۵ جنوری ۶۳۰ء
بنو خزاعہ
بنو ھوازن
مکہ
حنین ۶۳۰ء
طائف
صلح حدیبیہ
فروری ۶۲۸ء
بنو کنانہ
ربع خالی
یمن
حضر موت
بحر ہند
حبشہ
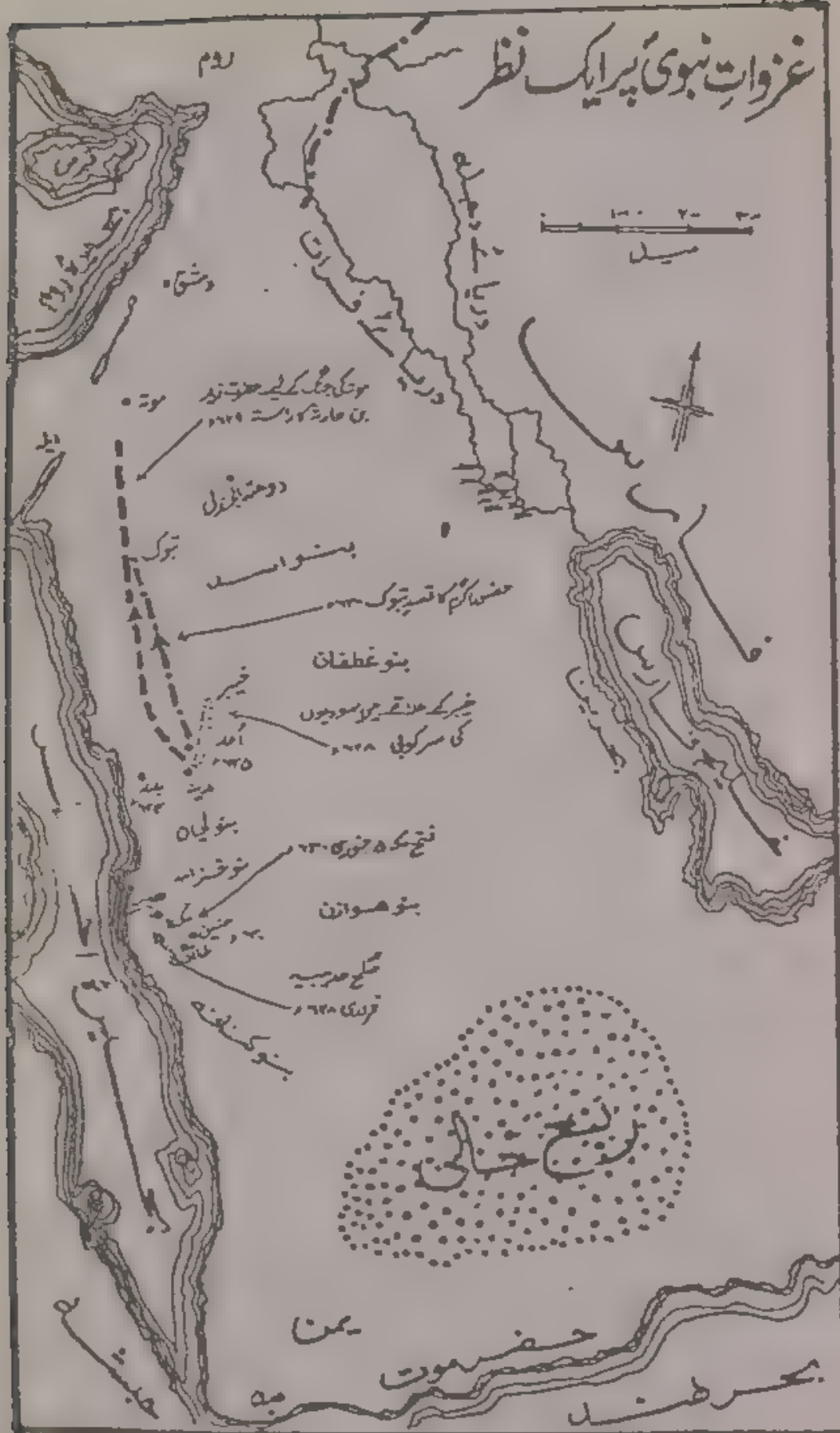
گیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا (جہاد کی اجازت نہ دی جاتی) تو یہودیوں اور عیسائیوں کی عبادت گاہیں اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے، گرادی جاتیں۔"

غیر مسلموں نے یہ پروپیگنڈا کیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے، لیکن وہ اس کا ٹھوس ثبوت آج تک نہیں پیش کر سکے۔ ایک اندازے کے مطابق حضورؐ نے ۲۹ غزوات میں حصہ لیا، لیکن ان میں سے اکثر میں جنگ لڑنے کی نوبت نہیں آئی، بلکہ کئی غزوات میں آپؐ جنگ کیے بغیر واپس آئے۔ اسی طرح آپؐ نے ۵۰ سے زیادہ مہمات (سرایا) روانہ کیں۔ ان کے مقاصد بھی مختلف تھے۔ جنگ کے علاوہ دیگر مقاصد کے لیے بھی مہمات (سرایا) روانہ کی گئیں۔ جنگ کی حقیقتوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ان میں خون بہتا ہے۔ تباہی ہوتی ہے۔ دکھ اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ لیکن حضورؐ نے ان تباہیوں کو کم سے کم تر کرنے کی کوششیں کیں۔ ان حقائق کے ٹھوس ثبوت موجود ہیں۔ ایک معتبر تحقیق کے مطابق غزوات میں غیر مسلم مقتولین کی تعداد ۷۵۹ تھی۔ جنگی قیدی ۶۵۶۴ تھے۔ ۲۵۹ مسلمان شہید ہوئے۔ حضورؐ نے غزوہ حنین کے بعد ۶۳۴۸ قیدیوں کو بغیر کسی شرط کے آزاد کر دیا تھا، صرف ایک شخص کو قصاص میں قتل کر دیا گیا تھا۔ غزوہ بدر کے ۷۰ قیدیوں کو فدیہ وصول کر کے رہا کر دیا گیا اور باقی ۱۴۵ قیدی فدیہ دیے بغیر رہا کر دیے گئے۔ ہمیں یقین ہے کہ رحمت اللعالمین نے بھی ان کو رہا کر دیا ہوگا۔ ان حقائق سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں نے صرف اپنے دفاع کے لیے تلوار کا استعمال کیا۔

جان پورٹ کے مطابق ڈیڑھ کروڑ کے قریب عیسائی مذہب کی بھینٹ چڑھائے گئے تھے۔ ما بھارت کے مقتولین کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ فرانس، امریکہ اور روس کی جمہوریتوں نے لاکھوں انسانوں کو نگل لیا۔ پہلی جنگ عظیم میں ۷۲ لاکھ انسانوں کا خون بہایا گیا۔ دوسری جنگ عظیم میں کروڑوں انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کے پھیلنے کی وجہ اس کی حقانیت اور صداقت تھی نہ کہ تلوار کا استعمال۔

آزادیٔ نسواں

موجودہ دور میں حقوق انسانی اور صنفی برابری کے علم برداروں کو اس بات پر فخر ہے کہ انھوں نے عورت کو مساوی حقوق دیے اور عورت کو اس کا صحیح مقام عطا کیا۔ لیکن یہ حقیقت سب کو معلوم ہونی چاہیے کہ یہ تاریخ کا ایک مسلسل عمل ہے جس کی ابتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات سے ہوئی ہے۔ اسلام سے پہلے کے تمدنوں میں عورت کو مال و جائیداد میں وراثتی حقوق حاصل نہ تھے۔ حضورِ کریمؐ ہی نے سب سے پہلے اس کو مال و جائیداد میں وراثتی حقوق دلوائے۔ قران مجید نے ذیل کے الفاظ میں عورتوں اور مردوں کے درمیان مساوات کا درس دیا ہے۔ **ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف** (البقرہ ۲۲۸) "اور عورتوں کا حق مردوں پر ایسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر"

هن لباس لكم و انتم لباس لهن (البقرہ ۱۸۷) "وہ تمھارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔" انھی تعلیمات کی گونج حجۃ الوداع کے موقع پر حضورؐ کے خطبہ مبارک میں سنائی دیتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا، "اے لوگو! تمھاری عورتوں پر تمھارا حق ہے، اور ان کا تم پر حق ہے۔ اور میں تمھیں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔" (سیرۃ ابن ہشام)۔

اس سے پہلے جہالت کے دور میں مرد، عورت کو دل بہلانے کا کھلونا سمجھتا تھا۔ وہ جتنی عورتوں سے چاہتا، شادی کر سکتا تھا۔ لیکن جب اس کے اپنے گھر بیٹی پیدا ہوتی تو وہ اسے زندہ درگور کرتا تھا، اس کے وجود کو گھر میں برداشت نہیں کرتا تھا۔ لیکن حضورؐ نے عورتوں کے معاملے میں نرمی کی خصوصی تاکید فرمائی۔ اسلام نے جنت کو ماں کے قدموں کے نیچے رکھ دیا۔ یعنی اگر بچوں کی نافرمانی وغیرہ کی وجہ سے ان کی ماں ان سے راضی اور خوش نہ ہو، تو ایسی اولاد کے لیے جنت میں داخل ہونا ناممکن ہے۔ اس طرح اسلامی معاشرے میں عورت کو عظیم مقام حاصل ہوتا ہے۔ پردے میں عورت کی عظمت ہوتی ہے۔ بے پردہ عورت اپنی حیثیت کھو بیٹھتی ہے۔ اس طرح حضورؐ کی تعلیمات پر عمل

کر کے ہم ایک پاکیزہ معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔

قرآن مجید اور غیر مُسلم مفکرین

★ "اللہ تعالیٰ کا جو تخیل بلحاظ صفات، قدرت، علم ربوبیت اور وحدانیت قرآن میں ہے، ویسا کہیں نہیں۔ قرآن میں وہ اصول ہیں جو علمی قوتوں کا سرچشمہ ہیں۔ قرآن تحریف سے محفوظ ہے۔" (ڈاکٹر راڈیل)

★ "عربوں نے اس قرآن کی مدد سے اُس وقت جب کہ دنیا میں چاروں طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا، بنی نوع انسان کو روشنی دکھائی۔" (ڈاکٹر وکٹر عمانویل ڈیوس)

★ "قرآن ایک مذہبی، تمدنی، ملکی، تجارتی، دیوانی، فوجداری ضابطہ ہے۔ قرآن ایک بے نظیر قانون ہدایت ہے۔ قرآن کی تعلیمات فطرت انسانی کے موافق ہیں۔"

(جان ڈیون پورٹ)

★ "قرآن کی دلفریبی بہ تدریج فریفتہ کرتی ہے۔ پھر متعجب کرتی اور پھر ایک رقت آمیز تحیر میں ڈال دیتی ہے۔" (گوئٹے)

★ وہ آداب و اصول جو فلسفہ و حکمت پر قائم ہیں، جو دنیا کو عدل و انصاف، نیکی اور صلح کی تعلیم دیتے ہیں، وہ سب قرآن میں موجود ہیں۔ قرآن اعتدال اور میانہ روی کا راستہ دکھاتا ہے۔ قرآن اخلاقی کمزوریوں سے نکال کر فضائل کی روشنی میں لاتا ہے۔"

(موسیو سیدیو)

★ "قرآن ایسے وقت میں نازل ہوا جب دنیا میں ہر طرف تاریکی اور جہل کی عملداری تھی، انسانی اخلاق کا جنازہ نکل چکا تھا۔ قرآن نے ان تمام گمراہیوں کو مٹایا جن کو دنیا پر چھائے مسلسل چھ صدیاں گزر چکی تھیں"۔ (بشپ لے لین پول)

★ "قرآن نے اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی، اصول مدنیت، علوم اور حقائق سکھائے، ظالموں کو رحمدل، وحشیوں کو پرہیزگار بنادیا۔ اگر یہ کتاب شائع نہ ہوتی تو اخلاق انسانی تباہ

ہو جاتا اور دنیا کے باشندے برائے نام انسان رہ جاتے۔"

"قرآن عالم انسانیت کا بہترین راہبر ہے۔ اگر صرف یہی کتاب دنیا کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر نہ ہوتا، تو بھی علم انسانیت کی رہنمائی کے لیے یہ کافی تھی۔"

(ٹالسٹائے)

* "قرآن نے امن و سکون، اُلفت و محبت کے جذبات کو نشوونما دی ۔ بادۂ عیش کے متوالوں کو پرہیزگار بنادیا۔" (طامس کارلائل)
* "قرآن اخلاقی ہدایتوں اور دانائیوں سے معمور ہے۔ وہ اخلاق جو شرف انسانیت ہیں، مثلاً راست بازی، پرہیزگاری، رحم و کرم، عفت و عصمت۔ یہ سب قرآن میں موجود ہیں اور وہ اخلاق بھی جن کا تعلق دنیوی ترقی سے ہے۔ عزم و استقلال، ہمت و شجاعت ان سے بھی قرآن کا دامن بھرپور ہے۔ بہرکیف قرآن ایک حیرت انگیز قانون ہدایت و اخلاق بھی ہے۔" (پروفیسر ہربرٹ رائل)
* "کوئی انسان قرآن کا مثل نہیں لاسکتا۔ یہ لازوال معجزہ ہے جو احیائے موتی سے بڑھ کر ہے۔" (ڈاکٹر سیل)
* "قرآن نے صفائی، طہارت اور پاک بازی کی وہ تعلیم دی کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو دنیا بیماریوں سے محفوظ ہو جائے۔" ایکم جی بولف (جرمن فاضل)
* "قرآن وحدانیت کا سب سے بڑا نقیب ہے۔ ایک جدید فلسفی اگر کوئی مذہب قبول کرسکتا ہے تو وہ قرآن کا مذہب ہے۔" (ڈاکٹر گبن)
* "قرآن مذہبی قواعد و احکام ہی کا مجموعہ نہیں، اس میں اجتماعی اور معاشرتی احکام بھی ہیں اور وہ عالم انسانیت کے لیے نفع بخش ہیں۔" موسیو اوچین (فرانسیسی فاضل)
* "تمام اہل علم اس پر متفق ہیں کہ قرآن اپنی گوناگوں خوبیوں کے لحاظ سے ایک حیرت انگیز کتاب ہے۔" (جے جے بول)
* "قرآن کی فصاحت و بلاغت نئے نئے مسلمان پیدا کرتی ہے۔" (ڈاکٹر لیبان)
* "اس زمانے میں کوئی کتاب کام آئی تو وہ قرآن ہے۔ اس کے آگے پوتھی پُران کچھ

بھی نہیں۔" (شری گرنتھ)

★ "توارت، زبور اور انجیل کو ہم نے بغور پڑھا ہے اور ویدوں کو بھی، مگر دنیا کے لیے جو کتاب ہدایت کامل بن سکتی ہے وہ قرآن ہے۔" (جنم ساکھی)

★ "وہ وقت دور نہیں جب قرآن اپنی مسلمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے دنیا کو اپنا لے۔" (رابندر ناتھ ٹیگور)

■ قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں مجھے ذرا تامل نہیں۔" (گاندھی جی)

پیغمبر اسلامؐ اور غیر مُسلم مفکّرین

★ "میں نے حضرت محمدؐ کی تعلیمات کو بغور پڑھا ہے۔ انھوں نے خدمت خلق اور اصلاح اخلاق پر زور دیا ہے۔ میری رائے ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم بھی ان تعلیمات پر عمل کرے تو بہت کچھ پا سکتا ہے۔" (پروفیسر ہیوگ جرمنی)

★ "اے ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد! اے وہؐ کہ جس نے دنیا کو اسلام کی نعمت بخشی، تمام لوگوں کو متحد کیا، خلوص کو اپنا شعار بنایا۔ اے وہؐ کہ جس نے انما الاعمال بالنیات" کی تعلیم دی۔ ہم آپؐ کے بے حد شکر گزار اور احسان مند ہیں۔" (ڈاکٹر ایسٹن مصنف حیات رسول پاکؐ)

★ "حضرت محمدؐ نے عورتوں کے حقوق کی ایسی حفاظت کی کہ پہلے کسی نے نہیں کی۔ وراثت اور جائیداد میں ان کے حصے کو تسلیم کیا گیا۔ اسلام نے عورت کو اس زمانے میں وہ حقوق دیئے جو عیسائی عورت کو بیسویں صدی میں بھی حاصل نہیں۔" (مسٹر پیٹر، عیسائی مصنف)

★ "یوں تو محمدؐ اُمی تھے، مگر عقل و دانش میں بے مثل تھے۔ حلیم طبع اور نیک خلق انسان تھے۔" (موسیو سیدلو، فرانسیسی مورخ)

★ "پیغمبر اسلام کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ جو آپؐ کو سب سے زیادہ

جانتے تھے وہی آپؐ پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ آپؐ نے ایک ایسے معاشرے کی بنیاد رکھی جس میں ظلم و سفاکی کی گنجائش نہ تھی۔"

(پروفیسر ایچ۔جی۔ویلز، انگریز مورخ)

★ "آپؐ بے حد صادق اور امین تھے۔ آپؐ نے لوگوں کو گمراہی سے نکالا اور سیدھی راہ دکھائی۔" (ہربرٹ وائل، یورپی مصنف)

★ "اہل مکہ آپؐ کے جانی دشمن تھے مگر جب آپؐ ایک فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوئے تو سب کو معاف کر دیا۔ ایسی فتح اور ایسے پاکیزہ فاتحانہ داخلہ کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔" (سٹینلے لین پول، انگریز مورخ)

★ "آپؐ کی دردمندی کا دائرہ انسانوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ آپؐ نے جانوروں کے ساتھ زیادتی کو بھی بُرا کہا ہے۔" (ایس۔مارگوتھ، برطانوی مصنف)

★ "اے پاک محمدﷺ میں آپؐ کے قدموں پر قربان جاؤں۔ اگر آپؐ نہ ہوتے تو قبائل عرب پر رحمت کا نزول کیسے ہوتا۔ حق تو یہ ہے کہ آپؐ کل کائنات کے لیے رحمت بن کر آئے۔" (پروفیسر چتن دت، ہندو ماہر تعلیم)

★ دنیا پر جتنا احسان حضرت محمدؐ نے کیا کسی اور انسان نے نہیں کیا۔"

(مشری، نکشار تمام، ہند فاضل)

★ "سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ خدا نے پیغمبر اسلام کو سراپا رحمت بنا کر بھیجا۔"

(سوامی برج نرائن، ہندو مفکر)

★ "حضرت محمدؐ کا ظہور بنی نوع انسان پر خدا کی رحمت تھا۔ ہم بدھ لوگ ان کا احترام کرتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں۔" (یانگ تونگ، بدھ مت پیشوا)

★ "کسی روحانی پیشوا نے خدا کی بادشاہت کا ایسا جامع اور مکمل پیغام نہیں سنایا جیسا کہ پیغمبر اسلام نے۔ میں ان کی تعلیمات کو دیگر پیشواؤں کی تعلیمات سے بہتر سمجھتا ہوں۔"

(گاندھی جی)

★ "محمدﷺ کی تعریف میں اس سے زیادہ کیا کہوں کہ آپؐ یتیموں، مسافروں، غریبوں اور

بے کسوں کے لیے حقیقی رحمت اور نعمت تھے" (پروفیسر لیک، مغربی دانشور)

* "آپؐ نے عورت کی مٹی ہوئی عزت کو بحال کیا اور اس کے حقوق مقرر کیے۔"
(کملا دیوی، ہندو خاتون)

* "حضور نبی کریمؐ نے غلامی کے خلاف پہلی آواز اُٹھائی۔ غلاموں کو سگے بھائیوں جیسا مقام بخش دیا۔ عورتوں کے مقام کو بلند کیا۔ سود کو قطعاً حرام قرار دے کر سرمایہ داری کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔" (بابو جگل کشور کھنہ، ہندو ماہر قانون)

* "تاریخ شاہد ہے کہ جس قدر پیغمبر اسلامؐ کو ستایا گیا اتنا کسی اور نبی کو تنگ نہیں کیا گیا۔ آپؐ نے ظالموں کو کچھ نہ کہا بلکہ دعائیں دیں۔ طاقت و اقتدار حاصل ہونے کے بعد بھی انتقام نہ لیا۔" (بی۔ایس۔رندھاوا، ہندو مصنف)

* "آپؐ نے اپنے دفاع کی غرض سے طاقت کا استعمال کیا، ورنہ اگر آپؐ کا بس چلتا تو سرزمینِ عرب میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا۔"

(لالہ مہر چند لدھیانوی، ہندو ماہر تعلیم)

غیر مسلم شعراء کا نذرانہ عقیدت

عفو ہو جائیں گی محشر میں خطائیں ساری   داور حشر کو دوں گا میں حوالہ تیرا
ہو گیا شوق میں وہ آج نثار احمدؐ   دل جو رونق تھا بڑے نازوں کا پالا تیرا

(پیارے لال رونق ۱۹۱۵ء)

کُتب خانے کیے منسوخ سارے   کتابِ حق ہے قرآنِ محمدؐ
بتاؤں کوثری کیا شغل اپنا   میں ہوں بس مدح خوانِ محمدؐ

(چودھری دلورام کوثری ۱۹۳۱ء)

وہ گھر ہے خدا کا تو یہ محبوب خدا ہیں
کعبے سے بھی اعلیٰ نہ ہو کیوں شان مدینہ

روکیں گے نہ دربار میں جانے کے لیے شاد
پہچانتے ہیں سب مجھے دربانِ مدینہ

(سرکشن پرشاد شاد ۱۹۴۰ء)

پہنچایا ہے کس اوج سعادت پہ جہاں کو
پھر رتبہ ہو کم عرش سے کیوں غار حرا کا

ہے حامی، ممدوح مرا شافع محشر
کیفی مجھے اب خوف ہے کیا روز جزا کا

(پنڈت کیفی دتا تریہ)

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

کہہ دیا لاتقنطوا اختر کسی نے کان میں
اور دل کو سربسر محو تمنا کر دیا

(ہری چند اختر)

مشقی سوالات

۱۔ حجۃ الوداع پر ایک مضمون لکھیے۔
۲۔ پیغمبرؐ پر معاشرتی مصلح اور ایک نئی ملت کے معمار کی حیثیت سے مضمون لکھیے۔
۳۔ نبی کریمؐ کی سیرت اور درہائے نمایاں پر روشنی ڈالیے۔
۴۔ نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ پر ایک جامع نوٹ لکھیے۔
۵۔ خطبہ حجۃ الوداع پر مفصل نوٹ لکھیے۔ اس خطبے کی تاریخی اہمیت پر روشنی ڈالیے۔
۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر تبصرہ کیجیے۔

۷۔ مندرجہ ذیل خالی جگہیں پُر کریں۔

i- آپؐ حجۃ الوداع کے لیے مدینہ سے ______ ہجری کو روانہ ہوئے۔

ii- دوپہر کے وقت آپؐ وادی عرفات کے وسط میں ______ نامی ناقہ پر سوار تھے

iii- آپؐ نے فرمایا کہ میں ______ کا سود موقوف کرتا ہوں۔

iv- آپؐ نے فرمایا یہ ______ باتیں سینے کو پاک رکھتی ہیں۔

v- آپؐ زندگی کے آخری دنوں میں ______ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔

۸۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

i- غزوۂ تبوک کے بعد حضورؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنا نائب بنا کر حج کے لیے روانہ کیا۔

ii- حضورؐ کے صاحبزادے ابراہیم مکہ میں پیدا ہوئے۔

iii- حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ کی ازواجِ مطہرات شامل نہیں تھیں۔

iv- حجۃ الوداع کے بعد آپؐ مدینہ تشریف لائے۔

v- وِصال سے چار دن قبل آپؐ نے غسل کیا تھا۔

vi- آپؐ کو آخری وقت میں یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس سات دینار ہیں۔

vii- سوموار کی صبح آپؐ کی طبیعت کچھ اچھی ہوگئی تھی۔

viii- غزوات نبیؐ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

چھٹا باب

حضرت ابوبکر صدیقؓ

(۱۱ھ تا ۱۳ھ)

تعارف: آپؓ کا نام عبداللہ تھا۔ آپؓ کی کنیت ابوبکر تھی۔ اسلام لانے کے بعد صدیق کا لقب ملا۔ آپؓ ۵۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کا تعلق مکہ کے معزز خاندان بنی تمیم سے تھا۔ ابتداء ہی سے آپؓ برائیوں سے دور رہتے تھے۔ غریبوں کی مدد سے آپ کو روحانی تسکین ہوتی تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو بالغوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے مرد تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا۔ زندگی بھر اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ آپؓ نے تن من دھن اسلام پر قربان کر دیا۔

انتخاب: نبی کریمؐ کے وصال کی خبر سن کر صحابہ کرامؓ غم سے نڈھال ہو گئے۔ کئی لوگ اس خبر کو درست تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔ ان میں حضرت عمرؓ جیسی شخصیت بھی شامل تھی، لیکن حضرت ابوبکرؓ کے خطبے سے لوگ مطمئن ہو گئے۔ نبی کریمؐ کی خواہش کے مطابق تجہیز و تکفین کا انتظام بنو ہاشم کے سپرد کیا گیا۔ خصوصاً حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور ان کے فرزندان کو یہ ذمہ داری سونپی گئی۔ چونکہ نبی کریمؐ نے خلافت کے لیے کسی کو نامزد نہیں فرمایا تھا، اس لیے آپؐ کے وصال کے بعد سب سے بڑا مسئلہ خلیفہ کا چناؤ تھا۔ نبی کریمؐ کو ہنوز دفنایا نہیں گیا تھا کہ اسی دوران خبر ملی کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار جمع ہیں اور خزرج کے سردار سعد بن عبادہؓ کو خلیفہ منتخب کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ اس نازک موقع پر اسلامی سلطنت کو تباہی سے بچانا چاہتے تھے، چنانچہ آپؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کو لے کر وہاں پہنچے۔ کافی گرما گرم بحث ہوئی۔ سعد بن عبادہؓ بیماری کی وجہ سے بستر میں لیٹے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: "جو کچھ آپ فرماتے ہیں، درست ہے لیکن عرب کے لوگ قریش کے علاوہ کسی کی امامت تسلیم نہیں کریں گے۔ دو خلفاء بنائے

جانے کی تجویز پیش کی گئی، لیکن یہ ناممکن تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا، "اے انصار، یہ درست ہے کہ اسلام کی خدمت میں آپ نے اولیت حاصل کی، کیا آپ چاہتے ہیں کہ تباہی میں بھی اولیت حاصل کریں۔" حضرت علیؓ کو غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی۔ علامہ طبری کے مطابق آپؓ نے چالیس دن بعد بیعت کی اور حضرت ابو بکرؓ کے مشیر خاص رہے۔ قبیلہ خزرج کے لوگ مالی لحاظ سے قبیلہ اوس کی نسبت زیادہ مالدار تھے۔ سعد بن عبادہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ انصار نے متفقہ طور پر فیصلہ کرلیا کہ سعد بن عبادہ کو خلیفہ نامزد کیا جائے۔ مہاجرین نے اعتراض کیا۔ اس طرح بحث مباحثہ شروع ہو گیا۔ حباب بن المنذر نے دو خلفاء بنانے کی تجویز پیش کی، ایک انصار میں سے اور ایک مہاجرین میں سے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دینے کی کوشش کی جس سے گرما گرم بحث شروع ہو گئی۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح انھیں خاموش کروانے کی کوشش کر رہے تھے۔ آخر حضرت بشیر بن نعمانؓ انصاری کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے واضح کیا کہ حضورؐ کا تعلق قریش سے تھا، اس لیے قریش کے لوگ ہی خلافت کے حقدار ہیں۔ ہم صرف حضورؐ کو خوش کرنا چاہتے تھے اس کا صلہ دنیا میں وصول نہیں کرنا چاہتے۔ ہم خلافت کے لیے مہاجرین سے الجھنا نہیں چاہتے۔ حضورؐ نے فرمایا تھا، "الائمۃ من قریش" (امیر قریش میں سے ہوگا)۔ حضرت بشیر بن نعمان کے ان الفاظ سے حالات بدل گئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ عمرؓ اور ابو عبیدہؓ موجود ہیں۔ ان میں سے جسے موزوں سمجھتے ہو، بیعت کرلو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص خلافت کا حقدار نہیں۔ آپ حضورؐ کے یار غار ہیں۔ نماز کی امامت کے لیے حضورؐ نے آپ کو اپنا نائب بنایا تھا۔ نماز میں آپ ہمارے امام ہیں تو سلطنت میں بھی آپ ہمارے سربراہ ہوں گے۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی۔ اس کے بعد ابو عبیدہ اور بشیر بن نعمان نے بیعت کی۔ پھر تمام لوگوں نے آپ کی بیعت کرلی۔ اس طرح آپ خلیفہ منتخب ہو گئے۔ سعد بن عبادہ نے بھی اسی دن بیعت کرلی۔ اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ بیعت کوئی اتفاقیہ واقعہ نہیں تھی، بلکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دینی خدمات کو مد نظر رکھا گیا تھا۔

حضورؐ کی ہجرت کا آغاز آپ کے مکان سے ہوا تھا۔ اس سلسلے میں آپ حضورؐ پر جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ آپ حضورؐ کی مکی اور مدنی زندگی میں ساتھ ساتھ رہے۔ تمام غزوات میں آپ حضورؐ پر اپنی جان دینے کے لیے ان کے پہلو بہ پہلو لڑتے رہے۔ آپ حضورؐ کے خلوت اور جلوت کے ساتھی تھے۔ عمر اور بزرگی کے لحاظ سے بھی آپ کو معتبر صحابہ کرامؓ میں نمایاں مقام حاصل تھا۔ تمام صحابہ کرامؓ جانتے تھے کہ اسلام لانے سے قبل آپ کی معاشرے میں ایک موثر حیثیت تھی۔ تمام قریش آپ کا احترام کرتے تھے۔ تجارت پیشہ ہونے کی وجہ سے بھی آپ کے لوگوں کے ساتھ بہترین تعلقات تھے۔ ان حقائق کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سقیفہ بنی سعدہ میں حضرت ابو بکرؓ کا انتخاب انتہائی درست فیصلہ تھا۔ انتخاب کے بعد آپ نے جو خطبہ دیا اس کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں۔

"میں تمہارا سردار بنایا گیا ہوں، حالانکہ میں تم میں بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں نیک کام کروں تو تمہارا فرض ہے کہ میری مدد کرو۔ اگر میں غلط راہ اختیار کروں تو تمہارا فرض ہے کہ تم مجھے سیدھے راستے پر قائم کردو۔ راستی اور راست گفتاری امانت ہے۔ دروغ گوئی خیانت ہے۔ تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے، تاوقتیکہ میں اس کا حق نہ دلوادوں۔ تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے، جب تک میں اس سے حق نہ لوں۔ تم لوگ جہاد کو ترک نہ کرنا۔ جو قوم جہاد کو ترک کردیتی ہے تو وہ ذلیل ہوجاتی ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو۔ جب میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کروں تو تم میرا ساتھ چھوڑ دو، کیونکہ پھر تم پر میری اطاعت فرض نہیں۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ابتدائی مشکلات

حضرت اسامہؓ کی روانگی حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب خلافت سنبھالی تو چاروں طرف سے مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ چند جھوٹے نبیوں نے نبی کریمؐ کی زندگی ہی

میں جھوٹی نبوت کے دعوے کر دیے تھے آپؐ کی وفات کے ساتھ ہی کئی قبائل مرتد ہوگئے۔ زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا بلکہ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ان حالات میں حضرت ابو بکرؓ ذرا بھی نہیں گھبرائے۔ آپؓ نے فرمایا، "میں وہاں سے ہی ابتداء کروں گا جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ گئے تھے" آپؓ نے نبی کریمؐ کے تیار کردہ لشکر کو خصوصی ہدایات دے کر روانہ کر دیا۔ حضرت اسامہؓ تقریباً چالیس (بعض کے مطابق ستر) دن بعد کافی مال غنیمت اور قیدیوں کے ساتھ کامیاب و کامران واپس آئے۔ اہل مدینہ کے سب خدشات غلط ثابت ہوئے۔

منکرین زکوٰۃ و نماز قبیلہ عبس اور ذبیان نے اپنے ساتھ دوسرے قبائل کو ملا کر مطالبہ کیا کہ زکوٰۃ معاف کر دی جائے اور نمازوں میں کمی کر دی جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا، "اگر ایک عقال (اونٹ باندھنے کی رسی کے برابر فرض زکواۃ) نہ دیں گے تو میں جہاد کروں گا۔" منکرین نے یہ جواب سن کر مدینہ پر حملہ کر دیا لیکن ناکام رہے۔

جھوٹے مدعیان نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے ساتھ ہی جس فتنہ ارتداد کا آغاز ہوا اس میں جھوٹے نبیوں کی فوج بھی شامل تھی۔ درحقیقت جب تک نبی کریمؐ تکلیفوں اور مصائب میں رہے تو نبوت کا خیال کسی کے ذہن میں نہ تھا، لیکن جب آپؐ کامیاب و کامران ہوئے تو قبیلے کے ہر سردار نے سوچا کہ دنیا میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے لیے کیوں نہ نبوت کا دعویٰ کر دیا جائے۔ زمانہ جاہلیت میں ہر قبیلہ کا اپنا بت ہوتا تھا جس کی وہ پرستش کرتے تھے۔ اب پھر انھوں نے سوچا کہ ہر قبیلے کا اپنا پیغمبر ہونا چاہئے۔ اس مقصد کے لیے مختلف لوگوں نے اپنے اپنے قبیلوں کو بھٹکانا شروع کر دیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کے خاتمے کے لیے اسلامی لشکر کو خصوصی ہدایات کے ساتھ گیارہ حصوں میں روانہ کیا اور ساتھ ہی ان لوگوں کو بھی راہ راست پر آنے کی دعوت دی۔

۱۔ اسود عنسی اس کا تعلق یمن کے عنسی قبیلے سے تھا۔ اسود نے نبی کریمؐ کی زندگی ہی میں نبوت کا دعویٰ کر لیا تھا۔ اس سے سادہ لوح دیہاتی بہت متاثر ہوئے۔ سارے یمن میں یہ فتنہ پھیل گیا۔ اسود کے اپنے ہی ایک آدمی فیروز نے رات کو اسے موت کے گھاٹ

اتار دیا اور صبح اس کے مکان پر اذان دی۔ یہ شورش ختم ہوگئی۔ اسود کے کچھ پیروؤں نے پھر سر اُٹھایا لیکن مہاجر بن ابی اُمیہ نے ان کا خاتمہ کر دیا۔

۲۔ **طلیحہ اسدی** | شمالی عرب کا علاقہ حضور نبی کریمؐ کی زندگی ہی میں مرتد ہوگیا تھا۔ طلیحہ اسدی ایک کاہن تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کے چند فرقوں کو ساتھ ملا لیا تھا۔ عدی بن حاتم کی کوششوں سے بنی طے راہ راست پر آگیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے بزاخہ کے مقام پر اس کو شکست دی۔ طلیحہ اپنی بیوی کے ساتھ شام چلا گیا۔ بعد میں مسلمان ہوگیا اور حضرت عمرؓ کے دور میں حج کے لیے آیا۔

۳۔ **مسیلمہ کذاب** | مسیلمہ کذاب کا تعلق وسطی عرب کے بنو حنیفہ قبیلے سے تھا۔ اس نے یمامہ میں بغاوت کر کے نبوت کا دعویٰ کر لیا۔ اس نے کافی لشکر جمع کر لیا تھا۔ سجاح نے اس سے شادی کر کے اس کی طاقت میں مزید اضافہ کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عکرمہ کو اس کے مقابلے کے لیے روانہ کیا لیکن ساتھ ہدایت کی کہ شرجیل کا انتظار کرے۔ لیکن عکرمہ نے انتظار کیے بغیر اس پر حملہ کر دیا اور ناکام رہا۔ شرجیل نے بھی شکست کھائی۔ اب مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے خالد بن ولید پہنچے۔ انھوں نے ۱۲ھ میں تاریخی جنگ "جنگ یمامہ" لڑی۔ مسیلمہ نے ایک باغ میں پناہ لی۔ میر حمزہ کے قاتل وحشی نے مسیلمہ پر تیر چلا کر قتل کر ڈالا اور اس طرح ایک بہت بڑا فتنہ اپنے انجام کو پہنچا۔

۴۔ **سجاح بنت الحارث** | یہ ایک عیسائی خاتون تھی۔ اس کا تعلق وسطی عرب کے بنو تغلب قبیلے سے تھا۔ اس نے کافی لوگوں کو ساتھ شامل کر لیا اور مدینہ پر حملے کی تیاریاں کرنے لگی۔ اسی دوران مسیلمہ نے اس کے پاس قیمتی تحائف روانہ کیے اور معاہدے کی خواہش کی۔ سجاح اس کے پاس آئی۔ مذاکرات کا نتیجہ شادی کی صورت میں نکلا۔ مسیلمہ نے مہر میں دو نمازیں (فجر اور عشاء) معاف کرنے کا اعلان کیا۔ سجاح واپس اپنے جزیرہ کی طرف روانہ ہوئی لیکن راستے میں خالد بن ولیدؓ کے لشکر کا سامنا ہوا، جس سے اس کی جماعت منتشر ہوگئی۔ سجاح خود بنی تغلب کے جزیرہ میں مقیم ہوگئی اور بعد میں اسلام قبول کر لیا۔

۵۔ سلمیٰ بنت مالک غطفان اور سلیم قبائل کے لوگوں نے سلمی کو اپنا پیشوا بنالیا یہ نبی کریمؐ کے پاس قید ہوکر آئی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے اُسے آزاد کروایا تھا۔ بعد میں وہ مرتد ہوگئی۔ خالد بن ولیدؓ نے اس کا مقابلہ کیا۔ اس کی اونٹنی کے اردگرد اس کے ۱۰۰ آدمی مارے گئے اور وہ خود بھی اسی جنگ میں کام آئی۔

فتنۂ ارتداد کو مکمل طور پر ختم کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فتوحات کی طرف توجہ دی۔ فتوحات کا جو سلسلہ آپؓ کے دور حکومت میں شروع ہوا، تھوڑے عرصے میں وہ ایران اور شام تک پھیل گیا۔

فتوحات ۱۲ ہجری تا ۱۳ ہجری

مملکت عرب دو عظیم الشان سلطنتوں ایران اور شام کے درمیان واقع تھی۔ یہ دونوں سلطنتیں اُس وقت عروج پر پہنچ چکی تھیں۔ چونکہ اہل عرب مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے اور ان کی کوئی مرکزی حکومت قائم نہیں تھی، اس لیے ان سلطنتوں کو عربوں سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ لیکن جب عربوں کو اسلام کے انقلاب نے منظم کردیا تو اب وہ خطرہ محسوس کرنے لگے۔ سرحدی قبائل کو عربوں کے خلاف سازشوں میں ملوث کیا جائے گا۔ حضرت ابوبکرؓ بھی اس خطرہ سے غافل نہ تھے۔ ان دنوں عراقیوں اور قبیلہ وائل کے درمیان کشمکش شروع ہوئی۔ وائل کا سردار مثنیٰ بن حارث دربار خلافت میں حاضر ہوا اور مدد کی درخواست کی۔ حضرت خالدؓ (جو فتنۂ ارتداد کو ختم کرچکے تھے) کو حضرت ابوبکرؓ نے عراق جانے کی ہدایت کی۔

عراقی، ایرانی فتوحات

جنگ سلاسل مثنیٰ کے پاس آٹھ ہزار اور خالد بن ولیدؓ کے پاس دس ہزار فوج تھی۔ اس سے قبل حضرت خالد بن ولیدؓ نے اہل حیرہ سے جزیہ کی رقم ۹۰ ہزار درہم وصول کی۔ یہ پہلا جزیہ ہے جو فارس سے وصول کیا گیا۔ خالدؓ نے فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ مثنیٰ اور عدی بن حاتم کو دو حصوں پر مقرر کیا گیا۔ شاہ ایران اردشیر نے اپنے

گورنر اور فوجی جرنیل ہرمز کو روانہ کیا۔ دونوں فوجوں نے بڑی بہادری سے ایک دوسرے کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں ہرمز حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ ہرمز نے اپنی فوج کے سپاہیوں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا تاکہ کوئی بھاگ نہ سکے، اس لیے یہ جنگ تاریخ میں جنگ سلاسل کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جب اطلاع ملی تو آپ بہت خوش ہوئے اور آپ نے ہرمز کا تاج انعام کے طور پر خالدؓ کو دے دیا۔

جنگ مزار یا نہر کی جنگ کسریٰ اردشیر نے ہرمز کی مدد کے لیے اپنے تجربہ کار جرنیل قارن کو روانہ کیا۔ اس کے پہنچنے سے قبل ہی ہرمز مارا جاچکا تھا اور اس کے فوجی بھاگ رہے تھے۔ قارن نے ان بھاگتے ہوئے فوجیوں کو مزار کے مقام پر اکٹھا کیا۔ خالدؓ نے ان پر حملہ کردیا۔ اس حملے کے نتیجے میں قارن بمعہ تقریباً تیس ہزار لشکریوں کے مارا گیا۔ یہ جنگ نہر کے قریب لڑی گئی تھی، اس لیے یہ جنگ نہر بھی کہلاتی ہے۔ جب اردشیر کو اپنی فوج کی اس تباہی کا علم ہوا تو اس نے اپنے سپہ سالاروں اندرزگر اور بہمن جادویہ کو عظیم الشان لشکروں کے ساتھ روانہ کیا۔ خالد نے بڑی بہادری سے ان کا مقابلہ کیا، اندرزگر فرار ہوگیا اور راستے میں شدت پیاس سے مرگیا۔

انبار کی فتح حیرہ پر قبضہ کرنے کے بعد خالدؓ آگے بڑھے شیرزاد حاکم انبار نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ معاہدے کے مطابق تین دن میں شہر خالی کرکے بہمن جادویہ سے جاملا۔ خالدؓ فاتحانہ انداز میں انبار میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد عین التمر میں مہران بن بہرام کو شکست دے کر قلعہ پر قبضہ کرلیا۔

دومۃ الجندل عین التمر کی فتح کے بعد عیاض بن غنم کا خط آیا جو عیسائیوں اور مشرکین عرب کے خلاف دومۃ الجندل میں لڑرہے تھے خالدؓ نے لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ دومۃ الجندل میں مسلمانوں کے خلاف دو رئیس تھے، ایک اکیدر بن عبدالملک اور دوسرا جودی بن ربیعہ اکیدر نے بھاگنے کی کوشش کی، لیکن پکڑا گیا اور قتل ہوا۔ جودی نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور مارا گیا۔

جنگ فراض | فراض شام، عراق اور جزیرہ کی سرحد پر واقع تھا۔ اس کا شمار اہم مقامات میں ہوتا تھا۔ ایرانی فوجوں کی مدد کے لیے رومی اور عیسائی فوجیں بھی موجود تھیں۔ ان کے درمیان دریائے فرات حائل تھا۔ رومیوں نے دریا عبور کر کے حملہ کردیا لیکن شکست کھائی۔ خالدؓ نے مثنیٰ کو عراق پر چھوڑ کر خود حج کے لیے روانہ ہوگئے۔ بعد میں حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو شام کی طرف بھیج دیا۔

رومی، شامی فتوحات

رومیوں کی طرف سے حملے کا خطرہ ہر وقت لاحق رہتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے خالدؓ کو شاہی سرحدوں کی طرف روانہ کیا۔ رومیوں کی کثرت تعداد اور زبردست جنگی سرگرمیوں کی وجہ سے خالدؓ نے دربار خلافت سے کمک طلب کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے عکرمہ بن ابو جہل کو مدد دے کر روانہ کیا لیکن خالدؓ بن ولید نے امداد پہنچنے سے قبل ہی رومیوں پر حملہ کردیا اس لیے اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت ابو بکرؓ کو اس شکست کی اطلاع ملی تو آپؓ نے یزید بن سفیان، ابو عبیدہ بن جراح و شرجیل اور عمرو بن العاص کو مزید کمک دے کر روانہ کیا۔ خالدؓ بن ولید کو بھی لکھا کہ مثنیٰ کو چھوڑ کر ان کے ساتھ شامل ہوں۔

جنگ اجنادین | ابن اثیر کے مطابق خالدؓ بن ولید کے ہمراہ ۴۶ ہزار کا لشکر تھا۔ اس میں ایک ہزار مہاجرین وانصار اور ۱۰۰ شرکاء بدر بھی تھے۔ ان کا مقابلہ رومیوں کے دولاکھ چالیس ہزار کے لشکر سے ہوا۔ رومیوں کا سپہ سالار ہرقل کا بھائی تھا۔ حضرت خالدؓ نے اس موقع پر خصوصی دعا مانگی۔ فوجیوں کو خطبہ دیا۔ رومیوں کے ایک سردار جرجہ نے دوران جنگ اسلام قبول کیا۔ دونوں فوجوں کا سخت مقابلہ ہوا۔ جرجہ اور خالدؓ بڑی بہادری سے لڑے۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس جنگ میں عکرمہ، ان کے بیٹے اور ۳ ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ خالد بن ولید آگے بڑھ کر یرموک میں اسلامی فوج سے جا ملے وہاں سے رومیوں کا محاصرہ کرلیا۔ یہ محاصرہ جاری ہی تھا کہ حضرت ابو بکرؓ صدیق اس

جہان فانی سے رخصت ہوئے۔

سیرت | حضرت ابو بکر صدیقؓ کا شمار ان نیک بخت لوگوں میں ہوتا ہے جو حضور نبی کریمؐ پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ ایک ایسے سخت دور میں ایمان لائے تھے جس وقت ایمان لانا جلتی آگ میں چھلانگ لگانے کے برابر تھا۔ آپؓ نے اس وقت اسلام کی خدمت کی جب اسلام کی ہر طرف مخالفت ہو رہی تھی۔ اسی طرح جب آپ خلیفہ منتخب ہوئے تو وہ بھی انتہائی آزمائش کا وقت تھا اور اسلام کو چاروں طرف سے خطرہ تھا۔ فتنہ ارتداد عروج پر تھا۔ جھوٹے نبی اور منکرین زکواۃ و نماز، مدینہ پر حملے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ کئی صحابہؓ نے مصلحت کا مشورہ دیا لیکن آپؓ نے فرمایا کہ مجھے کوئی حق حاصل نہیں کہ میں دین میں کسی قسم کی تبدیلی کروں۔ آپ نے ڈٹ کر ہر فتنے کا مقابلہ کیا۔ جیت آپؓ کی ہوئی۔ آپ نے اسلامی سلطنتوں کو ایران اور شام کی سرحدوں تک بڑھا دیا۔ جب بھی مالی امداد کی ضرورت پڑی، حضرت ابو بکرؓ آگے ہی رہے۔ آپ نے چالیس ہزار دینار مع نفع کے اللہ کی راہ میں صرف کیے۔ آپ انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ غریبوں، ناداروں کی مدد اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اپنی بکریوں کو خود چراتے اور ان کا دودھ دوہ کر غریبوں میں تقسیم کرتے۔

آپؓ کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن پاک کو کتابی شکل دینا ہے۔ کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ کی نگرانی میں یہ مقدس فریضہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ آپؓ حافظ قرآن تھے۔ نبی کریمؐ کی زندگی میں سورتوں کو ترتیب دی جا چکی تھی، لیکن قرآن کی کتابی شکل نہ تھی۔ آپؓ نے دوسرے حفاظ کی تصدیق کے بعد قرآن کو کتابی شکل دی۔ یہ کام بڑی محنت اور احتیاط سے کیا گیا۔ آپؓ کے دور میں قرآن کے بہت سے حفاظ شہید ہو گئے تھے، اس لیے حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ قرآن پاک کو کتابی شکل دی جائے۔

آپؓ نرم مزاج تھے۔ لیکن اسلام کے لیے انتہائی مستقل مزاج ہو گئے تھے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا، "میں نے ہر شخص کے احسانات کا بدلہ اسی دنیا میں دے دیا ہے لیکن ابو بکرؓ کے احسانات باقی ہیں۔ ان کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا۔" حضرت ابو بکرؓ نے ملک

و دس انتظامی صوبوں میں تقسیم کردیا تھا۔ ہر صوبے کا حاکم امیر کہلاتا تھا۔ امیر انتظامی امور کے ساتھ عدلیہ کے فرائض بھی سرانجام دیتا تھا۔ امیر بڑی احتیاط کے ساتھ مقرر کیے جاتے تھے۔ فوج کو بھی مختلف دستوں میں تقسیم کردیا تھا۔ ہر دستے کا اپنا سپہ سالار ہوتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ فوج کو روانگی سے قبل خصوصی ہدایات دیا کرتے تھے۔ فوجیوں کو ہدایت کرتے کہ فصلوں کو تباہ نہ کیا جائے، بوڑھوں، بچوں، معذوروں اور عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔ مذہبی عمارات کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ جو حکومتیں جزیہ ادا کرتی ہیں ان کو مکمل تحفظ دیا جائے۔ کسی صورت میں بھی کسی کو ظلم کا نشانہ نہ بنایا جائے۔

مشقی سوالات

۱۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں فارس (فارس) اور روما (روم) کی حکومتوں سے مسلمانوں کی جنگ کی وجوہات اور مسلمانوں کی کامیابی کے کیا اسباب تھے؟

۲۔ فتنہ ارتداد کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ کی خدمات لکھیں۔

۳۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سیرت اور کارہائے نمایاں تحریر کریں۔

۴۔ حضرت ابوبکرؓ کی ابتدائی مشکلات پر مفصل نوٹ لکھیں۔ ان مشکلات پر کیسے قابو پالیا گیا۔

۵۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کارنامے بحیثیت خلیفۂ اسلام لکھیں۔

۶۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ تحریر کریں۔

(الف) جھوٹے نبی۔ (ب) جنگ سلاسل۔ (ج) جنگ اجنادین۔

۷۔ مندرجہ ذیل میں سے درست پر ( ) نشان لگائیے۔

حضرت ابوبکرؓ کا نام عبدالرحمان تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کا نام عبداللہ تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کا نام ہشام تھا۔

درست پر (✓) نشان لگایئے:

i- اسود عنسی کا تعلق بنو تغلب قبیلے سے تھا۔

ii- مسیلمہ کذاب کا تعلق شمالی عرب سے تھا۔

iii- جنگ اجنادین میں خالدؓ کے ہمراہ ۲۰ ہزار لشکر تھا۔

iv- جنگ اجنادین میں دو ہزار مسلمان شہید ہوئے۔

۹۔ خالی جگہیں پُر کیجیے:

۱۔ حضرت ابو بکرؓ ______ میں پیدا ہوئے۔

۲۔ حضرت ابو بکر کا تعلق قبیلہ ______ سے تھا۔

۳۔ نبی کریمؐ کی خواہش کے مطابق تجہیز و تکفین کا انتظام ______ کے سپرد کیا گیا۔

۴۔ ______ میں انصار جمع تھے۔

۵۔ ______ بیماری کی وجہ سے بستر میں لیٹے ہوئے تھے۔

۶۔ حضرت ابو بکرؓ نے سب سے پہلے حضرت ______ کا لشکر روانہ کیا۔

۷۔ ______ اور ______ زکواۃ معاف کرنے کا مطالبہ کیا۔

۸۔ اسود عنسی کو ______ نے رات کو قتل کر دیا۔

۹۔ طلیحہ اسدی کو حضرت خالدؓ بن ولید نے ______ کے مقام پر شکست دی۔

۱۰۔ جنگ یمامہ سال ______ میں لڑی گئی۔

۱۱۔ سجاح ایک ______ خاتون تھی۔

۱۲۔ سجاح کا تعلق ______ عرب سے تھا۔

۱۳۔ مسیلمہ نے مہر میں ______ نمازیں معاف کرنے کا اعلان کیا۔

۱۴۔ عرب ______ عظیم الشان سلطنتوں کی درمیان تھا۔

۱۵۔ ہرمز کا تاج انعام کے طور پر ______ کو دیا گیا۔

۱۶۔ خالدؓ ______ کو چھوڑ کر حج کے لیے روانہ ہو گئے۔

۱۷۔ جنگ اجنادین میں خالدؓ کے پاس ______ کا لشکر تھا۔

۱۸۔ حضرت ابو بکرؓ کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن مجید کو ______ شکل دینا ہے۔

ساتواں باب

حضرت عمر فاروقؓ ابن الخطاب

(۱۳ھ تا ۲۴ھ)

ایرانی اور شامی فتوحات

تعارف حضرت عمرؓ کا تعلق قریش کی شاخ بنو عدی سے تھا۔ شروع میں حضرت عمرؓ مسلمانوں کے سخت خلاف تھے۔ ایک دن نبی کریمؐ کو شہید کرنے جا رہے تھے کہ راستے میں بہن اور بہنوئی کے اِسلام لانے کا پتہ چلا، تو ان کے گھر چلے گئے۔ انھیں بہت مارا پیٹا لیکن ان کی استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ان کے اسلام لانے پر سختی سے قائم رہنے سے حضرت عمرا تنے متاثر ہوئے کہ خود بھی مسلمان ہو گئے۔ آپؓ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کی قوت میں بہت اضافہ ہوا۔ مسلمانوں نے آزادانہ طور پر خانۂ کعبہ میں نماز ادا کی۔ آپؓ نے ۲۰ مسلمانوں کو ساتھ لے کر کھلم کھلا ہجرت کی، مگر کسی کو انھیں روکنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ آپؓ غزوات میں شریک رہے۔ غزوۂ تبوک میں مالی تعاون کے طور پر اپنی دولت کا نصف دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے مشیر خاص رہے۔

انتخاب حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیماری نے جب خطرناک صورت اختیار کرلی اور آپؓ کو اپنی زندگی کی کوئی امید نہ رہی تو آپؓ نے مستقبل کے خلیفہ کے انتخاب پر غور کرنا شروع کیا۔ اس سلسلے میں آپؓ نے عبد الرحمن بن عوف، حضرت عثمانؓ اور دوسرے معتبر صحابہؓ سے مشورہ فرمایا۔ ان سب کی نظریں حضرت عمرؓ پر لگی ہوئی تھیں۔ آپؓ نے حضرت عثمانؓ سے وصیت لکھوائی اور مسجد نبوی میں سنوائی اور خود بالا خانے میں بیماری اور کمزوری کی وجہ سے کھڑے رہے۔ مسجد میں موجود صحابہؓ نے آپؓ کی

رائے طلب کی، آپؓ نے فرمایا کہ میں اپنے کسی عزیز یا رشتہ دار کو خلیفہ بنانے کے حق میں نہیں ہوں۔ چنانچہ تمام صحابہ کرامؓ نے حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور حضرت عمرؓ خلیفہ منتخب ہوگئے۔ اسی رات حضرت ابو بکرؓ اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے۔

(الف) ایرانی فتوحات حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حکم کے مطابق حضرت خالدؓ آدھی فوج لے کر عراق سے شام کی طرف روانہ ہوگئے، حضرت مثنیٰ عراق میں مقیم رہے۔ ایرانی سپہ سالار بہمن جادویہ نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے لیے حملہ کردیا، لیکن شکست کھائی۔ اسی دوران مثنیٰ کو ایرانیوں کی وسیع جنگی تیاریوں کا پتہ چلا تو آپ بشیر بن خصاصیہ کو نائب مقرر کرکے مدینہ چلے گئے۔ حضرت ابو بکرؓ کی زندگی کا آخری دن تھا۔ بہرحال آپ نے حضرت عمرؓ کو وصیت کی کہ مثنیٰ کی مدد کی جائے۔ عرب کے لوگ عجمیوں (ایرانیوں) سے کچھ خوف محسوس کر رہے تھے۔ مثنیٰ نے ایرانیوں کے خلاف پرجوش طریقے سے ان کی ہمت افزائی کی۔ مثنیٰ کی تقریر سن کر حضرت ابو عبیدہ ثقفی نے جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ان کو دیکھ کر کئی اور لوگ بھی تیار ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہ ثقفی کو ہی سپہ سالار مقرر کردیا۔ ایران کی ملکہ پوران دخت نے رستم کو اپنی فوجوں کا سپہ سالار مقرر کیا۔ رستم نے مسلمانوں سے کئی علاقوں کو آزاد کرالیا۔ جب ابو عبیدہ ثقفی کی آمد کا پتہ چلا تو اس نے اپنے سرداروں جابان اور نرسی کو مقابلے کے لیے بھیجا۔

جنگ نمارق حضرت ابو عبیدہ ثقفی کا مقابلہ جابان سے نمارق کے مقام پر ہوا۔ جابان نے شکست کھائی اور گرفتار ہوا لیکن دھوکے سے امان حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ مردان شاہ گرفتار ہوکر قتل کردیا گیا۔ جابان بھاگ کر نرسی سے جاملا جو کسکر کے مقام پر ٹھہرا ہوا تھا۔

جنگ کسکر نرسی کسریٰ فارس کا خالہ زاد بھائی تھا۔ اس کے پاس تیس ہزار فوج تھی۔ جابان کی شکست کا جب رستم اور پران کو پتہ چلا تو انھوں جالینوس کی سرکردگی میں ایک عظیم لشکر روانہ کیا۔ حضرت ابو عبیدہ اور مثنیٰ ان کے مقابلے کے لیے آگے بڑھے حضرت ابو عبیدہ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر عام حملہ کردیا۔ ایرانیوں کو

میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ پڑا۔ ارد گرد کے کافی قبائل مطیع ہو گئے اور جزیہ دینا قبول کر لیا۔

جنگ جسر (پل کی جنگ) جالنوس شکست کھا کر رستم کے پاس مدد کے لئے گیا۔ رستم نے بہمن جادویہ ذالحاجب کو تیس ہزار فوج اور تین سو ہاتھی دے کر جالینوس کے ساتھ روانہ کیا۔ دونوں فوجوں کے درمیان دریائے فرات حائل تھا۔ بہمن نے ابوعبیدہ کو لکھا کہ آپ دریا کو عبور کریں یا ہمیں اجازت دیں۔ ابوعبیدہ نے دریا عبور کرنے کا ارادہ کیا۔ مثنیٰ اور دوسرے جرنیلوں نے مخالفت کی لیکن ابوعبیدہ نے پل بنوا کر دریا عبور کر دیا۔ دونوں فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا۔ حضرت ابوعبیدہؓ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد اسلامی لشکر کے سات دوسرے جرنیل بھی شہید ہوئے۔ آٹھویں سردار مثنیٰ تھے۔ آپ نے بڑی مشکل سے اسلامی لشکر کو مزید تباہی سے بچایا۔ عبداللہ ثقفی نے پل کی رسیاں کاٹ دی تھیں۔ اس سے مسلمانوں کو مزید نقصان ہوا۔ چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے صرف تین ہزار بچ گئے۔ جنگ میں ناکامی کی دو وجوہات تھیں۔

(۱) پل کو عبور کرنا۔ (۲) پل کی رسیاں کاٹ دینا۔

جنگ بویب جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمانوں کی شکست کا پتہ چلا تو آپ نے جریر بن عبداللہ کو امیر مقرر کر کے مدد روانہ کی۔ مثنیٰ نے اپنی فوج میں ایک نیا جوش پیدا کیا۔ رستم نے مہران ہمدانی کو روانہ کیا۔ اس دفعہ بھی ان کے درمیان دریائے فرات حائل تھا۔ مثنیٰ نے ایرانیوں کو کہا کہ دریا عبور کریں۔ جب وہ دریا عبور کر کے آگے بڑھے تو مثنیٰ نے بھرپور حملہ کیا۔ دونوں فوجیں بہادری سے لڑتی رہیں۔ آخر کار مہران مارا گیا اور مسلمانوں کو عظیم کامیابی حاصل ہوئی۔

جنگ قادسیہ محرم ۱۶ ہجری، فیصلہ کن جنگ جنگ بویب میں ایرانیوں کی زبردست شکست نے ایران میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ ہر طرف جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ایرانیوں نے اپنے اختلافات ختم کر دیے۔ ایران کے خاندان کسریٰ کے نوجوان شہزادے یزدجرد کو تخت پر بٹھا دیا گیا۔ رستم نے ایرانی افواج کی کمان خود سنبھالنے کا

حالات بدلے۔ جن میں اور دوسرے آزمودہ جرنیلوں کو بھی شامل کیا گیا۔ جب ان حالات کا پتہ حضرت عمرؓ کو چلا تو آپ نے بھی عام جہاد کا اعلان کر دیا۔ معتبر صحابہ کرامؓ کو اس جنگ میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ وغیرہ شامل ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو فوج کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ حضرت سعدؓ نے قادسیہ پہنچ کر حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق چودہ آدمیوں کو یزدجرد کے پاس بھیجا تاکہ اسے اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔ یزدجرد کو تین شرائط پیش کی گئیں:

(۱) اِسلام قبول کر لو۔ (۲) جزیہ دو۔ (۳) جنگ کرو۔

یزدجرد نے غصے میں آخری شرط قبول کرنے کا اعلان کیا اور ساتھ ہی کہا کہ رستم آ رہا ہے، تمھیں قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا۔ رستم ایک لاکھ بیس ہزار فوج کے ساتھ میدان جنگ میں آیا، لیکن وہ جنگ شروع کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ حضرت سعدؓ بیمار تھے اس لیے وہ ایک بالاخانہ میں چلے گئے۔ آپؓ نے مجاہدوں سے خطاب فرمایا۔ جنگ کا آغاز ہوا۔ حضرت سعدؓ بالاخانہ میں کاغذ کے ٹکڑوں پر خالد بن عرفطہ کے لیے ہدایات لکھ کر نیچے پھینکتے رہتے اور وہ ان ہدایات کے مطابق عمل کرواتے رہے۔ پہلے دن ایرانیوں کا پلہ بھاری رہا۔ قعقاع نے جنگ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ دوسرے دن گھوڑوں کو کالے نقاب پہنائے گئے، جن سے خوف زدہ ہو کر ہاتھی بدکنے لگے۔ مسلمانوں کا پلہ بھاری نظر آنے لگا۔ تیسرے دن فیصلہ کن حملہ کیا گیا۔ رستم نے بھاگتے ہوئے نہر میں چھلانگ لگا دی لیکن بلال نامی ایک مسلمان نے اس کا پیچھا کیا اور اسے نہر سے نکال کر قتل کر دیا۔ ضرار بن الخطاب نے ایرانیوں کا وہ مقدس جھنڈا لوٹ لیا جو خصوصی طور پر رستم کو دیا گیا تھا۔ تقریباً اڑھائی ہزار مسلمان جنگ میں شہید ہوئے۔ قعقاع اور شرجیل نے ایرانیوں کا تعاقب کیا، آخر کار ایرانی جرنیل جالنوس کو ایک ٹیلے کے قریب پکڑ کر زہرہ نے قتل کیا۔ اس فیصلہ کن جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور ایرانیوں کی طاقت ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔ اس جنگ کے بعد ایرانی مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور آخر کار تمام

ایران پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ اس جنگ میں حضرت عمرؓ خود شریک ہونا چاہتے تھے لیکن صحابہ کرامؓ نے انھیں منع فرمایا۔ حضرت سعدؓ کے پہنچنے سے قبل حضرت مثنیٰؓ فوت ہوچکے تھے، حضرت سعد نے مثنیٰ کے بھائی معنی کو اس کا عہدہ دیا اور اس کی بیوہ سلمیٰ سے خود نکاح کیا۔

مدائن کی فتح اہل فارس قادسیہ سے بھاگ کر بابل آگئے۔ یہاں پر مہران اور دوسرے فوجی جرنیلوں نے فیروزان کی سرکردگی میں مسلمانوں سے لڑنے کا منصوبہ بنایا۔ اسلامی لشکر بڑھتے ہوئے بابل تک جا پہنچا۔ فیروزان نے نکل کر مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے بابل پر قبضہ کرلیا۔ مہران وغیرہ مدائن جاکر قلعہ بند ہوگئے۔ سعدؓ بہرسیر کو فتح کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ یزدجرد معہ اہل و عیال و خزانہ کے یہاں سے کوچ کرچکا تھا۔ بہرہ شہر اور مدائن کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا۔ سعد نے فوج سے خطاب کیا ور اللہ کا نام لے کر اپنا گھوڑا دریائے دجلہ میں ڈال دیا۔ فوج نے بھی اس کی تقلید کی اور اس طرح ساری فوج دریا عبور کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ ایرانیوں نے دریا پر سب پل توڑ دیے تھے، لیکن جب مسلمانوں کو دریا عبور کرتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے "دیوان آمدند، دیوان آمدند۔" کسریٰ ایران کے پایہ تخت قصر ابیض (White House) پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا، تخت کی جگہ منبر بنایا گیا اور سرزمین عراق و ایران کے پایہ تخت میں ۸ رکعت صلوٰۃ فتح پڑھی گئیں اور بعد میں نماز جمعہ ادا کی گئی۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ لگا اور کسریٰ پرویز کا تکبر مٹی میں مل گیا۔

جنگ جلولاء یزدجرد حلوان چلا گیا اور وہاں مہران رازی کی نگرانی میں ایک عظیم لشکر تیار کیا۔ آذر بائجان سے مدد حاصل کی گئی اور دوسرے علاقوں سے بھی مدد حاصل کی گئی تاکہ مسلمانوں کو شکست دی جاسکے۔ جنگ کے لیے خندقیں کھودی گئیں۔ جب حضرت سعدؓ کو پتہ چلا تو آپ نے حضرت عمرؓ سے اجازت کی درخواست کی۔ حضرت عمرؓ نے ہاشم بن عتبہ کو تیس ہزار فوج دے کر بھیجنے کا حکم دیا۔ ان کے ساتھ قعقاع بھی تھے۔ اس جنگ میں ایرانی انتہائی بہادری سے لڑے لیکن قعقاع قلعے کے دروازے تک پہنچنے میں کامیاب

ہو گئے۔ اسلامی لشکر نے جلولہ پر قبضہ کرلیا۔ اس جنگ میں تقریباً ایک لاکھ ایرانی مارے گئے۔ یزدجرد حلوان میں حشر شوم کو چھوڑ کر خود رے کی طرف بھاگ گیا۔

حلوان پر قبضہ | قعقاع ایرانیوں کے تعاقب میں حلوان جا پہنچا۔ حشر شوم نے مقابلہ کیا لیکن آخر اسے بھاگنا پڑا۔ حلوان پر مسلمانوں نے قبضہ کرلیا۔ عراق پر قبضہ کے بعد بصرہ کا شہر آباد کیا گیا۔ ابوموسیٰ اشعری حاکم مقرر ہوئے۔ یزدجرد نے ہرمزان کو مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ لیکن شکست کھائی اور دربار خلافت میں جا کر اسلام قبول کرلیا اور خوزستان کا علاقہ مسلمانوں کے حوالے کردیا۔

جنگ نہاوند | حضرت عمرؓ نے ایران میں مزید پیش قدمی روک دی تھی۔ ایرانیوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک دفعہ پھر سرگرمیاں شروع کردیں۔ یزدجرد نے مردان شاہ کو فوج دے کر روانہ کیا۔ حضرت عمرؓ کو جب ان حالات کا پتہ چلا تو آپؓ نے بذات خود جنگ لڑنے کا ارادہ فرمایا لیکن صحابہ کرامؓ نے آپ کو مدینہ ہی میں رہنے پر مجبور کیا۔ آپؓ نے ایرانیوں کے مقابلے میں نعمان بن مقرن کو روانہ کیا۔ نعمان نے مردان شاہ کے پاس سفارت بھیجی تاکہ مصالحت کی کوئی راہ نکل آئے۔ لیکن سفارت ناکام رہی۔ آخر خونریز جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ نعمان عین فتح کے وقت شہید ہو گئے۔ اس جنگ کے بعد ایرانی مسلمانوں کا مقابلہ نہ کرسکے۔ یزدجرد بلخ چلا گیا۔ کہا جاتا ہے وہاں سے خاقان چین کے پاس جا کر پناہ گزین ہو گیا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ کسانوں نے اس کا خزانہ لوٹ کر اسے قتل کردیا تھا۔ اس کے بعد عام لشکر کشی ہوئی۔ مختصر وقت میں اسلامی فوج نے ہمدان، رے، طبرستان، آذربائیجان، آرمینیا، فارس، کرمان، سیستان اور مکران کے علاقے فتح کرلئے۔

(ب) شامی (شام کی) فتوحات

دمشق کا محاصرہ | حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت ابوعبیدہؓ نے دمشق کا محاصرہ کرلیا۔ حضرت خالدؓ نے دمشق پر قبضہ کرلیا، لیکن ابوعبیدہؓ نے ان سے قبل شامیوں کے ساتھ معاہدہ کرلیا تھا۔ چنانچہ خالدؓ نے بھی معاہدے کا احترام کرتے ہوئے مفتوحہ رقبہ اہل دمشق

کو واپس کردیا۔

جنگ یرموک حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم کے مطابق حضرت خالدؓ بن ولید دمشق کو چھوڑ کر آدھی فوج لے کر شام میں داخل ہوئے اور مختلف علاقے فتح کرتے ہوئے دمشق تک پہنچے اردن و دمشق فتح کرنے کے بعد دریائے یرموک کے کنارے دوسری اسلامی فوجوں سے آملے ان سے قبل حضرت ابوعبیدہؓ عمرو بن العاصؓ، شرجیل بن حسنہ اور یزید بن ابوسفیان وہاں پہنچ چکے تھے۔ حضرت خالدؓ نے الگ الگ لڑنے کے بجائے انھیں ایک سپہ سالار اعظم کی نگرانی میں لڑنے کا مشورہ دیا چنانچہ اتفاق رائے سے حضرت خالدؓ کو سپہ سالار اعظم مقرر کیا گیا۔ ہرقل کی فوجیں واقوصہ کے مقام پر جمع ہوئیں۔ پیچھے پہاڑ اور دوسری طرف دریائے یرموک تھا۔ مسلمانوں نے ان کے سامنے مورچے بنادیے۔ اس طرح شاہی فوجیں خود بخود مسلمانوں کے گھیرے میں آگئیں۔ جنگ کا آغاز ہوا۔ شاہی فوجیں بھاگنے لگیں۔ ان کی تعداد تقریباً دو لاکھ تھی۔ ان میں سے تقریباً ایک لاکھ دریا میں ڈوب گئے۔ عیسائی فوجوں کو بری طرح شکست ہوئی۔ یہ ایک فیصلہ کن جنگ تھی۔ اس کے بعد شاہی کسی محاذ پر بھی نہ لڑ سکے۔ ہرقل یہاں سے روم چلا گیا۔ شام پر آہستہ آہستہ مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ خالدؓ نے ساری فوج کو ۳۸ دستوں میں تقسیم کیا تھا۔ ۱۸ دستے درمیان میں رکھے۔ ۱۰ دستے ایک طرف اور ۱۰ دستے دوسری طرف رکھے تھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی معرکہ یرموک کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کردیا گیا۔ ان کی جگہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ خالدؓ کی معزولی کی فوری وجہ ایک شاعر کا انعام بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن درحقیقت اسلامی فتوحات کافی دور دور تک پھیل چکی تھیں۔ لوگ ان سب فتوحات کو خالدؓ سے منسوب کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے شخصیت پرستی کے ڈر سے حضرت خالدؓ کو معزول کیا تھا۔ جو لاشعوری طور پر شرک ہے۔ حضرت خالدؓ صاحب سیف ضرور تھے لیکن آپ انتظامی امور میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ اب فتوحات کی نوعیت بھی بدل چکی تھی، اس لیے بھی آپ کی معزولی عمل میں آئی۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ اس عظیم مجاہد کو جب معزولی کا پروانہ دیا گیا

تو اس نے کسی قسم کے رد عمل کا اظہار نہ کیا اور اس کے بعد بھی کافی عرصے تک ابو عبیدہؓ کے ماتحت ایک سپاہی کی حیثیت سے لڑتے رہے۔

بیت المقدس کی فتح شام میں کئی دوسرے شہروں کو فتح کرتے ہوئے حضرت ابو عبیدہؓ قبلہ اول بیت المقدس پہنچے۔ عمرو بن العاصؓ پہلے سے شہر کا محاصرہ کر چکے تھے۔ اب دونوں نے مل کر اس محاصرے کو مزید تنگ کیا۔ آخر اہل شہر نے صلح کا معاہدہ کرنے کی درخواست کی۔ اس کے لیے شرط یہ رکھی گئی کہ حضرت عمرؓ خود تشریف لاکر معاہدہ تحریر کریں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے رضامندی ظاہر کی اور خود تشریف لے آئے۔ بیت المقدس کے قریب جابیہ کے مقام پر ایک تاریخی معاہدہ ہوا جس کی رو سے عیسائیوں کو مکمل طور پر جانی، مالی اور مذہبی تحفظ دیا گیا۔ بیت المقدس پر پہلی دفعہ مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔

مصر کی فتح مصر کا علاقہ رومی سلطنت کا ایک حصہ تھا۔ اس کا والی مقوقس تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ سے اجازت لے کر چار ہزار فوج کے ساتھ مصر کی طرف پیش قدمی کی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی مدد کے لیے حضرت زبیرؓ کو دس ہزار فوج دے کر روانہ کیا۔ مقوقس سات ماہ تک قلعہ فسطاط میں محصور رہا لیکن آخر کار اطاعت تسلیم کر لی۔ اس طرح مصر بھی اسلامی سلطنت کا جزو بن گیا۔

سکندریہ پر حملہ قیصر روم کو جب ان حالات کا پتہ چلا تو اس نے بحری راستے سے ایک بڑا لشکر روانہ کیا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے سکندریہ کا محاصرہ کر لیا، جو کئی دنوں تک جاری رہا۔ آخر کار محاصرہ اٹھانا پڑا کیونکہ سکندریہ کے قبطیوں نے جزیہ دینے کا وعدہ کر لیا اور مسلمان واپس آگئے۔

شہادت ۲۳ ہجری کے آخر میں ابو لولو فیروز جو ایک مجوسی غلام تھا نے حضرت عمرؓ پر صبح نماز پڑھاتے ہوئے خنجر سے چھ وار کیے۔ آپؓ نے عبدالرحمنؓ بن عوف کو اپنی جگہ کھینچا اور خود خون میں تڑپتے رہے۔ فیروز نے کئی دوسرے آدمیوں کو بھی زخمی کیا اور پھر خود بھی خودکشی کر لی۔ یہ شخص مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا۔ اس نے اپنے مالک

مغیرہ بن شعبہ کے خلاف شکایت کی تھی۔ شکایت چونکہ سراسر نامعقول تھی، اس لیے رد کردی گئی تھی۔ اس وجہ سے ابولولو، حضرت عمرؓ کے خلاف ہوگیا تھا۔

سیرت حضرت عمرؓ کے لیے حضور نبی کریمؐ نے یہ خصوصی دعا فرمائی تھی، "اے اللہ عمر کے ذریعے دین کو قوت عطا کر۔" بچپن میں حضرت عمر بھیڑیں چرایا کرتے تھے۔ جب بڑے ہوئے تو علم الانسب سیکھا۔ لکھنے پڑھنے میں مہارت حاصل کی۔ قریش کی سفارتوں پر اکثر جایا کرتے تھے۔ شاعری اور ادب سے بہت لگاؤ تھا۔ کشتی بھی کیا کرتے تھے۔ تجارت بھی کیا کرتے تھے۔ جب آپؓ نے اسلام قبول کیا تو آپؓ حضورؐ کو بڑے زور و شور سے خانہ کعبہ میں لے گئے اور وہاں باجماعت نماز ادا کی۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے واقعی اسلام کو تقویت ملی۔ حضرت عمرؓ کا شمار حضورؐ کے خاص مشیروں میں ہوتا تھا۔ آپؓ حضرت ابوبکرؓ کے مشیر خاص رہے۔ مسلمان ہونے سے پہلے آپ بہت سخت مزاج مشہور تھے، لیکن جب اسلام قبول کیا اور بعد میں خلیفہ بنے تو مزاج میں نرمی پیدا ہوگئی۔ آپؓ راتوں کو مدینہ کی گلیوں میں گھوم کر لوگوں کے حالات معلوم کرتے تھے۔ غریبوں کی مدد اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ آپؓ نے رعایا کو آپؓ پر تنقید کرنے کا پورا پورا حق دیا ہوا تھا۔ لوگ بغیر کسی خوف کے خلیفہ پر تنقید کرسکتے تھے۔ آپ نے گورنروں اور دوسرے عمال کو ہدایت کی تھی کہ اپنے دروازوں پر دربان نہ کھڑے کریں تاکہ فریادی بغیر کسی رکاوٹ کے ان کو فریاد کرسکیں۔ آپ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ لباس پر کئی پیوند لگے ہوتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے، "عمر کا اسلام لانا فتح تھا۔ ان کی ہجرت تائید الٰہی تھی اور ان کی امامت اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔" حضورؐ فرمایا کرتے تھے، "خدا نے عمر کے قلب و زبان پر حق کو جاری کیا۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔"

حضرت عمرؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ جب گھر سے نکلتے تو قرآن مجید کی تلاوت فرماتے رہتے تھے۔ کسی جگہ اگر جھگڑا دیکھتے تو خود اس کا فیصلہ کرکے آگے بڑھ جاتے تھے۔ میدان جنگ سے قاصد لوگوں کے خطوط لاتا تو آپ بذات خود مجاہدین کے گھر پہنچاتے

تھے۔ حضرت عمرؓ نے عظیم الشان فتوحات حاصل کیں۔ اس دور کی عظیم الشان قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کو تاخت و تاراج کیا۔ مفتوحہ علاقوں میں قوانین بناتے وقت وہاں کے تجربہ کار اور سمجھ دار لوگوں سے لازمی طور پر مشورہ کرتے تھے۔ اگر موزوں مشورہ دیا جاتا تو اسے قبول کر لیتے تھے۔ آپؓ رعایا کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اگر کسی حاکم کے خلاف رعایا کی شکایت درست ثابت ہوتی تو اسے فوراً برطرف کر دیتے تھے۔ آپ ہمیشہ یہ کوشش کرتے تھے کہ انصاف آسان اور سستا ہو۔ انصاف میں دیر لگانے کے سخت خلاف تھے۔ فیصلے فوراً کیے جاتے تھے۔ صوبے کے والیوں کے تقرر میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ فرمان میں والی کے فرائض تفصیلاً درج ہوتے تھے۔ والی لوگوں کو جمع کر کے سب کے سامنے یہ فرمان پڑھ کر سناتا تھا، تاکہ لوگ بھی اس سے باخبر ہو جائیں۔ آپ حکومت کے تمام فیصلے مجلس شوریٰ میں پیش کرتے تھے۔ اس میں انصار اور مہاجرین کے نمائندے شامل ہوتے تھے۔ تمام اہم فیصلے مجلس شوریٰ کے مشورے سے کیے جاتے تھے۔

مشقی سوالات

۱۔ حضرت عمرؓ کی اسلام کے لیے خدمت کی اہمیت کا تجزیہ کریں۔

۲۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں اسلام کے ایک عظیم طاقت کی صورت میں ابھرنے کی وجوہات لکھیں۔

۳۔ حضرت عمرؓ کے دور میں مسلمانوں کی فتوحات کا تنقیدی جائزہ لیجیے اور ان کی کامیابی کی وجوہات بھی لکھیے۔

۴۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں مسلمانوں کی فتوحات کا ذکر کیجیے۔

۵۔ حضرت عمرؓ کی سیرت اور کارنامے بیان کریں۔

۶۔ خالی جگہیں پر کریں۔

(i) حضرت عمرؓ کا تعلق قبیلہ قریش کی شاخ ______ سے تھا۔

(ii) جنگ قادسیہ ______ میں لڑی گئی۔

(iii) ایران کا حکمران ______ تھا۔
(iv) جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کے سپہ سالار ______ تھے
(v) جنگ یرموک کے بعد ______ کو معزول کر دیا گیا۔
(vi) حضرت عمرؓ کے دور میں ______ کے مشورے سے فیصلے کیے جاتے تھے

ج۔ درست جواب کے گرد دائرہ لگائیے۔

(i) حضرت عمرؓ نے آدمیوں کے ساتھ کھلم کھلا ہجرت کی۔ (۵۔۱۰۔۲۰)
(ii) جنگ نمارق میں ابو عبیدہ ثقفی کا مقابلہ کس نے کیا اور شکست کھائی۔
(جابان۔ جالنوس۔ رستم
(iii) جنگ جسر میں شہید ہوئے۔ (مثنی۔ ابو عبیدہ ثقفی۔ نعمان بن مقرن)
(iv) جنگ بویب میں ایرانی جرنیل مارا گیا۔ (جابان۔ مہران۔ مروان شاہ)
(v) جنگ نہاوند میں اسلامی لشکر کے سپہ سالار تھے۔
(حضرت سعد بن ابی وقاص۔ نعمان بن مقرن۔ خالد بن ولید)
(vi) جنگ یرموک میں مسلمانوں کی متحدہ افواج کے سپہ سالار تھے
(عمرو بن العاص۔ شرجیل بن حسنہ۔ خالد بن ولید)
(vii) بیت المقدس پر قبضے کا معاہدہ کے مقام پر ہوا۔ (نمارق۔ جابیہ۔ مدائن)
(viii) حضرت عمرؓ ہجری میں شہید ہوئے۔ (۲۰ ہجری۔ ۲۳ ہجری۔ ۲۵ ہجری)

آٹھواں باب

حضرت عمرؓ کا انتظام سلطنت (اصلاحات)، فوجی تنظیم

انتظامات سلطنت دور حاضر میں اگر ہم مختلف اقوام کے انتظام سلطنت کا مطالعہ کریں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ انھوں نے شعوری یا لاشعوری طور پر مسلمانوں کے انتظام سلطنت کے ان اصولوں کو اپنایا ہے جو حضرت عمرؓ نے چودہ سو سال پہلے پیش کیے تھے۔ آپ نے اپنے دس سالہ دور میں جہاں قیصر و کسریٰ کے محلات تک، اسلامی سلطنت کی حدود پھیلائیں وہاں آپؓ نے اقوام عالم کے سامنے ایک ایسا منظم انتظام سلطنت پیش کیا جو آج بھی قابل عمل اور قابل تقلید ہے۔

۱۔ **جمہوریت کا تصور** حضرت عمرؓ کا عظیم ترین کارنامہ جمہوریت کا وہ جذبہ ہے جو آپؓ نے اپنی قوم میں پیدا کیا۔ آپ نے مسلمانوں کو حقیقی جمہوری جذبے سے روشناس کیا۔ اس حد تک کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے فاتح اور امیر المومنین پر جلسہ عام میں ایک عام آدمی اعتراض کرتا ہے۔ وہ عمرؓ جس کا غصہ اور سختی مثالی تھی، خلیفہ بننے کے بعد انتہائی صبر و تحمل سے اعتراض کرنے والے کو مطمئن کر دیتا ہے۔ عام آدمی کو یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ بر سر عام خلیفہ پر نکتہ چینی کر سکتا تھا۔ آپ نے باقاعدہ مجلس شوریٰ قائم کی۔ آپ کا قول ہے، "مشورت کے بغیر خلافت ناممکن ہے۔" تمام اہم فیصلے مجلس شوریٰ میں پیش کیے جاتے تھے۔

۲۔ **ملکی تقسیم** حضرت عمرؓ نے سلطنت کو آٹھ انتظامی صوبوں میں تقسیم کیا۔ مکہ، مدینہ، شام، جزیرہ، بصرہ، کوفہ، مصر اور فلسطین۔ صوبوں کو ضلعوں میں تقسیم کیا۔ مصر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ صوبے کا گورنر والی کہلاتا تھا۔ اس کی مدد کے لیے صوبے میں کاتب

(سیکرٹری)، کاتب دیوان (فوجی سیکرٹری)، صاحب الخراج، صاحب احداث (پولیس آئی جی)، صاحب بیت المال (افسر خزانہ)، قاضی (مقدمات کا فیصلہ کرنے والا) جسے صدر الصدور یا منصف یا جج سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، مقرر کیے۔ ضلعوں میں عامل (نائب گورنر)، افسر خزانہ اور قاضی ہوتے تھے۔ یہ سب افسر صوبے کے والی کے تحت کام کرتے تھے۔ ان سب کو دربار خلافت سے نقد تنخواہ ملتی تھی۔ یہ سلسلہ حضرت عمرؓ نے شروع کیا۔ والی کو پانچ ہزار درہم تک تنخواہ ملتی تھی۔

۳۔ **عمال کی تقرری و فرائض** | حضرت عمرؓ عمال کی تقرری دو طریقوں سے کرتے تھے۔ پہلا طریقہ یہ تھا کہ مہاجرین و انصار کا جلسہ عام ہوتا۔ عام اجلاس میں ارکین مجلس شوریٰ عمال منتخب کرتے تھے۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ مقامی باشندوں کو حق دیا جاتا کہ وہ اپنے عمال خود منتخب کریں۔ تقرری سے قبل عمال سے یہ عہد ضرور لیا جاتا تھا

۱۔ ترکی گھوڑا استعمال نہیں کیا جائے گا۔ ۲۔ باریک کپڑا نہیں پہنا جائے گا۔
۳۔ چھنا ہوا آٹا نہیں استعمال ہوگا۔ ۴۔ دروازے پر دربان نہیں ہوگا۔
۵۔ ضرورت مندوں کے لیے ہر وقت دروازے کھلے رہیں گے۔

عمال کو حج کے دنوں میں لازمی آنا ہوتا تھا تاکہ لوگ ان کے خلاف اپنی شکایات خلیفہ کے سامنے پیش کرسکیں۔ عمال کے خلاف تحقیقات کے لیے خصوصی عملہ مقرر تھا۔

۴۔ **مردم شماری اور زمین کی پیمائش** | سب سے پہلے مردم شماری حضرت عمرؓ نے کروائی اور زمینوں کی پیمائش بھی کرائی۔ مختلف فصلوں پر مختلف شرح سے لگان لگایا گیا۔ یہ ذمہ داری سعد بن ابی وقاص، عثمان بن ضیف اور حذیفہ بن الیمان کو سونپی گئی۔ انھوں نے اپنے فرائض دیانتداری اور ایمانداری سے ادا کیے۔ مزروعہ زمین تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب تھی۔ تمام زمین سابقہ مالکان کے قبضے میں رہنے دی۔ ان سے صرف سالانہ لگان لیا جانے لگا۔

۵۔ **بیت المال** | حضرت عمرؓ کے دور سے قبل بیت المال کی ضرورت نہیں پڑی تھی کیونکہ جو آمدنی ہوتی تھی اسے فوراً تقسیم کردیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں وسیع

فتوحات ہوئیں۔آمدنی کافی بڑھ گئی تو اس سلسلے میں باہمی مشورے سے آپ نے بیت المال قائم کیے۔مرکزی بیت المال مدینہ میں قائم کیا گیا۔اس کے انچارج عبداللہ بن ارقم تھے جو حساب کتاب میں کافی ماہر تھے اس کے علاوہ صوبوں اور مقاموں میں بھی بیت المال قائم کئے گئے۔صوبوں کے پاس مصارف کے بعد جو رقم بچ جاتی وہ مرکزی بیت المال کو واپس کر دی جاتی تھی۔بیت المال کی آمدنی کے بڑے ذرائع یہ تھے۔ (۱) مال غنیمت (۲) زکواۃ (۳) عشر (۴) خراج (۵) جزیہ (۶) فے (۷) عشور (۸) خمس

۶۔سنہ ہجری کا اجراء کاروبار سلطنت کافی پھیل گیا۔اہل عرب کسی خاص واقعہ سے شمار کا حساب کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے یہ مسئلہ مجلس شوریٰ میں پیش کیا۔کافی بحث ہوئی۔آخر کار متفقہ طور پر نبی کریمؐ کی ہجرت سے اسلامی کیلنڈر شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا کیونکہ ہجرت تاریخ اسلام میں اہم ترین واقعہ ہے۔اس کیلنڈر کا عملی آغاز ۱۶ ہجری سے ہوا۔اس کے بعد ہی اسلامی کیلنڈر کے ذریعے طوالت زمانہ کا حساب کتاب ہونے لگا۔

۷۔امیر المومنین کا لقب خلیفہ عام طور پر خلیفہء رسول کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔آپ نے امیر المومنین کے لقب کی ابتدا کی۔بعد میں خلیفہ کو امیر المومنین کے لقب سے ہی پکارا جانے لگا۔

۸۔قاضی قاضی مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔ان کو نقد تنخواہ دی جاتی تھی۔عدلیہ کو مکمل آزادی حاصل تھی۔ان پر انتظامیہ کا کسی قسم کا دباؤ نہیں ہوتا تھا۔یہاں تک کہ قاضی کسی عام آدمی کی شکایت پر امیر المومنین کو بھی عدالت میں بلا سکتا تھا۔انصاف میں کسی کے عہدے مرتبے یا حیثیت کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا تھا۔قانون کی نظر میں تمام لوگ برابر تھے۔

۹۔رفاہ عامہ آپؓ نے رفاہ عامہ کو دیگر کاموں پر اولیت دی۔آپؓ نے دنیا کی تاریخ میں پہلی دفعہ ضرورت مند لوگوں کے وظیفے مقرر کئے۔آپؓ کو ہر وقت یہ خیال رہتا کہ سلطنت میں کوئی بھوکا نہ ہو۔غربا اور مساکین کے لئے بلا لحاظ مذہب بیت المال سے روزینے مقرر کیے۔معذور، محتاج افراد کو بیت امال سے تنخواہیں ادا کی جاتی تھیں۔اکثر

شہروں میں مہمان خانے بنائے۔ جہاں بیت المال کے خرچ سے مسافروں کو مفت کھانا کھلایا جاتا تھا۔ مدینہ میں غریبوں کے لیے عام لنگر قائم تھا۔ اس کا انتظام حضرت عمرؓ خود کرتے تھے۔ لاوارث بچوں کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ ان کے لیے دودھ کا انتظام بیت المال سے کیا جاتا تھا، بلکہ بچوں کی پیدائش ہی کے دن سے ان کا وظیفہ مقرر کیا جاتا۔ رات کو خود گشت کرتے تاکہ غریبوں کے حالات معلوم کر سکیں ایک دفعہ ایک عورت اپنے بھوکے بچے کو سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ آپؓ نے انھیں اس حال میں دیکھا تو اپنے گھر واپس جا کر آپؓ نے خود آٹا وغیرہ اٹھا کر اس عورت اور بچوں کو لا کر دیا۔ آپؓ کے غلام اسلم آپؓ کے ساتھ تھے۔ غلام نے آٹا اٹھانے کی درخواست کی لیکن آپؓ نے فرمایا، "قیامت کے دن تم میرا بوجھ نہ اٹھا سکو گے" آپؓ نے اپنے اس عمل سے مساوات کا عملی نمونہ پیش کیا۔ آقا و خادم کی تمیز اٹھا دی۔ سرکاری اخراجات سے جو رقم بچ جاتی وہ مسلمانوں میں تقسیم کی جاتی۔ اس میں نبی کریمؐ کی قربت، اسلام قبول کرنے میں اولیت، اور اسلام کے لیے فوجی خدمات کرنے والوں کو فوقیت دی جاتی تھی۔ آپؓ نے دنیا کی تاریخ میں پہلی دفعہ باقاعدہ طور پر پنشن کا نظام جاری کیا۔ اس کا حساب دیوان کے ایک رجسٹر میں رکھا جاتا تھا۔ آپ نے مندرجہ ذیل نہریں کھدوائیں۔

۱۔ نہر ابو موسیٰ | دریائے دجلہ سے نکالی گئی یہ نہر تقریباً ۱۴ کلو میٹر لمبی تھی۔ اس سے بصرہ میں پانی کی کمی ختم کی گئی۔

۲۔ نہر معقل | یہ نہر بھی دریائے دجلہ سے نکالی گئی۔

۳۔ نہر سعد | یہ سعد بن ابی وقاص نے انبار کے باشندوں کے لیے نکالی جسے حجاج نے مکمل کیا۔ اس کے راستے میں پہاڑ حائل ہو گیا تھا جسے بڑی محنت سے کاٹا گیا۔

۴۔ نہر امیر المومنین | ۱۸ ہجری میں عرب میں قحط پڑا۔ باہر سے اناج لانے میں سخت تکلیف اٹھانی پڑتی تھی۔ اس تکلیف کو ختم کرنے کے لیے تقریباً ۱۴۰ کلو میٹر لمبی نہر کھودی جو بحیرہ قلزم اور دریائے نیل کو ملاتی تھی۔ اس نہر کے مکمل ہونے پر اناج جدہ تک آسانی سے آنے لگا۔ تعلیم پر بھی خصوصی توجہ دی گئی۔

حضرت عمرؓ کا فوجی نظام

حضرت عمرؓ پہلے حکمران ہیں جنھوں نے باقاعدہ فوج رکھنے کا نظام جاری کیا۔ آپ نے فوجیوں کو نقد تنخواہیں دینے کا طریقہ رائج کیا۔ حضرت عمرؓ نے تمام سلطنت کو فوجی علاقوں میں تقسیم کیا جو تاریخ میں "الجند" کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ یہ عام انتظامی اضلاع سے مختلف ہوتے تھے۔ ان کی تعداد نو تھی۔ فوجی علاقے یہ تھے: مدینہ، کوفہ، بصرہ، موصل، خطاط، مصر، دمشق، حمص اور فلسطین۔ ان کے علاوہ میں فوجیوں کی رہائش کے لیے معقول انتظامات یعنی بیرکیں تعمیر کروائیں۔ ہر جند ۳۶ ہزار فوج مہیا کر سکتا تھا۔ ہر جند میں چار ہزار گھوڑے اور دوسرا جنگی سازو سامان ہر وقت تیار رہتا تھا۔ ہر جند کے ساتھ گھوڑوں کے لیے سرکاری اصطبل اور چراگاہیں ہوتی تھیں۔ ہر سرکاری گھوڑے پر یہ الفاظ لکھے ہوتے تھے، "اللہ کی راہ میں لڑنے والا۔" اعلیٰ نسل کے تیز رفتار گھوڑے پالنے پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ ہر شہر میں بڑی بڑی فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔ ان میں خوراک کے سٹور ہوتے۔ ایک ریکارڈ دفتر ہوتا جہاں تنخواہ دینے والے بھی ہر وقت موجود رہتے تھے۔ یہ "المعارف" کہلاتے تھے۔

سپاہیوں کی تنخواہیں | نئے ریکروٹ کو دو سو درہم سالانہ دیے جاتے تھے، جو تربیت مکمل کرنے کے بعد تین سو درہم سالانہ تک بڑھا دیے جاتے۔ عام سپاہی کی اوسط تنخواہ چھ سو درہم سالانہ تھی۔ فوجی افسروں کی تنخواہ سات ہزار سے دس ہزار درہم سالانہ تک تھی۔ تنخواہ کے علاوہ ہر فوجی کی بیوی اور ہر بچے کو حکومت کی طرف سے وظیفہ ملتا تھا۔ ہر فوجی کو مفت راشن، وردی اور بھتہ بھی دیا جاتا تھا۔ فوجیوں میں مال غنیمت کا 4/5 حصہ بھی تقسیم کیا جاتا تھا۔ ہر فوجی کو چار ماہ بعد لازمی چھٹی دی جاتی تھی۔ فوج کے ہر دستے کے ساتھ حکیم اور جراح موجود رہتے تھے۔

فوج کے حصے | فوج کے مندرجہ ذیل بڑے بڑے حصے ہوتے تھے۔

۱۔ پیادہ فوج (الرجل) ۲۔ رسالہ (الفرسان) ۳۔ تیر انداز (الرمت)

۴۔ الغلمان (سروس کور) ۵۔ سکاؤٹ وغیرہ

ہر دس سپاہیوں پر ایک افسر ہوتا جو "امیر العشر" کہلاتا تھا۔ سو سپاہیوں پر ایک قائد (لیفٹیننٹ) ہوتا تھا۔ دس قائدوں پر ایک امیر ہوتا۔ دشمن کے علاقے میں فوج سے پہلے سکاؤٹ جاتے اور جاسوسی کا کام کرتے۔ راستے معلوم کرتے اور کیمپ لگانے کی جگہ کا انتخاب کرتے۔ کیمپ لگانے کی جگہ کا انتخاب الرائد کرتا۔

ہتھیار: فوج میں مندرجہ ذیل ہتھیار استعمال کیے جاتے تھے۔ تلواریں، تیر کمان، نیزے۔ تلواریں دو دھاری ہوتی تھیں۔ لوہے کی ٹوپیاں (خود)، ڈھالیں اور زرہ ذاتی تحفظ کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ سوراخ کرنے کے لیے دبابے اور نقبن استعمال ہوتے تھے۔ باقاعدہ فوج کے علاوہ کچھ ریزرو فوج بھی ہوتی تھی جو بوقت ضرورت بلائی جاتی تھی۔ جب عام جہاد کا اعلان کیا جاتا تو اس میں عام مسلمان بھی رضاکاروں کی حیثیت سے شامل ہو کر لڑتے۔

ایران اور شام کی فتوحات کا سہرا دراصل اسی منظم فوجی نظام کے سر ہے جو حضرت عمرؓ نے تخلیق کیا تھا۔ یہی نظام سلطنت تمام خلفائے راشدین کے دور میں بھی جاری رہا۔

مشقی سوالات

1۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کی اہمیت کا تجزیہ کریں۔
2۔ حضرت عمرؓ کی انتظامی اصلاحات پر جامع نوٹ لکھیے۔
3۔ حضرت عمرؓ کی فوجی تنظیم پر روشنی ڈالیے۔
4۔ حضرت عمرؓ کی فوجی تنظیم کو تفصیلاً بیان کریں۔
5۔ حضرت عمرؓ کی سیرت اور کارنامے سپرد قلم کیجیے۔
6۔ درست جواب پر (✓) نشان لگائیے۔

i۔ نہر ابو موسیٰ لمبی تھی۔ (۳ کلو میٹر، ۵ کلو میٹر، ۱۴ کلو میٹر)

ii۔ نہر معقل نکالی گئی۔ (دریائے دجلہ، دریائے فرات، دریائے نیل)

۸۔ خالی جگہیں پر کیجیے۔

حضرت عمرؓ نے اپنی سلطنت کو ______ صوبوں میں تقسیم کیا۔

صوبے کا گورنر ______ کہلاتا تھا۔

حضرت عمرؓ عمال کی تقرری ______ طریقوں سے کرتے تھے۔

سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے مردم شماری کروائی اور ______ کرائی۔

حضرت عمرؓ کے دور میں سن ہجری کا آغاز ______ ہجری سے ہوا۔

حضرت عمرؓ کے دور میں عدلیہ کو مکمل ______ حاصل تھی۔

نہر امیر المومنین کی لمبائی ______ کلو میٹر تھی۔

فوجی علاقے ______ کہلاتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے دور میں نئے ریکروٹ کو ______ درہم سالانہ لیے جاتے تھے۔

عام سپاہی کی اوسط تنخواہ ______ درہم سالانہ تھی۔

دس سپاہیوں کا افسر ______ کہلاتا تھا۔

______ قائدوں پر ایک امیر ہوتا تھا۔

نواں باب

حضرت عثمانؓ بن عفان
(۲۴ھ تا ۳۵ھ)
تعارف۔ انتخاب۔ فتوحات

تعارف حضرت عثمانؓ کا تعلق بنوامیہ سے تھا۔ آپؓ کا شمار مکہ کے چند پڑھے لکھے اور مالدار لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپؓ نے ۲۴ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ آپؓ کے نکاح میں نبی کریمؐ کی دو صاحبزادیاں بی بی رقیہؓ اور ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے آئیں۔ اس لیے آپؓ تاریخ میں ذوالنورین کے لقب سے بھی یاد کیے جاتے ہیں۔ غزوہ بدر میں شامل نہ ہوسکے کیونکہ بی بی رقیہؓ بستر مرگ پر تھیں۔ حبشہ کی پہلی ہجرت میں آپ شامل تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آپ کو سفیر بنایا گیا تھا۔

انتخاب حضرت عمرؓ نے جب دیکھا کہ ان کی جان خطرے میں ہے اور ان کے بچنے کی کوئی امید نہیں تو آپؓ نے چھ معتبر صحابہ کرامؓ کی کمیٹی بنائی تاکہ وہ آپس میں بیٹھ کر کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرلیں۔ اس کمیٹی میں عبدالرحمن بن عوفؓ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ شامل تھے۔ کافی غور و خوض اور بحث تمحیص کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اپنی دستبرداری کا اعلان کردیا۔ باقی پانچ نے آپؓ کو خلیفہ منتخب کرنے کا حق دے دیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت زبیرؓ کو اپنے ساتھ ملالیا۔ اب مقابلہ صرف حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے درمیان رہ گیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے مہاجرین اور انصار سے مشورہ کیا۔ آخر کار باہمی مشورے سے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنائے جانے کا

اعلان کر دیا گیا اور ان کی بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت علیؓ سمیت سب صحابہ کرامؓ نے آپ کی بیعت کی اور اس طرح حضرت عثمانؓ تیسرے خلیفہ منتخب ہوئے۔

فتوحات آپؓ کے دور خلافت کے پہلے چھ سال فتوحات اور خوشحالی کے تھے۔ اسلامی سلطنت کی سرحدوں کو مزید بڑھایا گیا۔ لیکن آخری چھ سال بغاوتوں اور شورشوں کے تھے جن کا نتیجہ آپؓ کی شہادت کی شکل میں نکلا۔

سکندریہ پر دوبارہ قبضہ سکندریہ میں رومیوں کی کافی تعداد موجود تھی لیکن وہ حضرت عمرؓ کے رعب سے دبے ہوئے تھے۔ جوں ہی حضرت عمرؓ اس جہان فانی سے رخصت ہوئے تو قیصر روم کی مدد سے سکندریہ کے رومیوں نے بغاوت کر دی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے رومی بحری بیڑے کو شکست دے کر مار بھگایا اور سکندریہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ قبطیوں نے رومیوں کا ساتھ نہ دیا اس لیے انھیں کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ عمرو بن العاصؓ نے ان کے نقصانات کی کافی حد تک تلافی کی۔

مشرقی صوبوں کی بغاوت اور فتوحات حضرت عمر فاروقؓ کی وفات کے ساتھ ہی بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بعض صوبے معاہدوں کی خلاف ورزی کرنے لگے۔ آرمینیا اور آذر بائیجان کے لوگوں نے بغاوت کی۔ حضرت عثمانؓ نے ان کے مقابلے کے لیے حضرت ولید بن عقبہؓ کو بھیجا۔ ولیدؓ نے وہاں امن و امان بحال کیا اور لوگ مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ ایشیائے کوچک کے عیسائیوں نے بھی متحد ہو کر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا، لیکن حبیب بن مسلمہؓ نے انھیں شکست دی اور ان کے کافی علاقے پر قبضہ کر لیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے بھی انطاکیہ اور سرلوس کے درمیانی علاقے فتح کر لیے۔

طرابلس پر قبضہ حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن ابی سرح کو حضرت عمرو بن العاصؓ کی جگہ مصر کا گورنر مقرر کیا۔ یہ ایک قابل اور بہادر جوان تھا۔ اس نے شمالی افریقہ پر فوج کشی کی۔ اس کی مدد کے لیے حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو روانہ کیا۔ ابن زبیر نے مسلسل حملے کر کے جرجیر حاکم طرابلس کو صلح پر مجبور کر دیا۔ جرجیر نے پچیس ہزار درہم سالانہ ادا کرنے کا وعدہ کر کے اطاعت قبول کر لی۔

جزیرہ قبرص پر قبضہ جزیرہ قبرص، بحیرہ روم میں شام کے ساحل کے قریب ہی واقع ہے۔ حضرت عمرؓ بحری جنگوں کے خلاف تھے۔ اس لیے قبرص پر حملے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ حضرت امیر معاویہؓ شام کے گورنر مقرر ہوئے تو انھوں نے حضرت عثمانؓ سے اجازت لے کر ایک مضبوط بحری بیڑہ تیار کیا اور قبرص پر حملہ کیا گیا۔ اہل قبرص نے سات ہزار درہم سالانہ خراج دینے کا وعدہ کر کے صلح کر لی لیکن بعد میں قبرص والوں نے بغاوت کر لی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حملہ کر کے قبرص پر قبضہ کر لیا۔

ایران میں بغاوتیں اور فارس پر قبضہ حضرت عمر فاروقؓ کی وفات کے بعد بغاوتوں کا جو سلسلہ شروع ہوا اس میں اہل ایران نے بھی حصہ لیا۔ اس علاقے کا مرکز بصرہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ابو موسیٰ اشعری کی جگہ عبداللہ بن عامر کو مقرر کیا۔ آپ نے باغیوں کو شکست دے کر فارس پر قبضہ کر لیا۔ سعید بن العاصؓ نے جو کوفہ کے گورنر تھے، طبرستان کے علاقے پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ عبداللہ بن عامر اور سعید بن العاص نے مل کر خراسان پر حملہ کر لیا۔ اس کے بعد نیشا پور کا محاصرہ کیا گیا۔ یزدجرد بھی اسی علاقے میں موجود تھا۔ وہ یہاں سے بھاگ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ کسی دیہاتی نے اسے پکڑ کر پن چکی میں قتل کر دیا۔ اسی طرح ایران کے ساسانی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ نیشاپور کے حاکم مرزبان نے صلح کر لی۔ ابن عامر طخارستان اور کرمان کے علاقے فتح کرتا ہوا غزنی اور کابل تک جا پہنچا۔ ان علاقوں پر قبضہ ہونے سے مسلمان ہندوستان کی سرحدوں تک پہنچ گئے۔

مشقی سوالات

۱۔ حضرت عثمانؓ کے انتخاب کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟ مفصل طور پر بیان کریں۔

۲۔ "حضرت عثمانؓ کے دور کے پہلے چھ سال فتوحات اور خوشحالی کے تھے۔" بحث کیجیے۔

۳۔ حضرت عثمانؓ کے دور کی فتوحات مفصل طور پر سپرد قلم کریں۔

۴۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

حضورؐ کی _____ صاحبزادیاں حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔

حضرت عمرؓ نے ــــــ صحابہ کرامؓ کی کمیٹی بنائی تاکہ نئے خلیفہ کا انتخاب کر سکے
حضرت عثمانؓ کے دور خلافت کے پہلے ــــــ سال فتوحات اور خوشحالی کے تھے

۵۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے

حضرت عثمان کا تعلق ــــــ سے تھا۔ (بنو عباس۔ بنو ہاشم۔ بنو امیہ)
حضرت عثمانؓ غزوہ ــــــ میں شامل نہ ہو سکے۔ (غزوہ احد۔ غزوہ خندق۔ غزوہ بدر)
حضرت عثمانؓ کے آخری ــــــ سال بغاوتوں اور شورشوں کے تھے (۱۰ سال۔ ۹ سال۔ ۶ سال)
جرجیر حاکم طرابلس نے ــــــ درہم سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا۔ (۱۰ ہزار۔ ۲۵ ہزار۔ ۵ ہزار)
جزیرہ قبرص کے ساحل کے قریب ــــــ ہی واقع ہے۔ (شام۔ عراق۔ لبنان)
حضرت عثمانؓ کے دور میں ــــــ شام کے گورنر تھے (حضرت عمرو بن العاص۔
حضرت امیر معاویہ۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ)
قبرص نے سالانہ ــــــ خراج دینے کا وعدہ کیا۔ (۲ ہزار درہم۔ ۵ ہزار درہم۔ ۷ ہزار درہم)
نیشاپور کے حاکم ــــــ نے صلح کرلی۔ (مروان شاہ۔ جابان۔ مرزبان)

دسواں باب

فتنہ۔ الزامات۔ بغاوتیں۔ شہادت

حضرت عثمانؓ کے دور حکومت کے پہلے چھ سال تو امن و امان، خوشحالی اور فتوحات کے تھے لیکن آخری چھ سال فتنوں، بغاوتوں اور شورشوں کے تھے۔ کئی لالچی اور حریص لوگوں نے اپنے مخصوص مالی مفادات کو حاصل کرنے کے لیے اسلامی لبادہ اوڑھ لیا۔ ان خود غرض لوگوں نے ملت اسلامیہ میں ایسا انتشار پیدا کیا کہ آج بھی آپس کے شکوک وشبہات میں مبتلا مسلمان ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔ اس فتنے کے اسباب کا اجمالی خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ **عبداللہ بن سبا** اس شرانگیز فتنے کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ اس نومسلم یہودی نے ملت اسلامیہ میں نفاق اور انتشار کی آگ پھیلادی تھی۔ عبداللہ بن سبا بنیادی طور پر یہودی تھا۔ مال و دولت کے حصول اور اسلام میں تفرقہ بازی پھیلانے کے لیے اس نے اسلام قبول کیا۔ بظاہر تو یہ اہل بیت کی ہمدردیوں کا ڈھنڈورا پیٹ رہا تھا لیکن درپردہ یہ ملت اسلامیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتا تھا۔ اس کا زہریلا پراپیگنڈہ دن بدن پھیلتا گیا اور آخر کار اس نے ملت اسلامیہ کو لپیٹ میں لے کر تباہی کے کنارے پہنچا دیا۔

۲۔ **صحابہ کبارؓ کی اہمیت کا احساس** فتوحات کے زمانے میں لوگوں کو احساس نہیں تھا۔ لیکن جب یہ سلسلہ رک گیا تو انھوں نے سوچنا شروع کردیا کہ انصار، مہاجرین اور قریش کے قبائل حکومت کررہے ہیں۔ لوگ حکومت کے خلاف ہوتے گئے اور مختلف حیلے بہانے بنانے لگے۔ رفتہ رفتہ کھلم کھلا پراپیگنڈہ شروع کردیا گیا۔

۳۔ **تحقیقاتی کمیشن کا قیام** جب ہر طرف تنقید کا سلسلہ چل پڑا تو صحابہ کرامؓ نے حضرت عثمانؓ کو تحقیقاتی کمیشن قائم کرنے کا مشورہ دیا تاکہ صحیح صورت حال معلوم

کر یکے محمد بن مسلمہ کوفہ کی طرف اسامہ بن زیدؓ بصرے کی طرف، عبداللہ بن عمرؓ شام کی طرف اور عمار بن یاسر مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔ عمار بن یاسر کو باغیوں نے اپنے ساتھ ملا لیا اور مزید زہر اگلنا شروع کر دیا گیا۔

۴۔ قریش کے سرداروں کا مفتوحہ علاقوں میں آباد ہونا | حضرت عمرؓ نے قریش کے سرداروں پر پابندی لگا دی تھی کہ وہ مدینہ سے باہر نہیں جا سکیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے یہ پابندی اٹھا دی۔ سردار مختلف علاقوں میں جا کر آباد ہو گئے۔ باغیوں نے ان کے ناموں کو استعمال کر کے کئی فتنے کھڑے کر دیے۔

۵۔ مفتوحہ اقوام کا انتقامی جذبہ | ملت اسلامیہ کا انتشار دیکھ کر مفتوحہ علاقوں میں انتقامی جذبہ بھڑک اٹھا۔ اس نازک صورت حال سے خوب فائدہ اٹھایا گیا۔ جگہ جگہ بغاوتوں اور سازشوں کے جال پھیلائے جانے لگے۔

۶۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ میں رقابت | بنو ہاشم اور بنو امیہ کی دشمنی نبی کریمؐ کے دور میں وقتی طور پر دب چکی تھی، لیکن بعد میں آہستہ آہستہ یہ چنگاری پھر سلگنے لگی۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں یہ آگ ملک کے کونے کونے میں پھیل گئی۔

۷۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کا ربذہ میں قیام | حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنی خوشی سے مدینہ چھوڑ کر ربذہ میں قیام کرنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عثمانؓ نے آپ کو اجازت دے دی۔

حضرت عثمانؓ کے خلاف الزامات کا تجزیہ

حضرت عثمانؓ پر جو الزامات عائد کیے گئے ان میں بڑا حصہ سبائی فرقے کا تھا۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ بزرگ صحابہؓ کو معزول کرنے اور اپنے خاندان کے ناتجربہ کار نوجوانوں کو بڑے بڑے عہدے عطا کیے گئے | اس الزام کا تجزیہ کرنے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ الزام بے بنیاد تھا۔ جہاں تک بعض صحابہؓ کی معزولی کا تعلق ہے تو حضرت عمر فاروقؓ نے بھی خالدؓ جیسے عظیم سپہ سالار کو دینی اور ملکی

مصلحتوں کے تحت معزول کردیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے جن صحابہ کرامؓ کو معزول کیا ان کی معقول وجوہات تھیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ کو حضرت عمرؓ کی وصیت کے مطابق معزول کیا گیا تھا۔ ابو موسیٰ کو مقامی عوام کے مطالبے پر حضرت سعدؓ کو بیت المال کی رقم کی واپسی کے سلسلے میں اور عمروؓ بن العاص کو ملکی آمدنی کی مستقل کمی کی وجہ سے معزول کیا گیا تھا۔

۲۔ معزز صحابہؓ سے بدسلوکی اور جلاوطنی | اس سلسلہ میں حضرت ابوذر غفاریؓ کا نام لیا جاتا تھا، حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ وہ اپنی خوشی اور اپنی مرضی سے ربذہ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔

۳۔ بیت المال کا غلط استعمال | حضرت عثمانؓ کا ذاتی مال ہر مشکل میں مسلمانوں کے کام آیا۔ مسلمانوں کے لیے آپؓ نے مدینہ میں صاف پانی کا کنواں خریدا۔ مسجد نبویؐ کی کشادگی کے لیے زمین خود خریدی۔ غرض یہ کہ آپؓ نے بڑھ چڑھ کر اسلام کے لیے اپنی دولت خرچ کی۔ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ آپؓ نے بیت المال کا ناجائز استعمال کیا ہو۔ آپؓ نے اگر کسی کی امداد کی بھی تھی تو اپنی ذاتی دولت سے نہ کہ بیت المال سے۔

۴۔ بنوامیہ کے عمال کا محاسبہ نہیں کیا جانا | یہ الزام بھی حقیقت کے خلاف ہے۔ آپؓ نے حج کے موقع پر تمام عمال کو خصوصی فرمان کے ذریعے بلایا اور لوگوں کو بھی دعوت دی کہ اگر کسی عامل کے خلاف کوئی الزام ہو تو برسر عام بتایا جائے تاکہ اس کے خلاف کارروائی کی جاسکے۔ کسی عامل کے خلاف کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی۔ البتہ اہل کوفہ کے مطالبے پر سعیدؓ بن العاص کو معزول کرکے ابو موسیٰؓ اشعری کو وہاں کا عامل مقرر کیا گیا۔

۵۔ قرآن پاک کی نقول کو جلانا | عرب میں عربی زبان مختلف لہجوں میں پڑھی جاتی تھی۔ اس طرح قرآن پاک بھی مختلف لہجوں میں پڑھا جانے لگا۔ حضرت عثمانؓ نے سوچا کہ کہیں یہ لہجے بڑھ کر کوئی اور صورت اختیار نہ کرلیں اور ایک قرآن کے بجائے کئی قرآن نہ بن جائیں۔ چنانچہ آپؓ نے ایک عام فہم لہجے میں لکھے ہوئے قرآن کے علاوہ باقی

تمام نسخوں کو جلا دینے کا حکم دے دیا اور تمام ملت اسلامیہ میں صرف اسی ایک لہجے میں قرآن پڑھنے کے احکامات صادر کیے تاکہ کسی قسم کا اختلاف پیدا نہ ہو۔

۶۔ **البقیع کی چراگاہ کا مخصوص کرنا** یہ چراگاہ دراصل حضرت عمرؓ کے دور ہی میں بیت المال کے مویشیوں کے لیے مخصوص کردی گئی تھی۔ حضرت عثمانؓ پر یہ الزام لگانا کہ انھوں نے عام لوگوں کو اس سے فائدہ اٹھانے سے روک دیا تھا، بالکل بے بنیاد اور غلط ہے۔

۷۔ **حکم بن عاص کی جلاوطنی** حکم بن عاص کو نبی کریمؐ نے مدینہ سے جلاوطن کردیا تھا لیکن حضرت عثمانؓ نے آپؐ کے آخری ایام میں آپؐ سے حکم بن عاص کی جلاوطنی منسوخ کرالی تھی اور اسے مدینہ آنے کی اجازت مل گئی تھی۔ عام لوگوں کو اس حقیقت کا پتہ نہیں تھا۔ باغیوں نے اس واقعہ کو خوب بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور حضرت عثمانؓ کے خلاف جھوٹا الزام لگا کر نفرت پھیلاتے رہے۔

بغاوتیں اور شہادت سبائی تحریک نے جب قدم جمالیے تو جگہ جگہ اس کا چرچا ہونے لگا۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو عبداللہ بن سبا نے بصرہ سے اپنی تحریک کا آغاز کیا۔ عبداللہ بن عامر والئ بصرہ کو جب پتہ چلا تو اس نے اسے بصرہ سے نکال دیا۔ وہاں سے ابن سبا کوفہ پہنچا۔ وہاں سے بھی نکالا گیا تو مصر جا پہنچا اور وہاں اپنے زہریلے پراپیگنڈے کو خوب پھیلایا۔ ان حالات کا جب حضرت عثمانؓ کو پتہ چلا تو آپؓ نے معتبر صحابہ کرامؓ اور عمال کو مدینہ بلایا تاکہ باہمی مشورے سے اس کا سد باب کیا جائے۔ سب نے متفقہ طور پر اس فرقے کو سختی کے ساتھ ختم کرنے کا مشورہ دیا لیکن حضرت عثمانؓ تشدد اور خون خرابہ پسند نہیں کرتے تھے، اس لیے سختی کے حق میں نہ تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے شام جانے کا مشورہ دیا لیکن آپ نے قرب رسولؐ کو ترجیح دے کر انکار کردیا۔

سبائیوں کا پروگرام یہ تھا کہ جونہی عمال واپس جائیں تو فتنہ برپا کردیا جائے، لیکن اس میں کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی۔ پھر انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کچھ وفود کوفہ، بصرہ اور مصر

سے مدینہ جائیں اور ظاہر کریں کہ وہ عمال کے خلاف شکایات پیش کرنے جارہے ہیں۔ مدینہ پہنچنے پر حضرت عثمانؓ نے ان کی شکایات کو بڑے غور سے سنا اور تفصیلاً جواب دیئے۔ حضرت عثمانؓ چاہتے تو انھیں قتل کروا دیتے لیکن وہ شرعی حدود کے بغیر یہ کارروائی نہیں کرنا چاہتے تھے اس سال یہ لوگ واپس چلے گئے۔ دوسرے سال دوبارہ آئے۔ حضرت علیؓ اور دوسرے معتبر صحابہ کرامؓ کے سمجھانے پر یہ لوگ چلے گئے لیکن تیسرے دن پھر واپس آگئے اور پوچھنے پر بتایا کہ ہمیں ایک سرکاری ہرکارے سے حضرت عثمانؓ کا ایک خط ملا ہے جس میں حاکم مصر سے ہمارے قتل کرنے اور سخت سزائیں دینے کا کہا گیا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھاکر اس قسم کے کسی خط سے لاعلمی کا اظہار کیا لیکن سبائیوں نے ایک نہ سنی اور آپؓ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ یہ محاصرہ چالیس دن تک رہا۔ تیس دن تک آپ نماز پڑھاتے رہے۔ پھر سبائیوں نے آپؓ کو مسجد میں آنے سے منع کردیا۔ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور دوسرے صحابہؓ نے مقابلہ کرنے کا کہا لیکن آپؓ نے منع فرمایا اور ان سب کو واپس بھیج دیا۔ محاصرے کے اٹھارویں روز آپؓ کا کھانا پینا بھی بند کردیا گیا۔ حضرت ام حبیبہؓ ام المومنین کو بھی آپؓ کے پاس جانے سے روک دیا گیا۔ آخر سبائیوں نے سوچا کہ اسلامی فوجیں اگر مدینہ پہنچ گئیں تو انھیں اپنے مکروہ عزائم میں ناکامی ہوگی، اس لیے وہ مکان کے عقب سے اندر داخل ہوئے۔ ان کے گروہ کے ایک ظالم نے حضرت عثمانؓ پر تلوار سے حملہ کردیا۔ حضرت نائلہؓ نے حملہ رکوانے کی کوشش کی جس سے آپؓ کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ سبائیوں نے آپؓ پر دوبارہ وار کیے اور اس طرح آپؓ شہید ہوگئے۔ کچھ غلاموں نے مزاحمت کی لیکن بے سود ثابت ہوئی۔ آپؓ کی لاش تین دن تک بے گوروکفن پڑی رہی۔ تیسرے دن چپکے سے آپؓ کو دفن کرکے قبر کے نشانات بھی مٹادیئے گئے تاکہ سبائی آپ کی مزید بے حرمتی نہ کریں۔

شہادت کے اثرات حضرت عثمانؓ نے اپنی جان تو دے دی لیکن اپنی طرف سے مدینہ میں تشدد کا آغاز نہ ہونے دیا۔ آپؓ نے شہادت سے قبل باغیوں سے مخاطب ہوکر

فرمایا تھا کہ اگر تم نے مجھے شہید کرلیا تو قیامت تک نہ اکٹھے نماز پڑھ سکو گے اور نہ جہاد کر سکو گے۔ آپؓ کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی۔ آپؓ کی شہادت سے ملتِ اسلامیہ کا شیرازہ ایسا بکھرا کہ آج تک مسلمان ایک نہ ہو سکے اور مختلف حصوں میں تقسیم ہوتے گئے۔ آپؓ کی شہادت تاریخِ اسلام کا انتہائی دردناک واقعہ ہے۔ آپؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کی تلواریں ایک دوسرے کے خلاف ٹکرانے لگیں۔ خانہ جنگی کا ایسا سلسلہ شروع ہوا جس نے ملتِ اسلامیہ کی جڑوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا۔

سیرت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عثمانؓ نے اپنی دولت اسلام کے لیے وقف کردی تھی۔ مدینہ کا مشہور کنواں رومہ آپؓ نے آٹھ ہزار دینار میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کردیا تھا۔ تمام غزوات میں آپؓ نے دل کھول کر چندہ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے مشیر خاص رہے۔ صلح حدیبیہ میں آپؓ کو حضورؐ نے سفیر بناکر بھیجا۔ آپ حیاوشرم کے لیے بہت مشہور تھے۔ عقلمندی، زہد، تقویٰ، پرہیزگاری اور تواضع میں آپؓ کو اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ عدل وانصاف کے معاملے میں آپؓ کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کی روایات کو برقرار رکھا۔ ان میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں کی گئی۔ آپؓ نے رومیوں کے حملوں کی وجہ سے بحری فوج میں اضافہ کیا۔ اس سے فتوحات میں بھی اضافہ ہوا۔ رومیوں کو بھی دبا دیا گیا۔ مسجد نبوی کو وسیع کرنا آپ کا بہت بڑا کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی تعمیر میں چونا اور پتھر استعمال کیا گیا۔ آپؓ کو حضورؐ سے بہت زیادہ عقیدت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپؓ نے جان تو دے دی لیکن مدینہ کو نہ چھوڑا۔ تشدد کا آغاز نہ کیا۔ قرآن کو لغت قریش کے مطابق ترتیب دے کر وسیع پیمانے پر اشاعت کرنا آپؓ کا بہت بڑا کارنامہ تصور کیا جاتا ہے۔ آپؓ نے عربی کے لیے وہ مخصوص لہجہ منتخب کیا جو آج تک قائم ہے۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکی۔ آپؓ دولت مندی کی وجہ سے "غنی" کے لقب سے مشہور تھے۔ آپؓ نے اپنی دولت مسلمانوں کی بہتری اور مدد کے لیے استعمال کی۔

مشقی سوالات

۱۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے اسباب کیا تھے؟ اس سانحہ کے نتائج سپرد قلم کیجیے۔

۲۔ حضرت عثمانؓ کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟ ان کا نتیجہ کیا نکلا؟

۳۔ حضرت عثمانؓ پر لگائے گئے الزامات کا تجزیہ کیجیے۔

۴۔ سبائی فرقے کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟ اس کی سرگرمیوں کا مفصل حال تحریر کریں۔

۵۔ خالی جگہیں پُر کریں:

(i) ______ نے حضرت عثمان کو چھڑانے کی کوشش کی۔

(ii) حضرت عثمانؓ اپنی دولت مندی کی وجہ سے ______ کے لقب سے مشہور تھے۔

(iii) حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کو ______ میں سفیر بنا کر بھیجا۔

۶۔ ہاں/نہیں میں جواب دیجیے۔

(۱) عبداللہ بن سبا نو مسلم یہودی تھا۔ ہاں/نہیں

(۲) حضرت عثمانؓ نے تحقیقاتی کمیشن قائم کیا تھا۔ ہاں/نہیں

(۳) عمار بن یاسر کو باغیوں نے اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ ہاں/نہیں

(۴) حضرت عمرؓ نے سرداران قریش پر مدینہ سے باہر جانے پر پابندی لگائی تھی۔ ہاں/نہیں

(۵) حضرت عثمانؓ کے دور حکومت میں بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان رقابت کی آگ بڑھ چکی تھی۔ ہاں/نہیں

(۶) حضرت ابوذر غفاریؓ مدینہ سے باہر قیام پذیر نہیں ہوئے۔ ہاں/نہیں

(۷) ابو موسیٰ کو مقامی عوام کے مطالبے پر معزول کیا گیا تھا۔ ہاں/نہیں

(۸) عمرو بن العاصؓ کو ملکی آمدنی کی کمی کی وجہ سے معزول کیا گیا تھا۔ ہاں/نہیں

(۹) عرب میں عربی مختلف لہجوں میں پڑھی جاتی تھی۔ ہاں/نہیں

(۱۰) حکم بن عاص کو حضورؐ نے مدینہ سے جلاوطن کیا تھا۔ ہاں/نہیں

(۱۱) حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ ۴۰ دن تک جاری رہا۔ ہاں/نہیں

گیارہواں باب

حضرت علیؓ بن ابی طالب
(۳۵ھ تا ۴۰ھ)

تعارف۔ انتخاب۔ بیعت خلافت
جنگ جمل۔ جنگ صفین

تعارف حضرت علیؓ نبی کریمؐ کے چچا حضرت ابو طالب کے صاحبزادے تھے۔ حضرت ابوطالب نے زندگی کے آخری دم تک آپؐ کا ساتھ دیا۔ حضور نبی کریمؐ نے جب بنو ہاشم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو سب سے پہلے حضرت علیؓ نے اسلام قبول کیا، جن کی پرورش بھی آپؐ کے زیر سایہ ہوئی۔ آپؓ کی شادی نبی کریمؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے ہوئی۔ آپؓ نے غزوات میں ہمیشہ بہادری کے جوہر دکھائے۔ ہجرت کے وقت نبی کریمؐ نے آپؓ کو اپنے بستر پر لٹایا تھا۔ نبی کریمؐ تمام خطوط اور عہد نامے آپؓ سے تحریر کرواتے تھے۔ آپؓ خلفائے راشدین کے دور میں مشیر خاص رہے۔

انتخاب باغیوں نے آپؓ کو خلیفہ بننے کی درخواست کی تھی، لیکن آپؓ نے انھیں جھڑک کر صاف انکار کر دیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد چھ دن تک مدینہ میں افراتفری پھیلی رہی۔ آخر باغیوں نے اعلان کیا کہ اگر دو دن میں خلیفہ کا انتخاب نہ ہو سکا تو وہ مزید اہم شخصیتوں کو شہید کر دیں گے۔ انصار اور مہاجرین کے بزرگ صحابہ کرامؓ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خلافت قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ امیر کے بجائے وزیر ہونا پسند کروں گا لیکن صحابہؓ کے سخت اصرار پر آپؓ نے

خلافت قبول کرلی اور بیعت کا سلسلہ شروع ہوگیا اور آپ چوتھے خلیفہ منتخب ہوئے اس کے بعد عام بیعت ہوئی۔

حضرت علیؓ کی مشکلات حضرت علیؓ خلیفہ تو منتخب ہوگئے لیکن آپؓ کو چاروں طرف سے مشکلات نے گھیر لیا۔ ہر طرف قصاص عثمانؓ کا نعرہ لگنے لگا۔ حضرت علیؓ نے خلیفہ بنتے ہی تمام عثمانی عمال کو معزول کردیا۔ آپؓ کو صحابہ کرامؓ نے ایسا کرنے سے منع کرنے کی کوشش کی لیکن آپؓ نے احکامات جاری کردیے۔ اس اقدام سے آپؓ کی مشکلات میں مزید اضافہ ہوگیا۔ باقی صوبوں پر تو قابو پالیا گیا لیکن شام کی صورت حال انتہائی خراب ہوگئی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے آپؓ کی بیعت کرنے اور اپنی معزولی سے صاف انکار کردیا امیر معاویہؓ حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتہ، حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں جامع مسجد دمشق میں رکھ کر لوگوں کو قصاص عثمانؓ پر آمادہ کرنے لگے۔ حضرت علیؓ کو جب ان حالات کا پتہ چلا تو آپ نے شام پر لشکر کشی کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اسی دوران آپ کو حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے متعلق پتہ چلا کہ انھوں نے بصرہ پر قبضہ کرلیا ہے تو آپؓ نے پہلے بصرے کا رُخ کیا۔

جنگ جمل حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت حضرت عائشہؓ مکہ میں تھیں۔ جب آپؓ کو اس سانحہ کا پتہ چلا تو آپ کو بہت دکھ ہوا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ سے مطالبہ کیا کہ حضرت عثمانؓ کا قصاص فوراً لیا جائے۔ حضرت علیؓ کے لیے ایسا کرنے میں دو مشکلات تھیں۔ پہلی مشکل یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا عینی گواہ کوئی نہ تھا۔ حضرت نائلہؓ ضعیف العمر تھیں۔ آپؓ کی بینائی کمزور تھی اس لیے آپؓ کسی کو نہ پہچان سکیں۔ دوسری مشکل یہ تھی کہ ملت اسلامیہ افراتفری اور انتشار کا شکار تھی۔ حضرت علیؓ کا قاتلین پر کوئی قابو نہ تھا، اس لیے حضرت علیؓ نے فرمایا، "کہ اتنا موقع دیا جائے کہ ملت اسلامیہ کے حالات درست ہوجائیں۔ نظم و ضبط قائم ہوجائے تو پھر لازماً قاتلین کو سزادی جائے گی۔ اس سلسلے میں مجھے بھی تشویش ہے۔" حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ مطمئن نہ ہوئے اور مکہ چلے آئے۔ یہاں پر لوگوں کو قصاص عثمانؓ پر آمادہ

کر کے بصرہ کی جانب روانہ ہوئے۔ بصرہ کے علوی حاکم عثمان بن حنیف کو شکست دے کر بصرہ پر قبضہ کرلیا۔ حضرت علیؓ کو جب ان حالات کا پتہ چلا تو آپؓ شام کے بجائے بصرہ کی جانب روانہ ہوئے۔ کوفہ کی فوج بھی آپ کی مدد کے لیے پہنچ گئی۔ دونوں طرف سے مذاکرات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مذاکرات کامیاب ہوگئے۔ صبح صلح کا اعلان ہونے والا تھا۔ سبائیوں کو اس صورتحال میں اپنی تباہی نظر آئی۔ رات کو حضرت عائشہؓ کی فوج پر اچانک حملہ کردیا اور مشہور کردیا کہ حضرت علیؓ کی طرف سے حملہ ہوا ہے۔ جنگ شروع ہو گئی۔ تاریخِ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں کی تلواریں آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ٹکرائیں۔ حضرت طلحہؓ کے پاؤں میں تیر لگا۔ وہ بصرہ چلے گئے اور خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے وہاں پر ہی انتقال کر گئے۔ ابن اثر کے مطابق حضرت زبیرؓ میدانِ جنگ سے نکل گئے تھے۔ عمار بن یاسر وار کرتے رہے۔ آخر آپ وادی السباع میں پہنچے اور ابن جرموز نے نماز میں شہید کردیے۔ حضرت علیؓ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور جہنم کی بشارت دی۔ ابن جرموز نے خودکشی کرلی۔ حضرت عائشہؓ اونٹنی پر سوار تھیں، اس لیے یہ جنگ تاریخ میں جنگِ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عائشہؓ کی اونٹنی کے گرد لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ آخر میں حضرت علیؓ نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹنے کا حکم دیا۔ جنگ پر قابو پالیا گیا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کو بڑے احترام کے ساتھ ان کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا۔ اس جنگ کے بعد حضرت علیؓ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنالیا۔

جنگ صفین | حضرت علیؓ جب جنگ جمل سے فارغ ہوئے تو آپؓ نے ایک دفعہ پھر حضرت امیر معاویہؓ سے بیعت لینے کی کوشش کی، لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر آپ ۹۰ ہزار عراقی فوج لے کر روانہ ہوئے۔ نخیلہ کے مقام پر قیام فرمایا۔ جب حضرت امیر معاویہؓ کو پتہ چلا تو آپ ساٹھ ہزار شامیوں کو لے کر آگے بڑھے اور دریائے فرات کے ساحل پر خیمہ زن ہوئے۔ دونوں طرف سے سنجیدہ صحابہ کرامؓ جنگ کو روکنے کی کوشش کرتے رہے لیکن آخر کار جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ میں تقریباً ۴۵ ہزار شامی اور ۲۵ ہزار عراقی کام آئے۔ آخر لیلۃ الھریر کا فیصلہ کن معرکہ پیش آیا۔ عراقی فوج کا پلڑا بھاری رہا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے جب دیکھا کہ شکست یقینی ہوگئی تو حضرت عمرو بن العاصؓ کے مشورے سے ایک نئی چال چلی۔ صبح کے وقت نیزوں پر قرآن پاک اٹھا کر شامی آگے بڑھے۔ حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو کافی سمجھایا لیکن انھوں نے صاف انکار کردیا۔ مجبوراً جنگ بند کرنی پڑی۔ مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا۔ دونوں طرف سے ثالث مقرر کرنے کی تجویز پیش کی گئی۔ حضرت علیؓ ثالث مقرر کرنے کے حق میں نہیں تھے لیکن مجبوراً تجویز کو تسلیم کرلیا۔ حضرت علیؓ کی طرف سے آپؓ کی مرضی کے خلاف ابو موسیٰ اشعری کو ثالث مقرر کیا گیا۔ یہ انتہائی سادہ دل اور پاک طینت بزرگ تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے عمرو بن العاصؓ ثالث مقرر ہوئے۔ یہ ہوشیار اور بہت سمجھ دار تھے۔ حضرت علیؓ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو مقرر کرنا چاہتے تھے۔ آخر فیصلہ سنانے کا وقت آیا۔ عبداللہ بن عباس نے ابو موسیٰ کو قبل از وقت خطرے سے آگاہ کردیا تھا لیکن انھوں نے اسے اہمیت نہ دی۔ عمروؓ نے ابو موسیٰؓ سے کہا کہ آپؓ بزرگ ہیں آپ فیصلہ پہلے سنائیں۔ حقیقۃً فیصلہ یہ تھا کہ دونوں کو یعنی حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کو معزول کردیا جائے اور مسلمانوں کو نیا خلیفہ منتخب کرنے کا حق دیا جائے۔" حضرت ابو موسیٰؓ نے دومۃ الجندل میں پہلے اپنا فیصلہ سنایا۔ اس کے بعد عمرو بن العاصؓ نے لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ ابو موسیٰ نے حضرت علیؓ کو معزول کردیا ہے۔ میں حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کا اعلان کرتا ہوں۔ اس اعلان سے مزید افراتفری پیدا ہوگئی۔ حضرت علیؓ نے دوبارہ جنگ کی تیاریاں شروع کردیں۔ اسی دوران خارجیوں کی شورشوں کا پتہ چلا تو آپؓ ان کی طرف متوجہ ہوگئے۔

خوارج (خارجی) حضرت علیؓ بذات خود ثالثوں کے حق میں نہ تھے۔ مجبوراً آپؓ نے اس تجویز کو مان لیا تھا۔ لیکن ان لوگوں میں ہی ایک گروہ نے نعرہ لگایا "لا حکم الا اللہ" (اللہ کے بغیر کسی کا حکم نہیں مانیں گے)۔ یہ لوگ عبداللہ بن وہب راسبی کی سرکردگی میں حرورہ چلے گئے۔ یہ لوگ ثالثوں کے خلاف تھے۔ یہ تاریخ میں خارجی کہلاتے ہیں۔ ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔

جنگ نہروان حضرت علیؓ نے جنگ صفین کے بعد خارجیوں کو لکھا کہ ہم نے ثالثوں

کا فیصلہ رد کردیا ہے۔ اب ہماری مدد کریں۔ خارجیوں نے صاف انکار کردیا بلکہ اپنی سرگرمیاں مزید تیز کردیں۔ جب حضرت علیؓ کو پتہ چلا تو آپ نہروان کی طرف چل پڑے۔ وہاں پر پہنچ کر آپؓ نے مطالبہ کیا کہ قاتلین کو ان کے حوالے کیا جائے۔ سب خارجی اپنے آپ کو قاتلین کہتے تھے۔ حضرت علیؓ نے ابوایوبؓ کو سفید جھنڈا دے کر روانہ کیا۔ کئی لوگ جھنڈے کے نیچے آگئے۔ ان کو امان دی گئی۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی۔ اس کی ابتدا بھی خارجیوں کی طرف سے ہوئی۔ خارجی بڑی بہادری سے لڑے لیکن آخر کار شکست کھائی۔ ان کے سردار عبداللہ بن وہب، زید بن حصین اور مرقوص بن زبیر وغیرہ مارے گئے۔ خارجیوں کی طاقت ختم ہوگئی۔

اثرات اس جنگ سے خارجیوں کی طاقت تو ختم ہوگئی، لیکن حضرت علیؓ کی فوج حوصلہ ہار گئی اور ہتھیار کم ہونے کا بہانہ کرکے لشکر سے علیحدہ ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ آپؓ کے ساتھ صرف ایک ہزار آدمی رہ گئے اور آپؓ کو کوفہ واپس لوٹنا پڑا۔

حضرت امیر معاویہؓ کا مصر پر قبضہ حضرت علیؓ نے مصر کے عثمانی عامل کو معزول کرکے قیس بن سعد انصاری کو مقرر کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اسے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی، لیکن یہ حضرت علیؓ کے نام پر بیعت لینے میں کامیاب ہوگیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے مشہور کردیا کہ سعد ان کے ساتھ مل گیا ہے۔ حضرت علیؓ بھی اس سے متاثر ہوئے۔ دونوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ سعد مستعفی ہوگئے اور ان کی جگہ محمد بن ابوبکر کو جانشین مقرر کیا گیا۔ یہ کمسن اور ناتجربہ کار تھے۔ حالات پر قابو نہ پاسکے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان حالات سے خوب فائدہ اٹھایا۔ عمرو بن العاص کو چھ ہزار فوج دے کر روانہ کیا۔ محمد بن ابوبکرؓ نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور مصر پر حضرت امیر معاویہؓ کا قبضہ ہوگیا۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ نے حجاز، عراق اور جزیرہ میں بھی فوجی دستے بھیجے۔ مکہ و مدینہ پر بھی قبضہ کرلیا گیا۔ جب حضرت علیؓ کو ان حالات کا پتہ چلا تو انھوں نے وہب بن مسعود کو چار ہزار فوج دے کر روانہ کیا۔ شامی بھاگ گئے۔ مکہ مدینہ پر حضرت علیؓ کا قبضہ ہوگیا۔ اس انتشار سے

فائدہ اٹھا کر فارس اور کرمان کے صوبے خود مختار ہو گئے۔

بقول معراج الدین (تیس سالہ خلافت راشدہ) حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں خانہ جنگیوں سے تنگ آ چکے تھے۔ چنانچہ دونوں کے درمیان یہ فیصلہ ہوا کہ شام اور مصر کے علاقے حضرت امیر معاویہؓ کے پاس رہے اور عراق، ایران کے علاقے حضرت علیؓ کے پاس رہے۔ اس طرح خانہ جنگیوں کا یہ طویل سلسلہ ختم ہوا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو آزاد چھوڑ دیا گیا۔ یعنی جو علاقے جس کے قبضے میں تھے اسی کے پاس رہنے دیے گئے۔

شہادت جنگ نہروان کے بعد خوارج خاموش ہو گئے لیکن انتقام کی چنگاری سلگتی رہی۔ آخر تین خارجیوں نے مصمم ارادہ کیا کہ حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو ۱۷ رمضان المبارک کی فجر کو نماز کے وقت شہید کر دیا جائے۔ یہ تین عبدالرحمٰن بن ملجم حمیری، برک بن عبداللہ تمیمی، اور عمرو بن بکر تمیمی تھے۔ ابن ملجم کو ایک عورت نے بھی ترغیب دی تھی بلکہ اس کے ساتھ اپنے نکاح کی شرط یہ رکھی کہ حضرت علیؓ کو شہید کیا جائے۔ چنانچہ ابن ملجم نے فجر کے وقت حضرت علیؓ پر تلوار کا وار کر دیا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ابن ملجم کو بھی قتل کر دیا گیا۔ برک نے امیر معاویہؓ پر وار کیا لیکن ناکام رہا۔ عمرو بن العاص اس دن مسجد نہ گئے۔ ان کی جگہ ایک دوسرا شخص قتل کر دیا گیا۔

حضرت علیؓ کی سیرت حضرت علیؓ نے بچپن ہی سے حضورؐ کے زیر سایہ تربیت حاصل کی۔ آٹھ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ ہجرت کی رات حضورؐ نے آپؓ کو اپنے بستر پر لٹایا۔ آپؓ کی شادی حضورؐ کی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے ہوئی۔ حضرت علیؓ کی سب سے بڑی خوبی آپؓ کی شجاعت اور بہادری ہے۔ آپؓ نے بڑے بڑے معرکوں میں حصہ لیا اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ آپؓ کے نام سے بڑے بڑے طاقتور لوگ بھی کانپ اٹھتے تھے۔ آپؓ کی تلوار کی کاٹ ضرب المثل بن چکی تھی۔ آپؓ سوائے غزوۂ تبوک کے تمام غزوات میں حضورؐ کے ساتھ رہے۔ شجاعت اور بہادری کے ساتھ ساتھ آپؓ بہت

بڑے عالم اور فقیہ بھی تھے۔ حضورؐ نے فرمایا، "میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔" آپؓ کے خطبات میں اعلیٰ درجہ کی بلاغت، فصاحت اور خوش بیانی ملتی ہے۔ حضورؐ کی طرف سے خطوط اور عہد نامے آپؓ ہی تحریر کیا کرتے تھے۔ آپؓ کا دور حکومت خانہ جنگی کا دور کہلاتا ہے، اس کے باوجود آپ نے نظام حکومت کو بہتر بنانے کی کوشش کی۔ محکمہ مال میں کافی تبدیلیاں کی گئیں۔ فوجی چھاؤنیوں کی تعداد بڑھادی گئی۔ بیت المال کی اصلاح کی گئی۔ اس سے بیت المال کی آمدنی میں کافی اضافہ ہوا۔ احتساب کا عمل زوروں پر تھا۔ آپؓ نے ذمیوں کے حقوق پر خصوصی توجہ دی۔ محکمہ پولیس کو جدید بنیادوں پر استوار کیا گیا۔ یہ شرطہ کہلاتی تھی۔ اس کے سربراہ کو صاحب شرطہ کہا جاتا تھا۔ عدل و انصاف کے معاملے میں کسی کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں کی جاتی تھی۔ بڑے سے بڑا آدمی بھی سزا سے نہیں بچ سکتا تھا۔ پولیس منڈیوں کی دیکھ بھال بھی کرتی تھی۔

حضرت امام حسن ابن علیؓ
(۴۰ھ تا ۴۱ھ)

تعارف آپؓ کا نام حسن تھا۔ کنیت ابو محمد تھی۔ آپؓ کی شکل و صورت حضورؐ سے بہت مشابہ تھی۔ رمضان ۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ تقریباً ۸ سال تک حضورؐ نے آپ کی پرورش کی۔ حضرت عثمانؓ کی مدافعت میں آپ پیش پیش تھے۔ جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ رہے۔

خلافت حضرت علیؓ پر جب قاتلانہ حملہ کیا گیا اور آپ کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو آپؓ سے حضرت حسنؓ کی جانشینی کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپؓ نے فرمایا، "میں نہ حکم دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں۔ تم لوگ اسے زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔" حضرت علیؓ نے جانشینی کا فیصلہ عام مسلمانوں پر چھوڑ دیا، یعنی وہ جسے چاہیں خلیفہ منتخب کرلیں۔ چنانچہ متفقہ طور پر

حضرت امام حسنؓ کو خلیفہ منتخب کرلیا گیا۔ سب سے پہلے قیس بن سعد انصاری نے بیعت کی۔ رمضان ۴۰ ہجری میں آپؓ مسند خلافت پر بیٹھے۔ حضرت امام حسنؓ بڑے نرم خو، متحمل مزاج، صلح جو اور امن پسند تھے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے فوراً عراق پر فوج کشی کردی۔ ان کی فوج عین التمر سے ہوتی ہوئی مدائن کی طرف بڑھنے لگی۔ جب حضرت امام حسنؓ کو اطلاع ملی تو آپ نے قیس بن سعدؓ کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا اور پیچھے پیچھے خود بھی روانہ ہوگئے۔ مختلف معرکوں میں کافی خونریزی ہوئی۔

مصالحت اور دستبرداری حضرت امام حسنؓ کے پاس کافی فوج تھی جو ان کے اشارے پر کٹ مرنے کے لیے تیار تھی، لیکن آپؓ مسلمانوں کے خون سے خلافت حاصل کرنا نہیں چاہتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد خونریزی کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ ابھی تک جاری تھا۔ امن و امان ختم ہوچکا تھا۔ چنانچہ آپؓ نے چند شرائط پر دستبرداری کا اعلان کردیا۔ حضرت امام حسنؓ نے فرمایا، "لوگو! داناﺋیوں میں سب سے بڑی دانائی تقویٰ ہے۔ یہ امر (خلافت) ہمارے اور معاویہ کے درمیان متنازعہ ہے۔ یا وہ اس کے واقعی حقدار ہیں یا میں ہوں۔ دونوں صورتوں میں حضور نبی کریمؐ کی امت کی اصلاح اور تم لوگوں کی خونریزی سے بچنے کے لیے میں اس سے دستبردار ہوتا ہوں۔"

مدینہ میں قیام دستبرداری کے بعد آپؓ کوفہ سے مدینہ چلے آئے۔ باقی زندگی اسی شہر میں گذاری۔ آپؓ نے تقریباً ۶ ماہ خلافت کی۔ بعد میں قیس بن سعد نے بھی چند شرائط پر حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کرلی۔ اس سے بہت مفید نتائج سامنے آئے۔ خونریزی کا سلسلہ بند ہوگیا۔ خانہ جنگی سے اسلامی حکومت کافی کمزور ہوچکی تھی۔ اب دن بدن مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی۔

وفات حضرت امام حسنؓ دستبرداری کے ۹ سال بعد ۵۰ ہجری میں اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپؓ کی بیوی جعدہ نے آپؓ کو زہر دے دیا تھا۔ زہر بہت ہی سخت تھا۔ فوراً اثر کیا۔ حضرت امام حسینؓ کو بلا کر واقعہ بیان کیا۔ آپؓ نے زہر دینے

والے کا نام پوچھا۔ حضرت امام حسنؓ نے فرمایا نام پوچھ کر کیا کرو گے۔ آپؓ نے فرمایا قتل کروں گا۔ فرمایا اگر میرا گمان صحیح ہے تو اللہ بہتر بدلہ لینے والا ہے۔ اور اگر غلط ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی ناکردہ گناہ کی سزا پائے۔ زہر خوری کے تیسرے دن آپؓ انتقال کر گئے۔ سعید بن العاص والئ مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی ماں حضرت فاطمہؓ کے پہلو میں دفن کر دیے گئے۔ آپؓ کی وفات سے سارے شہر میں صف ماتم بچھ گئی۔ حضرت ابوہریرہؓ رو رو کر پکار رہے تھے، "لوگو! آج خوب رو لو کہ حضورؐ کا محبوب دنیا سے اٹھ گیا ہے۔" حضرت امام حسنؓ صورت اور سیرت دونوں میں حضورؐ کی تصویر تھے۔ مسلمانوں میں آپس کی خونریزی کو روکنے کے لیے خلافت سے دستبرداری آپؓ کا عظیم الشان کارنامہ تصور کیا جاتا ہے۔

خلافت راشدہ

حضرت ابو بکرؓ سے لے کر حضرت علیؓ تک کا دور خلافت راشدہ کہلاتا ہے۔ یہ تقریباً تیس سال کا دور ہے۔ خلافت کی بنیاد مذہب پر ہوتی ہے۔ خلیفہ کے لیے لازمی ہوتا ہے کہ وہ قرآن اور سنت کے مطابق حکومت کرے۔ اس کی اطاعت بھی اس وقت تک لازمی ہوتی ہے جب تک وہ قرآن اور سنت کے مطابق زندگی گزارتا ہے۔ اس تیس سالہ دور حکومت میں صحابہ کرامؓ نے قرآن اور سنت نبوی کے مطابق حکومت کی۔ اس دور میں شاہانہ شان و شوکت کا نام و نشان نہیں ملتا۔ وہ اپنے آپ کو لوگوں کا خادم تصور کرتے تھے۔ ان کی زندگی عوامی زندگی تھی۔ اس میں کسی قسم کا تکلف نہیں تھا۔ ان کا کھانا پینا، لباس اور رہائش انتہائی سادہ ہوتے تھے۔ انھوں نے اپنے لیے کسی قسم کے محلات تعمیر نہیں کروائے۔ کوئی باڈی گارڈ نہیں رکھے۔

انصاف کے سلسلے میں کسی قسم کی رعایت نہیں کی جاتی تھی۔ قاضی خلیفہ کو بھی عام آدمی کی طرح اپنی عدالت میں بلا سکتا تھا اور اس کو ملزموں کے ساتھ کھڑا کیا جاتا تھا۔ حکومت کے تمام اہم فیصلے مجلس شوریٰ میں طے کیے جاتے تھے۔ مجلس شوریٰ میں معزز اور معتبر صحابہ کرام شامل تھے۔ بلکہ کئی دفعہ عام لوگوں سے بھی رائے لی جاتی۔ خلافت راشدہ کی

روح جمہوریت پر قائم تھی۔ یہاں تک کہ ایک آدمی کھڑا ہو کر خلیفۂ وقت پر سرعام اعتراض کر سکتا تھا اور خلیفہ لوگوں کے سامنے اس کے اعتراض کا تسلی بخش جواب دے کر اسے مطمئن کرتا۔ خلیفہ رات دن لوگوں کے آرام و سکون کے لیے سوچتا رہتا۔ بلکہ رات کو گلیوں میں بذات خود گشت کرتا۔ محتاجوں کے لیے کھانے پینے کا سامان اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے جاتا۔ غلام اگر سامان اٹھانے کے لیے کہتا تو اسے جواب دیتا، "کیا قیامت کے دن میرا بوجھ تم اٹھاؤ گے؟" نظامِ حکومت تقریباً وہی رہا جو حضرت عمرؓ نے اپنایا تھا کیونکہ خلافت سے پہلے بھی آپؓ مشیر خاص تھے۔ بیت المال کو عوام کی امانت تصور کیا جاتا تھا۔ خلیفہ بیت المال ذاتی اخراجات کے لیے استعمال نہیں کرتا تھا بلکہ اسے صرف عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جاتا تھا۔ خلافت راشدہ کے چیدہ چیدہ واقعات، خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ **جمہوریت اور مشاورت** خلفائے راشدین کا تیس سالہ دور حقیقی جمہوریت کا دور تھا۔ خلفاء کا انتخاب جمہوری طریقے سے کیا جاتا تھا۔ ہر آدمی کو رائے دینے کا حق تھا۔ عوام میں اتنا جمہوری شعور پیدا کیا گیا کہ ایک عام آدمی بر سرعام خلیفہ پر تنقید کر سکتا تھا۔ خلیفہ اسے جیل میں ڈالنے کی بجائے اسے مطمئن کرتا تھا۔ خلفائے راشدین نے عملی طور پر ثابت کیا کہ خلیفہ عوام کا حاکم نہیں بلکہ خادم ہوتا ہے۔ جب عوام نیند کی گہری وادیوں میں ہوتے تو خلیفہ ان کی رکھوالی کے لیے گلیوں میں گشت میں مصروف ہوتا تھا۔ بھوکوں کے لیے آٹا خود اٹھا کر لے جاتا تھا، کیونکہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ سمجھتا تھا۔ خلافت میں سب سے مشکل کام یہی تھا۔ حکومت کے تمام کام صحابہ کرامؓ کے مشوروں سے کیے جاتے تھے اگر کوئی مسئلہ مجلس شوریٰ میں طے نہ ہوتا تو اس پر عام لوگوں کی رائے لی جاتی تھی۔

فلاحی مملکت حضرت عمرؓ نے فرمایا، "خدا کے نزدیک سب سے زیادہ خوش نصیب وہ حاکم ہے جس کے ذریعے رعایا خوش ہو اور سب سے بدبخت حاکم وہ ہے جس کے ذریعے رعایا بدحال ہو۔"

خلفائے راشدین کا مقصد اقتدار نہیں تھا بلکہ عوام کی خدمت تھا۔ انھوں نے لوگوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی ترغیب دی۔ عوام میں زہد و تقویٰ پیدا کیا۔ نفرتوں کو مٹا کر پیار اور ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا۔ غریبوں، محتاجوں، معذوروں، بیواؤں اور دوسرے مستحقین کے وظائف مقرر کیے۔ پنشن کا نظام رائج کیا۔ ایک وقت ایسا آگیا کہ مدینہ کی گلیوں میں صدقہ اور خیرات وصول کرنے والا نہیں ملتا تھا۔ بیت المال صرف عوام کی فلاح و بہبود کے لیے وقف تھا۔ اسے صرف شریعت کے مطابق خرچ کیا جاتا تھا۔ ان حقائق کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ فلاحی مملکت کا تصور سب سے پہلے خلفائے راشدین نے اس دُنیا کو دیا اور عملی طور پر فلاحی مملکت قائم بھی کی۔ خلفائے راشدین کے اس دور میں دنیا میں ایسی کوئی حکومت بھی موجود نہیں تھی جو ان کا مقابلہ کر سکے۔

<u>خلفائے راشدین اور فلاحی مملکت</u> خلفائے راشدین نے اپنے تیس سالہ دور حکومت میں حقیقی فلاحی مملکت قائم کی۔ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے مختلف منصوبے شروع کیے گئے۔ ابن خلدون کے مطابق حضرت عمرؓ کو ہر وقت یہ خیال رہتا تھا کہ کوئی شخص بھوکا نہ رہے۔ غربا اور مساکین کے لیے بلا لحاظ مذہب بیت المال سے روزینے مقرر تھے۔ ملک کے اندر جس قدر بے روزگار، اپاہج، ضعیف اور لنگڑے ہوتے، سب کی تنخواہوں کا بیت المال ذمہ دار تھا۔ اکثر شہروں میں مہمان خانے تعمیر کروا دیے تھے۔ جو مسافر آتا، اسے بیت المال سے مفت کھانا ملتا تھا۔ مدینہ منورہ کے لنگر خانے کا اہتمام حضرت عمرؓ خود کرتے تھے۔ یتیموں کی پرورش اور ان کی جائیداد کی حفاظت کے لیے خصوصی اقدامات کیے جاتے تھے۔ قافلوں کی نگہبانی خود کرتے تھے۔ شیر خوار بچوں کے وظائف مقرر کیے جاتے تھے۔ رات کو مدینہ کے گلیوں میں گشت کرتے تاکہ لوگوں کے حالات معلوم کیے جاسکیں۔ عدالتوں کو وسیع اختیارات حاصل تھے۔ خلیفہ بھی عدالت میں طلب کیا جاسکتا تھا۔ نہریں کھدوائی گئیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ موسم سرما میں کمبل اور کپڑے خرید کر بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ان خلفاء نے وصیت کی تھی کہ ان کی ذات پر بیتَ المال سے جو کچھ خرچ ہوا ہو ان کی زمین و مکان فروخت کر کے

خلفائے راشدین کے عہد میں
اسلامی فتوحات
اسلامی مقبوضات
عیسائی حکومتیں
دیگر غیر مسلم حکومتیں
فرانس
اسپانیہ
جزیرہ سردانیہ
سسلی
یونان
بحیرۂ روم
ایشیائے کوچک
بربر
ایران
نیشاپور
حبشہ
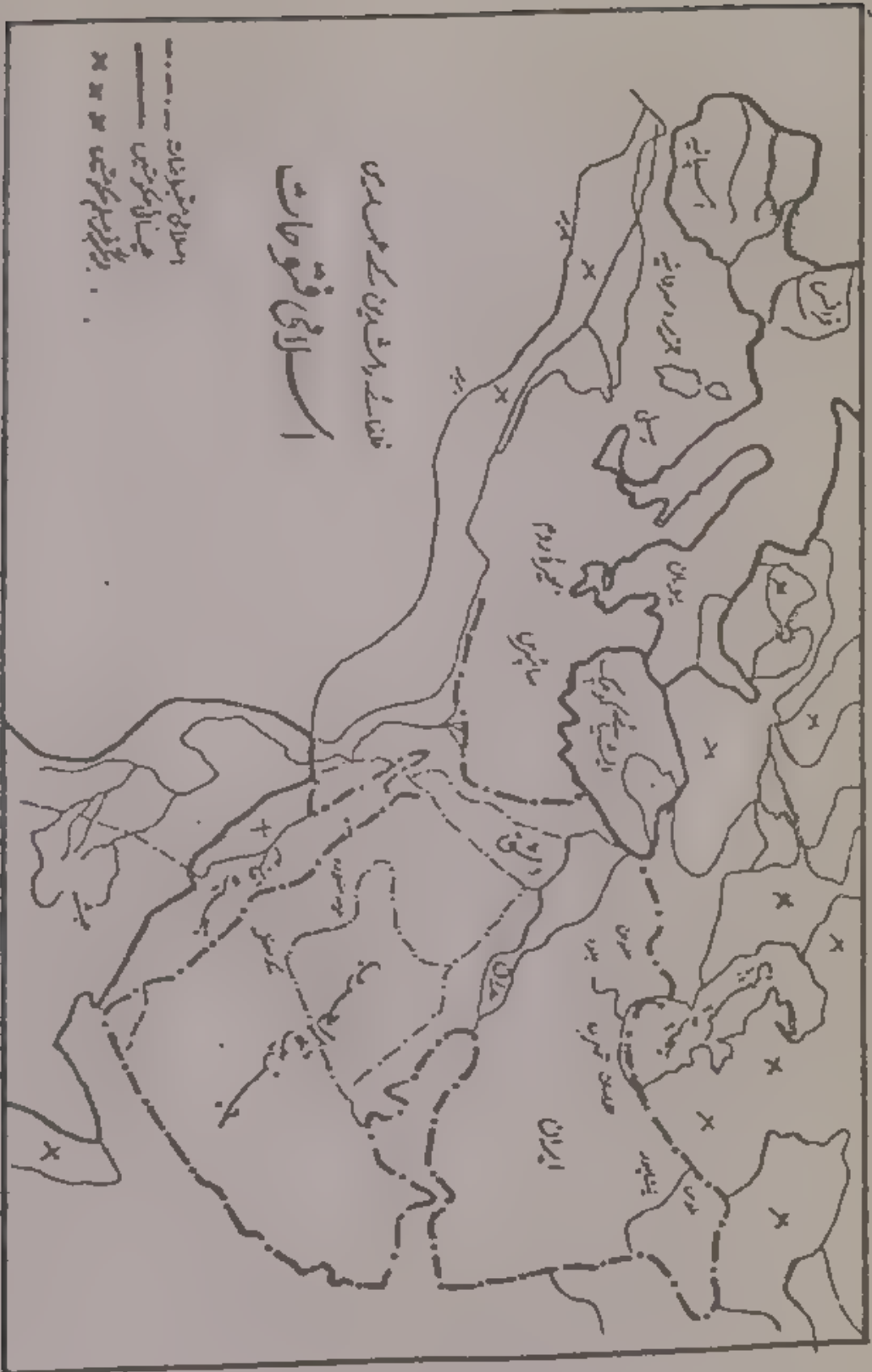
بیت المال میں جمع کیا جائے۔ معراج الدین نقشبندی مجددی کے مطابق حضرت ابو بکر صدیقؓ اور ان کے مابعد خلفائے راشدین نے قیامت تک کے لیے دنیائے عالم کے شہنشاہوں، حکمرانوں، صدوروں، ڈکٹیٹروں اور جمہوریت کے جھوٹے دعویداروں کو عملی طور پر بتا دیا کہ وہ حکومت جو قرآن و سنت پر قائم ہوتی ہے،وہ آج بھی چیلنج کر رہی ہے کہ خلیفہ راشد جہاں دنیا میں امن و امان قائم کرنے والا اور عوام کے دکھوں کا مداوا کرتا ہے، وہاں وہ خود بوریا نشین ہوتا ہے۔ جب خلیفہ اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کی اپنی ذاتی جائیداد میں کبھی کوئی اضافہ نہیں ہوا ہوتا ہے بلکہ خلیفہ کی حیثیت سے جو کچھ روزینے کے طور اس نے اپنے اہل و عیال کے لیے بیت المال سے وصول کیا ہوا ہوتا ہے،اس تمام وصول شدہ رقم کو قرضہ سمجھ کر یک مشت ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سرخرو ہو کر پیش ہو اور حضورؐ سے شرمندہ ہو کر نہ ملے۔

۳۔ **خلفاء کا ذاتی کردار** حکومت کا دارومدار اس کے سربراہ پر ہوتا ہے۔ خلفاء کا ذاتی کردار اتنا مثالی اور اعلیٰ تھا کہ اس کی مثال دنیا کی کوئی تاریخ پیش نہیں کر سکی۔ ان کی تربیت ایسے گھرانوں میں ہوئی تھی جس پر انسانیت آج بھی ناز کرتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ تیس سال کے مختصر عرصے میں انھوں نے قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان حکومتوں سے ٹکرا کر انھیں پاش پاش کر دیا۔ مدینہ کی ننھی منی سلطنت دنیا کی عظیم الشان سلطنت بن گئی۔

۴۔ **بنیادی حقوق کا تحفظ** خلفائے راشدین نے عوام کے بنیادی حقوق کو خاص توجہ دی۔ اس سلسلے میں مسلم اور غیر مسلم کا امتیاز نہیں کیا جاتا تھا۔ سب کے بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی باغی عملی طور پر بغاوت نہ کر رہا ہوتا تو اس کے خلاف کارروائی نہیں کی جاتی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عثمانؓ نے انصاف کے تقاضے پورے کیے اور باغیوں کو سزا نہ دی۔ اپنی جان تو دے دی لیکن عوام کے بنیادی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا۔

۵۔ **خلافت** خلافت کا سلسلہ حضرت ابو بکرؓ کے انتخاب کے بعد معرض وجود میں آیا۔ خلیفہ اسلامی ریاست کا سربراہ ہوتا تھا۔ اس کی بنیاد مذہب پر رکھی گئی تھی۔ خلفاء کا

انتخاب جمہوری طریقے سے کیا جاتا تھا۔ لوگوں کی رائے کا احترام کیا جاتا تھا۔ خلیفہ ریاست کا انتظام قرآن و سنت کے مطابق چلاتا تھا۔

۶۔ **مجلس شوریٰ:** خلیفہ کی مدد کے لیے مجلس شوریٰ قائم ہوئی۔ اس میں بزرگ صحابہ کرام شامل تھے۔ حکومت کا تمام کاروبار ان کے مشوروں سے چلایا جاتا تھا۔ ان میں انصار اور مہاجرین دونوں کے نمائندے شامل تھے۔ خلیفہ خود مجلس کا اجلاس بلاتا۔ مسائل کو مجلس کے سامنے پیش کیا جاتا۔ تمام بزرگوں سے رائے لی جاتی، اس کے بعد فیصلے کیے جاتے۔ خلافت راشدہ کے دور حکومت میں مجلس شوریٰ دو ایوانوں پر مشتمل تھی۔ ایک ایوان مہاجرین اور انصار کی مخصوص بزرگ ہستیوں پر مشتمل تھا۔ مسائل کو ایوان کے سامنے پیش کیا جاتا، آزادانہ بحث ہوتی، بزرگوں کی رائے کا احترام کیا جاتا تھا۔ آخر میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا جاتا تھا۔ یہ ایوان درحقیقت ایوان بالا کا کردار ادا کرتا تھا۔ اہم معاملات اس ایوان کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ یہ تمام فیصلے مسجد نبوی میں کیے جاتے تھے۔ اسی طرح اگر کوئی غور طلب مسئلہ پیش ہو جاتا تو اس کے لیے مدینہ کی گلیوں میں نماز کو وقت "الصلوۃ جامعۃ" کی منادی کی جاتی۔ تمام لوگ مسجد نبوی کا رخ کرتے۔ مسجد میں نماز کے بعد خلیفہ منبر پر کھڑا ہو کر مسئلہ پیش کرتے۔ اس منادی کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ مدینہ کی آبادی کے زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں شریک ہوں اور مسئلے پر اپنی رائے کا اظہار کریں۔ یہاں پر ایک دوسرے کی رائے کا احترام کیا جاتا تھا۔ ہر آدمی آزادی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کر سکتا تھا۔ مسئلے پر تفصیلاً بحث کی جاتی۔ تاکہ تمام پہلو عوام کے سامنے آجائیں۔ غور و خوض کے بعد متفقہ طور پر فیصلہ کیا جاتا تھا۔ خلیفہ کسی بھی صورت میں اپنی رائے کو عوام پر مسلط نہیں کرتا تھا۔ اس طرح یہ ایوان درحقیقت ایوان زیریں کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ اس میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو شامل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

۷۔ **خلیفہ کی کابینہ:** خلیفہ ملک کا نظام چلانے کے لیے مختلف شعبے قائم کرتا۔ ان شعبوں کے سربراہ وزیر کہلاتے تھے۔ ان میں حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ

طلحہؓ اور زبیرؓ شامل تھے۔ حضرت عمرؓ عدلیہ کے سربراہ تھے۔ سرکاری خط وکتابت، جنگی امور کی نگرانی حضرت علیؓ کیا کرتے تھے۔

۸۔ صوبائی نظام: حضرت عمرؓ نے سلطنت کو صوبوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان کی تعداد آٹھ تھی۔ ہر صوبے کا اپنا گورنر ہوتا تھا، جو والی کہلاتا تھا۔ نماز کی امامت کرتا تھا۔ فوجوں کا سپہ سالار بھی ہوتا تھا۔ والی کی مدد کے لیے عامل، قاضی، کاتب دیوان اور صاحب بیت المال صوبائی افسر تھے۔ ضلع کا حاکم عامل کہلاتا تھا۔

خلفائے راشدین اور جہاد: حضرت ابوبکر صدیقؓ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ نے اپنے پہلے خطبے میں واضح کیا، "اے لوگو! جہاد کو ترک نہ کرنا۔ جو قوم جہاد کو ترک کر دیتی ہے وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔" آپ نے اپنے دور میں جہاد کا آغاز وہاں سے کیا جہاں حضورؐ چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ چاروں طرف سے خطرات کے باوجود آپ نے حضرت اسامہؓ کا لشکر روانہ کیا۔ جب لشکر روانہ ہوا تو آپؓ پیدل چل رہے تھے۔ حضرت اسامہؓ نے عرض کی۔ یا تو آپ سوار ہو جائیں یا پھر مجھے بھی پیدل چلنے کی اجازت دیں۔ آپؓ نے دونوں باتوں سے انکار کر دیا اور چلتے ہوئے دس نصیحتیں کیں۔

۱۔ خیانت نہ کرنا۔ ۲۔ جھوٹ نہ بولنا۔

۳۔ بد عہدی نہ کرنا۔ ۴۔ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔

۵۔ پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا اور نہ جلانا۔

۶۔ ضرورت کے بغیر اونٹ، بکری اور گائے ذبح نہ کرنا۔

۷۔ اسلام کی دعوت نرمی سے دینا۔ ۸۔ جب کسی سے ملنا تو مراتب کا خیال رکھنا۔

۹۔ بسم اللہ سے کھانا شروع کرنا۔

۱۰۔ جو یہودی اور عیسائی عبادت خانوں میں ہوں، ان کے ساتھ چھیڑ نہ کرنا۔ زیادتی نہ کرنا۔ اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں لڑنا۔

خلفائے راشدین نے اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی ایسا سلوک کیا کہ دنیا کی تاریخ اس دور میں ایسی مثالیں نہیں پیش کر سکی۔ خلفاء راشدین کے دور میں مجلس شوریٰ کو بہت

اہمیت حاصل تھی۔ اہم معاملات باہمی مشوروں سے طے کیے جاتے تھے۔ منکرین زکواۃ کا مسئلہ جب زیر بحث آیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اعلان کیا کہ زکواۃ کی وصولی کے سلسلے میں کسی قسم کی نرمی برداشت نہیں کی جائے گی۔ ان کے خلاف جہاد جاری رہے گا۔ فتنۂ ارتداد جب اپنے عروج کو پہنچا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ گیارہ سرداروں کو مہمات کے لیے منتخب کیا۔ روانگی سے قبل آپؓ نے فرمایا، "اگر موذن کے جواب میں قبائل کے لوگ اذان دیں تو ان پر حملہ نہ کیا جائے۔ پیشقدمی اور دوسرے معاملات میں جلدی سے کام نہ لیا جائے۔ غیروں کو اپنے لشکر میں مکمل تسلی کے بغیر شامل نہ کیا جائے۔ نشست و برخاست اور گفتگو میں ایک دوسرے کے ساتھ رعایت اور نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔" آپؓ کا یہ جہاد بھی کامیاب ہوا۔ فتنہ ارتداد مکمل طور پر ختم کر دیا گیا۔ فتنہ ارتداد کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قیصر و کسریٰ کے خلاف جہاد شروع کیا، جو حضرت عمرؓ کے دور میں مکمل ہوا۔ دنیا کی دو بڑی طاقتوں کو نیست و نابود کر دیا گیا۔ عظیم الشان فتوحات کا آغاز آپ کے دور میں ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں عروج تک پہنچایا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سرحدوں کی طرف بڑھنے سے قبل مندرجہ ذیل ھدایات دیں:

۱۔ ہر حال میں اللہ سے ڈرنا۔
۲۔ اپنے سپاہیوں کا خیال رکھنا۔
۳۔ مختصر نصیحت کیا کرنا۔
۴۔ سب سے پہلے اپنی اصلاح کرنا۔
۵۔ سفیروں کا احترام کرنا۔
۶۔ سچ بات کہنا اور درست مشورہ دینا۔
۷۔ جھوٹوں کی صحبت سے بچے رہنا۔
۸۔ لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آنا۔
۹۔ ڈرپوک اور بزدل نہ بننا۔
۱۰۔ صبر و استقلال کے ساتھ مقابلہ کرنا۔

حضورؐ کے دور میں جہاد کے لیے کوئی باقاعدہ فوج نہیں تھی۔ جب حضورؐ جہاد کا اعلان فرماتے تو لوگ اپنے اپنے ہتھیار لے کر گھروں سے نکلتے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ اس کے بعد لشکر ترتیب دے کر روانہ کیے جاتے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی جہاد کا یہی طریقہ جاری رکھا۔ قبیلوں کے سردار سپہ سالار،

مقرر کیے جاتے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ لشکر کو روانگی سے قبل ہدایات ضرور دیا کرتے تھے۔ لشکر کے ساتھ کچھ فاصلے تک خود بھی پیدل چلتے۔ ایران اور عراق کی فتوحات جاری تھیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے۔ وفات سے قبل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وصیت کی تھی کہ سپہ سالار مثنیٰ بن حارثہ کی ضرور مدد کی جائے۔ حضرت عمرؓ نے خلافت سنبھالنے کے فوراً بعد جو خطبہ دیا اس میں جہاد پر زور دیا گیا، کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وصیت کے مطابق مثنیٰ کی مدد کے لیے لشکر بھیجنا تھا۔ سب سے پہلے ابو عبیدہ ثقفی نے اپنا نام پیش کیا۔ ان کی قیادت میں ایران کی طرف لشکر روانہ ہوا۔ نمارق، کسکر اور باکسیایا کی فتوحات حاصل ہوئیں۔ جنگ جسر میں ناکامی ہوئی۔ جنگ بویب میں عظیم کامیابی حاصل ہوئی۔ ایرانیوں نے ملکہ پوران دخت کو اتار کر یزدگرد کو اپنا حکمران بنادیا۔ جب حضرت عمرؓ کو ایرانیوں کی تیاریوں کا پتہ چلا تو آپؓ نے عام جہاد کا اعلان کردیا۔ خود میدان جنگ میں جانے کا ارادہ کیا، لیکن صحابہ کرامؓ نے مدینہ ہی میں ٹھہرنے کا مشورہ دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں لشکر روانہ ہوا۔ قادسیہ میں تاریخی کامیابی حاصل ہوئی۔ دار الخلافہ مدائن پر قبضہ ہوا۔ قصر ابیض (White House) میں نماز جمعہ ادا کی گئی۔ جلولہ، حلوان پر قبضہ کیا گیا۔ عربوں کے لیے کوفہ اور بصرہ کے شہر آباد کیے گئے کیونکہ انھیں ایران کی آب و ہوا راس نہیں آئی تھی۔ الجزیرہ، اہواد رام ہرمز کو اسلامی سلطنت میں شامل کرلیا گیا۔ اس طرح تقریباً پورا ایران اسلامی سلطنت میں شامل ہوگیا۔ اس کے بعد دمشق کا رخ کیا گیا۔ دمشق فتح ہونے کے بعد پیشقدمی جاری رکھی گئی۔ محل بیستان، طبریہ، بیروت، حمص، قنسرین حلب، انطاکیہ، اجنادین اور بیت المقدس کو اسلامی سلطنت میں شامل کیا گیا۔ بیت المقدس میں معاہدے کے مطابق عیسائیوں کو جان مال اور آبرو کی امان دی گئی۔ مذہبی آزادی دی گئی۔ مصر اور سکندریہ پر بھی قبضہ ہوگیا۔ اس طرح اسلامی سلطنت کی سرحدیں ایران اور سکندریہ تک پھیل گئیں۔ یہاں یہ حقیقت واضح کرنا ضروری ہے کہ اسلامی فتوحات اور چنگیزی فتوحات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسلامی فتوحات میں لوگوں کو پہلے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ اگر مسلمان

ہونا قبول کرلیں تو وہ اسلامی سلطنت کی رعایا بن جاتے ہیں۔ اگر یہ دعوت قبول نہ کریں
تو جزیہ کی ایک قلیل رقم ادا کرنی پڑتی ہے جو صرف صحت مند لوگوں سے وصول کی جاتی
ہے۔ اس کے بدلے میں مسلم فاتحین ان کی جان، مال اور آبرو کے محافظ بن جاتے ہیں۔
ان کو مکمل مذہبی آزادی دی جاتی ہے۔ اگر دونوں شرائط قبول نہ ہوں تو پھر حق و باطل کا
فیصلہ میدان جنگ میں ہوتا ہے۔ لیکن جنگ میں بھی عورتوں، بچوں، بوڑھوں، معذوروں
اور بیماروں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ فصلوں اور پھلدار درختوں کو تباہ نہیں کیا جاتا۔
معابدوں کا احترام کیا جاتا ہے لیکن سکندر اعظم، چنگیز خان اور ہلاکو خان کی فتوحات میں
سب کچھ جائز تھا۔ انسانوں کی کھوپڑیوں کے مینار سپہ سالاروں کی ترقیوں کا معیار سمجھا جاتا
تھا۔ جس کا مینار بلند ہوتا، اسے مزید ترقی دی جاتی۔ انسانی خون پانی کی طرح بہایا جاتا۔
خواتین پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے جاتے۔ ان کی درندگی سے بچے، بوڑھے اور معذور
کوئی بھی محفوظ نہیں تھا۔ بے گناہ شہریوں کا قتل عام کیا جاتا۔ انسانوں کی بستیاں لمحوں میں
کھنڈرات بنادی جاتیں۔ حضرت عثمانؓ کے دور حکومت کے پہلے چھ سال فتوحات اور امن
کے تھے۔ ان میں بھی جہاد کا سلسلہ جاری رہا۔ افریقہ کے بیشتر علاقے فتح ہوئے۔ سکندریہ پر
دوبارہ حملہ کیا گیا۔ جزیرہ قبرص اور روڈس پر مسلمان قابض ہوگئے۔ آذربائیجان اور آرمینیا
کے علاقے اسلامی سلطنت میں شامل کیے گئے۔ فرغنہ، طبرستان، جرجان، قوس، الجیریا،
تیونس اور مراکش فتح ہوئے۔ اسلامی سلطنت کی سرحدیں قسطنطنیہ کے ساحلوں کو چھونے
لگیں۔ لیکن اس کے بعد انتشار کا آغاز ہوا اور جہاد کا سلسلہ رک گیا۔ بعد میں بنو امیہ اور
بنو عباس کے دور میں یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہوا۔

سنہ ہجری کا اجراء ابن خلدون کے مطابق حضرت عمرؓ سے پہلے سن لکھنے کا رواج
نہیں تھا۔ گزرے ہوئے زمانے کے مختلف مشہور واقعات سے عرصۂ ماضی کا حساب کیا جاتا
تھا یا پھر عام الفیل اور عام الفجار سے حساب کیا جاتا تھا۔ ۱۶ ہجری میں حضرت عمرؓ کے سامنے
دو فرمان پیش کیے گئے جن پر صرف شعبان لکھا ہوا تھا حالانکہ دونوں فرمان مختلف اوقات
میں صادر ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اس فرمان کے ذریعے ممانعت کی

تھی۔ عامل نے کہا کہ اس فرمان کے ذریعے اجازت دی گئی تھی۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر خاموش ہوگئے۔ مجلس شوریٰ کا اجلاس بلایا گیا اور یہ مسئلہ پیش کیا گیا۔ مختلف تجاویز سامنے آئیں لیکن آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ چونکہ تاریخ اسلام میں سب سے اہم ترین واقعہ ہجرت کا ہے اس لیے اسلامی تاریخوں کا حساب (کیلنڈر) ہجرت سے شروع کیا جائے۔ اسی سال سے ہجری کیلنڈر کا آغاز ہوا۔

خلفائے راشدین اور پاکیزہ معاشرہ | بقول معراج الدین کے خلفائے راشدین (تیس سالہ خلافت راشدہ) کو حضورؐ کی مصاحبت کی وجہ سے روحانیت میں اتنا بلند مقام حاصل ہوگیا کہ دنیوی اور مادی اشیا ان کی نظر میں پر کاہ کی حیثیت نہ رکھتی تھیں۔ سر میں سودا ہے تو یہی کہ دین کی سربلندی ہو۔ خیال ہے تو یہی کہ اشاعت دین اور تبلیغ اسلام کا کام سرانجام ہو۔ آرزو ہے تو یہی کہ موت آئے تو شہادت کی ہو۔ ہر وقت توجہ الی اللہ عبادت میں استغراق، خشوع، خضوع، صفائی قلب اور قطع علائق کے اوصاف حضورؐ کی صحبت میں رہ کر حاصل کرتے رہے۔ پھر قران پاک کی تعلیم دل وجان سے قبول کرتے اور اس پر عمل کرتے۔ سنت رسولؐ کی اطاعت میں وقت گذارتے۔ اطاعت گزاری کا یہ عالم ہوگیا تھا کہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون کی آیت مبارکہ کو سن کر ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! مجھے میرا باغ بہت پسند ہے اب میں اس کو اللہ کی راہ میں وقف کرتا ہوں۔ اللہ کے رسولؐ نے جب کبھی اپیل کی ہے تو استطاعت سے بڑھ کر حصہ لیا۔ ایک نے اپنا نصف مال لاکر پیش کر دیا۔ دوسرے نے 1/3 فوج کا خرچ برداشت کیا، اور ہزار سرخ دینار لاکر حضورؐ کی خدمت میں ڈال دیئے۔ تیسرے نے گھر کا تمام اثاثہ خدمت اقدس میں لاکر ڈھیر کر دیا۔ کسی نے سوچا کہ میں اس مقابلہ میں کیوں پیچھے رہوں۔ وہ رات بھر کسی کے کھیت میں آبیاری کرتا رہا۔ صبح حق الخدمت کے عوض کچھ کھجوریں ملیں، وہی چھپ کر پیش کرنے کی کوشش کی۔ صرف اس خیال سے کہ حقیر شے ہے، شاید قبول نہ ہوں لیکن قبول کرنے والے نے اس شان سے اس کی پیش کش کو نوازا کہ سب سے اونچی جگہ پر ان کھجوروں کو رکھا۔ حق تو یہ ہے کہ اس کے ہاں خلوص

کی قیمت ہے، اور بس۔ عورتوں میں یہ تبدیلی پیدا کردی کہ ایک عورت کو بتایا جاتا ہے
تیرا بھائی شہید ہوگیا ہے۔ یہ سن کر پوچھتی ہے کہ حضورؐ کا کیا حال ہے۔ تھوڑی دیر بعد
بتایا جاتا ہے کے تیرا بیٹا شہید ہوگیا ہے، وہ پھر پوچھتی ہے کہ حضورؐ کس حال میں ہیں۔
پھر بتایا جاتا ہے کہ تیرا باپ شہید ہوگیا۔ یہ سن کر وہ احد کی پہاڑی کی طرف بھاگتی ہے۔
اتنے میں حضورؐ نظر آتے ہیں۔ دیکھتے ہی کہتی ہے کہ الحمدللہ، اب سارے دکھ دور ہوگئے
ہیں اور رنج و غم جاتا رہا۔

مشقی سوالات

۱۔ حضرت علیؓ کی شخصیت بیان کریں۔
۲۔ جنگ صفین کی وجوہات اور اہمیت بیاں کیجیے۔
۳۔ حضرت علی بحیثیت خلیفہ پر بحث کیجیے۔
۴۔ خلفاء راشدہؓ کی سول انتظامیہ پر ایک مختصر مضمون لکھیں۔
۵۔ حضرت علیؓ کی سیرت اور کارہائے نمایاں پر مختصر نوٹ لکھیں۔
۶۔ حضرت علیؓ کے دور خلافت کی خانہ جنگی کو تفصیلاً بیان کیجیے۔
۷۔ حضرت علی کو ابتداء میں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔
۸۔ خالی جگہیں پُر کریں:

۱۔ حضرت علیؓ حضورؐ کے چچا زاد ______ تھے۔
۲۔ ______ تمام خطوط اور عہدنامے تحریر کرتے تھے۔
۳۔ حضرت علیؓ حضورؐ کے ______ بھی تھے۔
۴۔ حضرت علیؓ خلفائے راشدین کے دور میں ______ رہے۔
۵۔ حضرت امیر معاویہؓ نے بیعت کرنے سے ______ کردیا۔
۶۔ جنگ جمل حضرت علیؓ اور ______ کے درمیان ہوئی۔
۷۔ حضرت عائشہؓ ______ پر سوار تھیں، اس لیے یہ جنگ تاریخ میں جنگ جمل
کہلاتی ہے۔

۸۔ جنگ صفین ______ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان ہوئی۔

۹۔ حضرت علیؓ ______ ہزار عراقی فوج لے کر روانہ ہوئے۔

۱۰۔ حضرت امیر معاویہؓ ______ ہزار شامی فوج لے کا مقابلے کے لیے آئے۔

۱۱۔ حضرت امیر معاویہؓ دریائے ______ کے ساحل پر خیمہ زن ہوئے۔

۱۲۔ حضرت امیر معاویہؓ نے نیزوں پر ______ اٹھالیا۔

۱۳۔ حضرت علیؓ کی طرف ______ ثالث مقرر ہوئے۔

۱۴۔ حضرت امیر معاویہ کی طرس سے ______ ثالث مقرر ہوئے۔

۱۵۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے ______ میں فیصلہ سنایا۔

۱۶۔ خوارج کی تعداد شروع میں ______ ہزار تھی۔

۱۷۔ جنگ نہروان حضرت علیؓ اور ______ کے درمیان ہوئی۔

۱۸۔ ______ خارجیوں نے حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاص کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔

۱۹۔ ______ نے حضرت علیؓ کو شہید کر دیا۔

۲۰۔ حضرت امیر معاویہؓ پر وار کیا گیا لیکن ______ رہا۔

باب بارھواں

حضرت امیر معاویہؓ

41 ھ تا 60ھ مطابق 661ء تا 680ء

تعارف حضرت امیر معاویہؓ ابو سفیان کے بیٹے تھے۔ ابو سفیان ایک قریش سردار تھا جو اسلام دشمنی کی وجہ سے بہت مشہور ہو چکا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر ابو سفیان اور ان کے بیٹے حضرت امیر معاویہؓ نے اسلام قبول کیا۔ نبی کریمؐ نے ابو سفین کے گھر کو بھی دارالامان بنا دیا تھا۔ امیر معاویہؓ کو کاتب وحی کے فرائض سونپے گئے۔ آپ کی سیاسی زندگی کا آغاز حضرت عمرؓ کے دور میں ہوتا ہے۔ یزید اوّل کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو دمشق کا عامل مقرر کیا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے آپ کو شام کا گورنر بنا دیا۔

تخت نشینی حضرت امام حسنؓ کی دستبرداری کے بعد آپ خلافت اسلامیہ کے واحد خلیفہ بن گئے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ملک میں بدامنی اور افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ آپ نے کوفہ کے بجائے دمشق کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔

بغاوتیں حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں مسلمان مختلف حصوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ ایک فرقہ حضرت علیؓ کی اولاد کا حامی تھا۔ خلافت کا حق صرف اہل بیت کا سمجھتے تھے۔ یہ گروہ شیعان علی کہلاتے تھے۔ دوسرا گروہ حضرت امیر معاویہؓ کے حامیوں کا تھا۔ یہ شیعان امیر معاویہؓ کہلاتے تھے۔ سب سے خطرناک گروہ خارجیوں کا تھا۔ یہ دونوں کو غاصب سمجھتے تھے اور دونوں کے خلاف تھے۔ یہ اپنے عقائد کے بہت پکے تھے۔ کوفہ اور بصرہ خارجیوں کے مراکز تھے۔ ۴۱ ہجری میں خارجی سردار فرد ابن نوفل نے کوفہ میں بغاوت کی۔ امیر معاویہؓ نے فوج بھیجی لیکن ناکام رہی۔ معاویہ نے مقامی سرداروں کو لکھا کہ فردہ کو گرفتار کر کے پیش کیا جائے۔ اس کے بعد عبداللہ بن الحوسا اور موترہ اسدی یکے بعد دیگرے سردار مقرر ہوئے۔ لیکن گرفتار کر کے قتل کر دیے گئے۔ لیکن ان کا جوش ختم نہیں ہوا بلکہ ان کی بغاوتوں کا سلسلہ جاری ہی رہا۔ امیر معاویہؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو گورنر مقرر کیا۔

مغیرہ نے کوفہ میں امن و امان قائم کر لیا۔ کوفہ کے بعد بصرہ میں شیعان علی اور خارجیوں نے بغاوتوں کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے زیاد بن ابو سفیان کو گورنر مقرر کیا۔ زیاد نے سختی کر کے امن وامان قائم کیا۔ زیاد حضرت علیؓ کے حامیوں میں سے تھا لیکن حضرت امیر معاویہؓ نے مغیرہ کے ذریعے اسے اپنا سوتیلا بھائی تسلیم کر کے اپنے ساتھ ملا لیا۔ مغیرہ کی وفات کے بعد کوفہ کی گورنری بھی اُس کے حوالے کی گئی۔

مروان بن حکم کی بحالی ابن خلدون کے مطابق ۴۲ ھ میں مروان بن حکم کو مدینہ کا والی مقرر کیا گیا۔ مروان نے عبداللہ بن حرث کو قاضی مقرر کیا۔ ۴۹ ھ میں مروان کو معزول کر دیا گیا۔ اس کی جگہ سعید بن العاص کو مدینہ کا والی مقرر کیا گیا۔ انہوں نے ابسلمہ کو قاضی مقرر کیا۔ ۵۲ ھ میں سعید کو معزول کر کے مروان کو بحال کر دیا گیا۔

حضرت امیر معاویہؓ اور زیاد میں مصالحت حضرت علیؓ نے زیاد کو فارس کا گورنر مقرر کیا تھا۔ زیاد اور امیر معاویہ کے تعلقات کشیدہ تھے۔ حضرت علیؓ کی شہادت سے بعد امیر معاویہؓ نے زیاد کے ساتھ مصلحت کر لی اور اسے اپنا بھائی تسلیم کر لیا۔ امیر معاویہؓ نے ۴۵ ھ میں زیاد کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ ساتھ ہی خراسان، سجستان، سندھ، بحرین اور عمان کے علاقے بھی زیاد کے سپرد کر دیے گئے۔

زیاد نے بصرہ میں نظم و نسق پر توجہ دی۔ عبداللہ بن حصین کو پولیس کا اعلیٰ افسر مقرر کیا گیا۔ لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ عشاء کے بعد اپنے گھروں سے نہ نکلیں۔ اگر کوئی شخص عشاء کے بعد گھر سے نکلتا تو اسے قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس طرح امن و امان قائم ہو گیا۔ ڈاکہ زنی اور چوری ختم ہو گئی۔ اگر کسی سے کوئی چیز گر جاتی تو کوئی اٹھانے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ پولیس کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا۔ نافع کو معزول کر دیا گیا لیکن بعد میں بحال کیا گیا۔ ابن عامر اور زیاد میں تلخی پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن امیر معاویہؓ کی مداخلت سے ان میں صلح ہو گئی۔ زیاد نے حجر بن عدی کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے کے بعد امیر معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔ بعد میں حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا۔

فتوحات

۱۔ **شمالی افریقہ** | حضرت عمرو بن العاصؓ مصر کے گورنر تھے۔ شمالی افریقہ میں مسلمانوں کی کافی فتوحات تھیں۔ رومی اور بربر اسلامی علاقوں میں شورشیں برپا کرتے رہتے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے عقبہ بن نافع کو روانہ کیا۔ اس نے شمالی افریقہ کے کئی علاقوں کو فتح کیا۔ لواتہ اور زناتہ کو شکست دے کر سوڈان کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ بربر بھی مسلمانوں کے علاقوں میں لوٹ مار کرتے تھے۔ عقبہ نے ان کو مطیع کیا۔ قیروان کا شہر آباد کیا گیا۔

۲۔ **ترکستان کی فتوحات** | عبیداللہ بن زیاد خراسان کے والی تھے۔ اس نے ترکستان کے کئی علاقے اسلامی سلطنت میں شامل کیے۔ اس کے بعد سعید بن عثمان نے فتوحات کو جاری رکھا۔ سعید نے دریائے جیحون کو پار کیا۔ سغد کی حکمران قبق تھی۔ اس نے اطاعت قبول کر لی لیکن اس کی رعایا اس کے خلاف ہو گئی۔ قبق نے سعید سے صلح کر لی تھی لیکن رعایا کی مخالفت نے آپ کو جنگ کرنے پر مجبور کر دیا۔ ایک لاکھ بیس ہزار کے لشکر کے ساتھ بخارا کے مقام پر مقابلہ کرنے کے لیے پہنچی۔ لیکن جنگ کے آغاز سے قبل ہی اس کی فوج میں پھوٹ پڑ گئی اور اسے واپس لوٹنا پڑا۔ ملکہ نے دوبارہ صلح کی درخواست کی اور مسلمان بخارا میں داخل ہو گئے۔ بخارا کے بعد سمرقند کی طرف پیش قدمی کی گئی۔ اہل شہر نے سات لاکھ درہم سالانہ خراج دینے کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ اس کے بعد ترمذ پر بھی قبضہ کر لیا۔

۳۔ **سندھ پر حملے** | حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں سندھ پر دو طرفوں سے حملے کیے گئے۔ ایک لشکر مہلب کی نگرانی میں درۂ خیبر کے راستے اور دوسرا لشکر منذر کی سرکردگی میں مکران کے راستے روانہ کیا گیا لیکن کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی۔

۴۔ **قسطنطنیہ پر حملہ** | حضرت امیر معاویہ نے قسطنطنیہ پر دو اطراف سے فوج کشی کی۔ ایک لشکر خشکی کے راستے اور دوسرا لشکر سمندر کے راستے روانہ کیا گیا۔ اس لشکر میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ جیسے

معتبر صحابہ کرام شامل تھے۔ شہر کا محاصرہ کیا گیا لیکن سخت سردی کی وجہ سے کامیابی نہ ہو سکی۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ شہید ہو گئے۔ ان کی وصیت کے مطابق انھیں قسطنطنیہ کی فصیل کے قریب دفن کیا گیا۔

۵۔ جزائر روڈس اور ارواڈ پر قبضہ | قبرص، سسلی، کریٹ، روڈس اور ارواڈ کے جزیرے شام کے ساحل کے نزدیک ہی تھے۔ قبرص تو حضرت عثمانؓ کے دور ہی میں فتح ہو گیا تھا۔ روڈس اور ارواڈ کو حضرت امیر معاویہؓ کے جرنیلوں نے فتح کر لیا۔ سسلی اور کریٹ کے جزائر مستقل طور پر فتح نہ ہو سکے۔

۶۔ کابل کی فتح | ابن عامر نے ۲۳ھ میں عبدالرحمان بن سمرہ کو سجستان کا والی مقرر کیا۔ عباد بن حصین کو پولیس کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ عبدالرحمان اور عباد نے پیش قدمی جاری رکھی۔ بت سے علاقے فتح کرنے کے بعد کابل کے قریب پہنچ گئے اور شہر کا محاصرہ کافی عرصے تک جاری رہا۔ منجنیقوں سے پتھر پھینکے گئے۔ عباد نے بھرپور حملہ کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد مزید پیش قدم کر کے غزنی تک کے علاقے فتح کر لیے۔

قیقان پر حملہ | عبدالرحمن بن سوار نے قیقان پر حملہ کیا۔ یہاں کافی مال غنیمت حاصل کیا۔ امیر معاویہؓ کی خدمت میں بھی قیقانی گھوڑے پیش کیے۔ قیقان کے لوگوں نے ترکوں سے مدد حاصل کر لی۔ کہا جاتا ہے کہ عبدالرحمان جنگ میں مارا گیا۔

سعید بن العاص کی معزولی | امیر معاویہؓ نے سعید کو لکھا کہ مروان کا مکان گرا دیا جائے، اس کا مال وغیرہ ضبط کیا جائے، باغ فدک بھی چھین لیا جائے۔ سعید نے ایسا کرنے سے معزوری کا اظہار کیا۔ امیر معاویہؓ نے اسے معزول کر کے مروان کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا اور مروان کو لکھا کہ سعید کا مکان گرا کر اس کا مال وغیرہ ضبط کیا جائے۔ مروان نے ایسا نہ کیا اور امیر معاویہؓ کو لکھا کہ اس طرح خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ ایسے اقدامات نہ کیے جائیں۔

عبیداللہ بن زیاد کی تقرری | حضرت امیر معاویہ نے زیاد کی وفات کے بعد عبیداللہ بن زیاد کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ روانگی کے وقت اسے ہدایت کی کہ " اللہ تعالی سے

ڈرتے رہنا۔ اس کے خوف پر کسی چیز کو غالب نہ کرنا۔ اللہ کے خوف میں بہت فائدے ہیں۔ اپنی عزت کا خاص خیال رکھنا۔ وعدہ ضرور پورا کرنا۔ دنیا کے بدلے میں آخرت کو فروخت نہ کرنا۔ کسی چیز کا اظہار اس وقت کرنا جب اس کا مصمم ارادہ کر لو کیونکہ زبان سے نکلی ہوئی بات واپس نہیں لی جا سکتی۔ اللہ کی کتاب پڑھتے رہنا۔ ہو غیر مستحق اور نااہل کو کسی قسم کی امید نہ دلانا۔ حق دار کو اس کا حق ضرور دلانا۔" اس کے بعد ترکوں سے محاذ آرائی ہوئی، ترکوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

یزید کی بیعت حضرت امیر معاویہؓ کے مشیران خاص میں زیاد بن سمیہ، مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عمرو بن العاصؓ شامل تھے۔ مغیرہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ یزید کی ولی عہدی کے لیے لوگوں سے بیعت لی جائے۔ حضرت امیر معاویہؓ ابتداء میں خوف محسوس کر رہے تھے لیکن بعد میں آمادگی ظاہر کی۔ اس کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے گئے۔ کہیں انعامات کا وعدہ کیا گیا، کہیں خوف و ہراس پھیلایا گیا۔ شام اور عراق کے لوگوں سے بیعت لے لی گئی۔ لیکن حجاز کا معاملہ ذرا مشکل تھا۔ امیر معاویہؓ نے خود وہاں جانے کا ارادہ کیا۔ جب یہ خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبدالرحمن بن ابو بکرؓ مدینہ سے مکہ چلے گئے تو امیر معاویہؓ بھی ان کے پیچھے وہاں چلے گئے۔ لیکن کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی۔ ان بزرگوں کے علاوہ باقی لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی۔ حضرت امیر معاویہؓ واپس شام چلے گئے۔

علامہ طبری کے مطابق مغیرہ بن شعبہ نے ضعیفی کی وجہ سے استعفیٰ دے دیا۔ امیر معاویہؓ نے سعد بن العاص کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ مغیرہ بعد میں اپنے فیصلے پر پچھتانے لگا۔ چنانچہ اس نے یزید سے رابطہ قائم کیا اور اسے ولی عہدی کے لیے آمادہ کیا۔ یزید نے امیر معاویہؓ سے بات کی۔ امیر معاویہؓ نے مغیرہ کو بلایا اور رائے طلب کی۔ مغیرہ نے دلائل سے امیر معاویہؓ کو بھی قائل کیا، لیکن کوفہ میں اپنا موجود ہونا لازمی قرار دیا۔ امیر معاویہؓ نے مغیرہ کو کوفہ کے گورنر کی حیثیت سے بحال کر دیا۔ مغیرہ نے کوفہ میں لوگوں کو یزید کی بیعت پر راضی کرنا شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں ایک وفد امیر معاویہؓ کے پاس

روانہ کیا۔ امیر معاویہؓ نے زیاد سے مشورہ طلب کیا۔ زیاد بھی یزید کی ولی عہدی کے حق میں تھا۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ نے یزید کے لیے بیعت کا باقاعدہ آغاز کیا۔ عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک ہزار درہم بھیجے گئے۔ انہوں نے درہم واپس کردیے اور یزید کی بیعت سے انکار کردیا۔ امیر معاویہؓ نے تمام عمال اور گورنروں کو لکھا کہ یزید کی ولی عہدی کے لیے وفود روانہ کیے جائیں۔ عراق اور شام میں یزید کے لیے بیعت لینے کے بعد امیر معاویہؓ مدینہ روانہ ہوئے۔ عبدالرحمان بن ابوبکر نے فرمایا کہ خلافت کو ہرقلیہ میں تبدیل کیا جارہا ہے۔ ایک ہرقل کے بعد دوسرا ہرقل حکمران بنے۔ امیر معاویہؓ نے تمام بزرگوں کو جمع کر کے واضح کیا کہ یزید تمہارا بھائی ہے، اس کی بیعت کرلو۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا کہ خلفائے راشدین کا طریقہ اپنایا جائے۔ چنانچہ ابن علی، ابن زبیر اور ابن ابوبکر اٹھ کر چلے گئے۔

وفات جمادی الثانی ۶۰ ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ بیمار ہوئے۔ یزید موجود نہیں تھا۔ آپ نے وصیت لکھوائی جس میں یزید کے لیے ہدایات درج تھیں۔ امیر معاویہؓ یکم رجب ۶۰ ہجری کو اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ ضحاک بن قیس نے نماز جنازہ پڑھائی۔

سیرت امیر معاویہؓ حضرت امیر معاویہؓ نے بنو امیہ خاندان کی خلافت کی بنیاد رکھی۔ آپؓ نے تقریباً انیس سال حکومت کی۔ آپؓ کے دور حکومت میں فتوحات کا سلسلہ کافی بڑھا۔ آپ نے سمندر اور خشکی میں جنگی کارروائیاں جاری رکھیں۔ رومنوں سے برسرپیکار رہے۔ شمالی افریقہ فتح کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کو افسروں کے انتخاب میں ملکہ حاصل تھا۔ آپؓ نے ہمیشہ موزوں ترین افراد کو مختلف عہدوں کے لیے چنا۔ حضرت امیر معاویہؓ تجربہ کار سیاستدان تھے۔ آپؓ نے حمیریوں اور مضریوں میں ہمیشہ توازن قائم رکھا۔ اس طرح آپؓ دونوں کا تعاون حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ یزید کی نامزدگی کے بعد آپؓ نے زیادہ تر توجہ عوام کی فلاح و بہبود پر دی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے دور حکومت میں انصاف کا اعلیٰ معیار قائم کیا۔ رعایا اور حکام کو برابر حیثیت حاصل تھی اور یہ ہمیشہ شانہ بشانہ اپنے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ آپؓ نے غیر مسلموں کا خاص خیال رکھا۔

عیسائیوں کو بڑے بڑے عہدے دیے گئے۔ آپؓ کا مشیر اعلیٰ ایک عیسائی تھا۔ آپ کے دور میں رعایا خوشحال تھی۔ پروفیسر ہٹی کے مطابق "آپ نہ صرف پہلے حکمران تھے بلکہ آپؓ کا شمار عرب کے عظیم حکمرانوں میں ہوتا ہے۔"

جو مسائل طاقت سے حل نہ کیے جاسکتے، آپ انھیں ذہانت اور سیاست سے حل کرلیتے تھے۔ اوس برن کے مطابق "آپؓ بہت متحمل مزاج اور مردم شناس تھے۔ آپؓ کے خاندان میں حکومت تقریباً ۹۰ سال رہی۔" حضرت امیر معاویہؓ کے دل میں نبی کریمؐ کی بہت محبت اور عقیدت موجود تھی۔ آپ کے عظیم کارناموں کی وجہ سے آپ کو تاریخ اسلام کے عظیم حکمرانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ موت سے قبل حضرت امیر معاویہؓ نے ضحاک سے مندرجہ ذیل وصیت لکھوائی، کیونکہ اس وقت یزید موجود نہیں تھا۔ "خلافت کے سلسلے میں چار دشمن ہوسکتے ہیں۔ (۱) حسین بن علیؓ۔ (۲) عبداللہ بن عمرؓ۔ (۳) عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ۔ (۴) عبداللہ بن زبیرؓ۔

عبداللہ بن عمر کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ عبدالرحمن بن ابوبکر میں بھی ہمت وحوصلہ نہیں البتہ عراق والے حسینؓ کو تمھارے مقابلے میں لا کھڑا کردیں گے۔ اگر واقعی ایسا ہوا تو غلبہ پانے کے بعد چشم پوشی کرلینا، کیونکہ وہ ہمارے قریبی اور حضورؐ کے نواسے ہیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہ کرنا۔" آپؓ کے دور میں بھی انتظام سلطنت تقریباً عمرؓ کی طرز پر چلتا رہا۔ البتہ بحری فوج کا اضافہ ہوا۔ بحری جہاز بنانے کے کارخانے لگائے گئے۔ بحریہ کا سپہ سالار امیرالبحر کہلاتا تھا۔ پرانے قلعے مرمت کیے گئے۔ نئے قلعے تعمیر ہوئے۔ ڈاک کا مستقل محکمہ قائم کیا گیا۔ تاریخ اسلام کی پہلی کتاب آپؓ کے دور حکومت میں مرتب ہوئی۔

مشقی سوالات

۱۔ حضرت امیر معاویہؓ کے کارنامے تفصیل کے ساتھ بیان کیجیے۔
۲۔ حضرت امیر معاویہؓ کی سیرت اور کارناموں کا تذکرہ کیجیے۔
۳۔ حضرت امیر معاویہؓ کے نظم ونسق پر روشنی ڈالیے۔

۴۔ درست جواب پر (✓) نشان لگائیے:

(i) حضرت امیر معاویہؓ کو گورنر بنایا گیا۔ (عراق۔دمشق۔ایران)

(ii) حضرت امیر معاویہؓ فوت ہوئے۔ (۴۰،۵۹،۶۰ ہجری)

۵۔ خالی جگہیں پُر کریں:

۱۔ حضرت امیر معاویہؓ ______ کے بیٹے تھے۔
۲۔ ______ قریش کا سردار تھا۔
۳۔ ______ کے موقع پر حضرت امیر معاویہؓ نے اسلام قبول کیا۔
۴۔ ______ کی دستبرداری کے بعد آپ خلافت اسلامیہ کے واحد خلیفہ بن گئے۔
۵۔ حضرت علیؓ کے حامی ______ کہلاتے تھے۔
۶۔ حضرت امیر معاویہؓ کے حامی ______ کہلاتے تھے۔
۷۔ ۴۱ ہجری میں خارجی سردار ______ نے بغاوت کی۔
۸۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ______ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔
۹۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ______ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔
۱۰۔ عقبہ نے بربروں کو شکست دی اور ______ کا شہر آباد کیا۔
۱۱۔ ______ خراسان کے والی تھے۔
۱۲۔ مہلب کی سرکردگی میں اسلامی لشکر ______ کے ذریعے ہندوستان میں داخل ہوا۔
۱۳۔ حضرت ایوب انصاری کو ______ میں دفن کیا گیا۔
۱۴۔ روڈس کا جزیرہ ______ کے دور میں فتح ہوا۔

۱۵۔ یزید کی ولی عہدی کے لیے ______ نے مشورہ دیا۔

۱۶۔ ______ میں حضرت امیر معاویہؓ فوت ہوئے

۱۷۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ______ کی حکومت کی بنیاد رکھی۔

۱۸۔ حضرت امیر معاویہؓ نے تقریباً ______ سال حکومت کی۔

۱۹۔ حضرت امیر معاویہؓ تجربہ کار ______ تھے۔

۲۰۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ______ سے وصیت لکھوائی۔

تیرھواں باب

یزید بن معاویہ

۶۰ھ تا ۶۴ھ ۔ ۶۸۰ء تا ۶۸۳ء

تعارف حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی تھی۔ یزید خود بھی علم و ادب کا بہت دلدادہ تھا۔ شعر گوئی اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ شکار کا بہت شوقین تھا۔ مختلف قسم کے کتے پال رکھے تھے ۔ ان عادات کی وجہ سے لوگ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنی زندگی ہی میں اپنا ولی عہد نامزد کر لیا تھا۔ اس لیے ان کی وفات کے بعد یزید تخت نشین ہوا۔ یزید نے اپنے تین سالہ دور میں تین سیاہ کارنامے سرانجام دیے ۔ پہلے سال واقعہ کربلا ہوا۔ دوسرے سال مدینہ میں قتل عام کیا گیا اور تیسرے سال مکہ کا محاصرہ کیا۔ یہ محاصرہ جاری ہی تھا کہ یزید فوت ہوا اور یہ سلسلہ بند ہوا۔

واقعہ کربلا، اسباب حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں یزید کی بیعت کا سلسلہ شروع کیا تھا تاکہ بعد میں اس کے لیے مشکلات پیدا نہ ہوں۔ حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے یزید کی بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ یزید نے تخت نشین ہوتے ہی ان بزرگوں سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکرؓ وفات پاچکے تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباس نے بعد میں بیعت کرلی۔ حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ باقی تھے۔ یزید کو ان دونوں سے سخت خطرہ تھا۔ اس نے حاکم مدینہ ولید بن عقبہ کو لکھا کہ ان دونوں سے فوراً بیعت لی جائے۔ ولید نے مروان سے مشورہ کیا مروان نے بھی بیعت لینے میں جلدی کرنے کا

مشورہ دیا۔ ولید نے حضرت امام حسینؓ کو بلا کر یزید کا خط دکھایا۔ حضرت امام حسینؓ نے خفیہ بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ وہ بر سر عام بیعت کریں گے۔ اس کے بعد آپ بمعہ اہل و عیال مکہ چلے گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی ایک دن کی مہلت لے کر مکہ چلے گئے۔ کوفہ میں شیعان علی کی اکثریت تھی۔ جب حضرت امیر معاویہؓ کا انتقال ہوگیا تو وہ باہمی مشورے کے لیے اپنے سردار سلیمان بن صرد کے گھر جمع ہوگئے اور طے کیا کہ یزید کی بیعت سے انکار کیا جائے اور حضرت امام حسینؓ کو امیر المومنین بنایا جائے۔ انھوں نے حضرت امام حسینؓ کو متعدد خطوط روانہ کیے کہ کوفہ تشریف لے آئیں۔ بلکہ کچھ لوگ بذات خود بھی آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؓ کو کوفہ آنے کی دعوت دی۔ حضرت امام حسینؓ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو صورت حال معلوم کرنے کے لیے کوفہ روانہ کیا۔ کوفہ کے حاکم نعمان بن بشیر تھے۔ نعمان تشدد پسند نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے مسلم بن عقیل پر بھی کسی قسم کی سختی نہ کی۔ یزید کو جب جاسوسوں کے ذریعے معلوم ہوا تو اس نے نعمان کو معزول کر کے عبیداللہ ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنایا۔ اہل کوفہ نے حضرت امام حسینؓ کے لیے بیعت کا سلسلہ شروع کیا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ بیعت کے لیے آنے لگے۔ حضرت مسلم نے حضرت امام حسینؓ کو لکھا کہ لوگ آپؓ کے ساتھ ہیں۔ حضرت امام حسین یہ اطلاع ملتے ہی فوراً مکہ سے چل پڑے۔ ادھر ابن زیاد نے اہل کوفہ پر سختی شروع کر دی۔ حضرت مسلم نے ہانی کے گھر پناہ لی۔ ابن زیاد نے ہانی بن عمروہ کو بلا کر قید کر لیا۔ حضرت مسلم نے اپنے اٹھارہ ہزار عقیدت مندوں کے ساتھ ابن زیاد کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ ابن زیاد کے پاس صرف پچاس آدمی تھے۔ ابن زیاد نے سیاسی چال چلی۔ مختلف قسم کے لالچ اور انعامات دے کر حضرت مسلم کے عقیدت مندوں میں پھوٹ ڈال دی۔ حضرت مسلمؓ کے ساتھ صرف تیس آدمی رہ گئے۔ ان نازک حالات میں آپ مختلف جگہوں میں پناہ لیتے رہے۔ آخر محمد بن اشعث نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ ابن زیاد نے مسلم اور ہانی کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ مسلم نے اشعث سے درخواست کی کہ حضرت امام حسینؓ کو ان حالات سے آگاہ کر دیں کہ کوئی قابل اعتبار

نہیں، اس لیے وہ واپس چلے جائیں۔ اشعث نے وعدہ کیا اور حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں قاصد روانہ کیا۔

واقعات | حضرت امام حسینؓ کو جب اطلاع ملی تو آپ اہل و عیال سمیت مکہ سے روانہ ہو گئے۔ عزیزوں، دوستوں اور رشتہ داروں نے ایسا کرنے سے منع کیا لیکن آپ نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اموی سلطنت کا کوئی کونہ بھی ان کی پناہ گاہ نہیں بن سکے گا۔ مستقبل کے واقعات سے آپؓ کا یہ شبہ درست ثابت ہوا۔ تھوڑے فاصلے پر آپؓ کے چچازاد بھائی جعفر کا قاصد ملا۔ انھوں نے مدینہ آنے کی دعوت دی لیکن آپؓ نے سفر جاری رکھا۔ ثعلبہ کے مقام پر محمد بن اشعث کا قاصد ملا۔ اس نے تمام حالات سے مطلع کیا۔ حضرت امام حسینؓ نے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ اکثریت کی رائے واپسی کی تھی، لیکن مسلم کے رشتہ داروں نے آگے جانے پر اصرار کیا۔ اس موقع پر آپؓ کے ساتھ والے دیگر قبائل کے لوگ بھی واپس ہو گئے۔ حضرت امام حسینؓ اپنے خاندان کے ہمراہ آگے بڑھتے گئے۔

ابن زیاد کو حضرت امام حسینؓ کی روانگی کا پتہ چل گیا تھا۔ اس نے آپ کو روکنے کے انتظامات مکمل کر لیے تھے۔ جب آپ چشمہ شراف سے آگے بڑھے تو کوفہ کا ایک سردار حر بن یزید تمیمی ایک ہزار لشکر کے ساتھ سامنے آیا اور آپؓ کو ابن زیاد کے پاس لے جانا چاہا۔ اسی دوران عمر بن سعد چار ہزار کا لشکر لے کر آپہنچا۔ ابن سعد حضرت امام حسینؓ کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اس نے مصالحت کی کوششیں شروع کیں لیکن ابن زیاد کی ہٹ دھری کی وجہ سے کامیابی نہ ہو سکی۔ ابن زیاد نے حکم دیا تھا کہ اگر حضرت امام حسینؓ یزیدؔ کی بیعت نہ کریں تو ان کا پانی بند کر دیا جائے۔ حضرت امام حسینؓ نے جب دیکھا کہ مصالحت کی کوئی صورت نہیں تو آپؓ نے تین شرائط پیش کیں

۱۔ واپس جانے کی اجازت دی جائے۔

۲۔ یزید کے ساتھ براہ راست بات چیت کروائی جائے۔

۳۔ کسی محاذ پر غیر مسلموں کے خلاف لڑنے کے لیے بھیجا جائے۔

ابن زیاد نے شمر ذی الجوشن کو ایک دستہ دے کر روانہ کیا اور ہدایت کی کہ اگر ابن سعد حکم کی تعمیل میں ٹال مٹول کی کوشش کریں تو انھیں معزول کر کے کمان اپنے ہاتھ میں لے۔ حضرت امام حسینؓ کی شرائط مسترد کر دی گئیں۔ حضرت امام حسینؓ نے ایک رات کی مہلت مانگی۔

حضرت امام حسینؓ کا ساتھیوں سے خطاب حضرت امام حسینؓ نے اپنے ساتھیوں کو اکٹھ کر کے فرمایا: "میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور اس کی تعریف ظاہر اور پوشیدہ کرتا ہوں۔ اے اللہ، میں تیری تعریف کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے جد کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور ہم کو گوش و چشم و قلوب عنایت کیے۔ قرآن کی تعلیم اور دین کی سمجھ دی۔ پس ہم تیرا شکریہ ادا کرتے ہیں"۔ اس کے بعد آپؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ مجھے مکمل یقین ہو گیا ہے کہ یزیدی افواج میرے ساتھ جنگ کرنا چاہتی ہیں۔ میں تم سب کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ تم اپنی مرضی کے مطابق جہاں جانا چاہتے ہو، خوشی سے چلے جاؤ۔ بہتر ہے کہ اپنے اپنے شہروں کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ یہ لوگ صرف میرے خون کے پیاسے ہیں۔ آپ لوگوں کی جان بچ جائے گی۔ سب نے مل کر کہا کہ ہم آپ کو کسی حالت میں بھی اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔ ہم اپنا سب کچھ آپ پر قربان کر دیں گے۔ اس کے بعد آپؓ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔

حضرت زینبؓ کو تسلی حضرت امام حسینؓ نے حضرت زینبؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "بے شک سوائے اللہ تعالیٰ کے تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ میرا باپ مجھ سے بہتر تھا۔ میری ماں مجھ سے افضل تھی۔ میرا بھائی مجھ سے زیادہ نیکو کار تھا۔ ہم سب کو حضورؐ کی پیروی کرنی ہے۔ وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ہماری کیا حیثیت ہے۔ میری بہن! میں تمہیں قسم دلاتا ہوں کہ اگر میں کل مارا گیا تو اپنے کپڑے نہ پھاڑنا۔ رونا پیٹنا نہیں۔ نوحہ نہ پڑھنا۔ میری بہن یہ دن سب کو پیش آنا ہے۔ صبر کرنا، صرف صبر۔ صبر کا اجر اللہ تعالیٰ دیتا ہے"۔ آپؓ نے تمام رات اپنے ساتھیوں کے ساتھ عبادت میں گزاری۔ صبح کی نماز ادا کی۔ تاریخ ۱۰ محرم ۶۱ ہجری تھی۔

لشکر کی ترکیب حضرت امام حسینؓ کے ساتھ ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادہ تھے۔ آپؓ نے اس مختصر سے لشکر کو ترتیب دیا۔ زہیر کو میمنہ پر، حبیب کو میسرہ پر مقرر کیا۔ لشکر کا جھنڈا حضرت عباسؓ کے حوالے کیا گیا۔ خیموں کو پشت پر رکھا گیا۔ ان کے ارد گرد رات کو خندق کھود کر آگ روشن کر دی گئی تھی۔ آپؓ کے مقابلے میں عمر بن سعد نے بھی لشکر کو ترتیب دی۔ یہ سب بدبخت لوگ قتل حسین پر آمادہ تھے۔

حضرت امام حسینؓ کا خطبہ جب حضرت امام حسینؓ نے دیکھا کہ یزیدی لشکر جنگ کے لیے تیار ہے تو آپؓ نے اس موقع پر ایک تاریخی خطبہ دیا۔ آپؓ بلند آواز میں فرما رہے تھے، "اے لوگو! میری بات غور سے سنو جلدی نہ کرو۔ میرا فرض ہے کہ میں تمھیں حقائق سے آگاہ کر دوں۔ تم لوگ میرے نسب پر نظر ڈالو۔ میں کون ہوں۔ میرا قتل اور میری بے عزتی کیا جائز ہے۔ کیا میں حضورؐ کا نواسہ اور حضرت علیؓ کا بیٹا نہیں ہوں۔ کیا تمھیں خبر نہیں کہ حضورؐ نے ہمارے متعلق فرمایا کہ ہم جوانان جنت کے سردار ہونگے۔ جو کچھ میں نے تم سے کہدیا اس کی تصدیق کرو۔ یہی سچ ہے۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کیا تم میں ایسا کوئی شخص موجود نہیں جو تمھیں میری خونریزی سے روک سکے کیا میں نے تمھارا کوئی قتل کیا ہے کہ تم اس کا قصاص طلب کرتے ہو۔ یا میں نے کسی کا مال دبایا ہوا ہے جو تمھیں چاہیے۔ کوفیوں میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپؓ نے شبث بن ربعی، حجاز بن الجبر اور قیس بن الحرث کو پکارا، "کیا تم لوگوں نے مجھے خطوط نہیں لکھے تھے"۔ ان لوگوں نے ابن زیاد کے خوف سے انکار کر دیا۔ پھر آپؓ نے فرمایا، "بے شک تم نے ایسا کیا ہے۔ اے لوگو! تمھیں مجھ سے نفرت ہے تو مجھے چھوڑ دو کہ میں کسی محفوظ سرزمین کی طرف چلا جاؤں۔" قیس بن الاشعث نے کہا کہ ابن زیاد کی بات مان لو۔ آپؓ نے فرمایا، "اللہ کی قسم میں ذلیل خوار ہو کر تمھارا مطیع نہیں ہوں گا اور نہ میں غلاموں کی طرح مجبور ہو کر اس کی امارت کا اقرار کروں۔ اے اللہ کے بندو! میں اپنے اور تمھارے رب سے امان کا خواستگار ہوں۔ میں ہر مغرور اور اس شخص سے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں۔" اس کے بعد آپؓ اونٹنی سے اتر گئے۔

حُربن یزید ریاحی کی علیحدگی | جب عمر بن سعد نے حضرت امام حسینؓ پر حملہ کرنے کا منصوبہ مکمل کرلیا تو حر بن یزید ریاحی، عمر بن سعد کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ کیا تم نے حضرت امام حسینؓ کی کونسی تجاویز منظور کرلی ہیں اور کونسی تجاویز پر اعتراض ہے۔ عمر بن سعد نے کہا کہ "اللہ کی قسم اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں سب تجاویز منظور کرلیتا، لیکن ابن زیاد نے تمام تجاویز کو رد کردیا ہے۔" حر کچھ دیر سوچتے رہے اور اس کے بعد فوراً حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا "اے ابن رسول ﷺ میں نے تمھیں واپس جانے سے روکا تھا۔ مجھے یہ امید نہیں تھی کہ یہ آپؓ کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے۔ جو لغزش میں کرچکا ہوں میں توبہ کرتا ہوں۔ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوں۔"

حربن یزید ریاحی کا شامیوں سے خطاب | حر نے فرمایا "اے اہل کوفہ! بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم نے ان کو خود بلایا۔ جب وہ تمھارے پاس آچکے ہیں تو ان کی مدد کرو۔ لیکن تم تو ان کے قتل کرنے پر آمادہ ہوگئے ہو۔ تم نے ان کو قیدیوں کی طرح گھیر لیا ہے۔ تم نے دریائے فرات کا پانی ان پر بند کردیا ہے، حالانکہ یہ پانی یہودی، عیسائی اور مجوسی سب استعمال کرتے ہیں۔ تمام جانور، پرندے، درندے یہ پانی پیتے ہیں۔ تم نے اہل بیت کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟ کیا تم اس سے توبہ نہیں کروگے؟" شکریوں نے حر کو جواب دینے کی بجائے ان پر تیر برسانے شروع کردیے اور اس سے جنگ کا آغاز ہوگیا۔

دس محرم کی صبح کو اپنے ۷۲ جانبازوں کو لے کر کربلا کے میدان میں صف آرا ہوئے ۱۰ محرم ۶۱ ہجری (بمطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء) کو میدان کربلا میں تاریخی جنگ کا آغاز ہوا۔ جوان اور بوڑھے ایک ایک کرکے شہید ہونے لگے۔ آخر حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک آپؓ کے تن سے جدا کرکے گھوڑوں کے سموں کے نیچے روندا گیا۔ خیموں کو آگ لگادی گئی۔ صرف حضرت زین العابدینؓ شہید ہونے سے بچ گئے کیونکہ آپ سخت بیماری کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہوسکے تھے۔

نتائج | واقعہ کربلا تاریخ اسلام پر ایک دھبہ ہے۔ اس نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کردیا۔ میدان کربلا میں ایک نئے فرقے کا آغاز ہوا۔ واقعہ کربلا ہی آخر کار بنوامیہ کے

زوال کا سبب بنا۔ بنو امیہ کا اقتدار ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔ واقعہ کربلا سے ملت اسلامیہ میں آگ لگ گئی۔ ہر طرف احتجاج اور بغاوتیں ہونے لگیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ میں اپنی خلافت کا اعلان کردیا۔ لوگوں نے آپؓ کی بیعت کا سلسلہ شروع کردیا۔ مدینہ والوں نے آپؓ کی حمایت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اموی مخالفت کرنے والے عمال اور سرداروں کو مدینہ سے نکال دیا گیا۔ یزید کو جب ان حالات کا پتہ چلا تو اس نے مسلم بن عقبہ کو بارہ ہزار کا لشکر دے کر مدینہ روانہ کیا۔ مسلم نے مدینہ پہنچ کر لوگوں کو تین دن کی مہلت دی۔ اس کے بعد مدینہ میں قتل عام شروع کردیا گیا۔ جو تھوڑے سے لوگ بچ گئے انھوں نے مجبوراً بیعت کرلی۔

مکہ کا محاصرہ مدینہ کی تباہی کے بعد شاہی لشکر مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور خانہ کعبہ میں پناہ لی۔ یزیدی فوج نے مکہ کا محاصرہ کرکے سنگ باری شروع کردی جس سے خانہ کعبہ کی عمارت کو کافی نقصان پہنچا۔ ابھی محاصرہ جاری ہی تھا کہ ۱۲ ربیع الاول ۶۴ ہجری کو یزید کا انتقال ہوگیا۔

معاویہ ثانی

یزید کے انتقال پر شامیوں نے اس کے نوجوان بیٹے معاویہ ثانی کو اپنا خلیفہ نامزد کرلیا، لیکن معاویہ ثانی حق و پرہیزگار تھا۔ وہ بادشاہت سے نفرت کرتا تھا۔ اس نے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کردیا۔ کہا جاتا ہے کہ ۳ ماہ حکومت کرنے کے بعد فوت ہوگیا۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ ۴۰ دن حکومت کرنے کے بعد ۲۱ سال ۱۸ دن کی عمر میں انتقال کرگیا۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے دستبرداری کا اعلان کردیا تھا۔ حضرت عمرؓ کی طرح ۶ آدمیوں کی کمیٹی قائم کی گئی تھی۔ اس کی دستبرداری سے صوبوں میں افراتفری پھیل گئی۔ ابن زیاد نے بصرہ والوں سے بیعت لے کر اپنی خلافت قائم کرنا چاہی لیکن کوفہ والوں نے بیعت سے انکار کردیا۔ اس سے بصرہ والے بھی پھر گئے۔ ابن زیاد بھاگ کر شام چلا گیا۔ کوفہ بصرہ والوں نے اپنے والی مقرر کرکے عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت میں شمولیت

اختیار کرلی۔

مشقی سوالات

۱۔ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے اسباب کیا تھے، سانحہ کربلا کے نتائج بیان کیجیے۔

۲۔ سانحہ کربلا پر تفصیل نوٹ لکھیں۔

۳۔ واقعۂ کربلا کے تاریخ اسلام پر اثرات بیان کیجیے۔

۴۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

یزید ـــــــ کا بہت شوقین تھا۔

یزید نے حاکم مدینہ ـــــــ کو حضرت امام حسینؓ سے بیعت لینے کے لیے لکھا۔

مسلم بن عقیل نے اپنے ـــــــ ساتھیوں کے ساتھ ابن زیاد کا محاصرہ کرلیا۔

ابن زیاد نے مسلم اور ـــــــ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

شیعان علی کوفہ میں اپنے سردار ـــــــ کے گھر جمع ہو گئے۔

۵۔ درست/غلط میں جواب دیجیے۔

۱۔ یزید نے ۶۰ ہجری تا ۶۴ ہجری حکومت کی۔ (درست/غلط)

۲۔ یزید حضرت امیر معاویہؓ کا بیٹا تھا۔ (درست/غلط)

۳۔ یزید شکار اور شعر گوئی کا شوقین تھا۔ (درست/غلط)

۴۔ یزید نے تین سال حکومت کی۔ (درست/غلط)

۵۔ حضرت امام حسینؓ نے بیعت سے انکار کیا۔ (درست/غلط)

۶۔ عبداللہ بن عمرؓ نے آخر تک بیعت نہیں کی۔ (درست/غلط)

۷۔ مدینہ کا حکام ولید بن عقبہ تھا۔ (درست/غلط)

۸۔ ولید نے مروان سے مشورہ کیا۔ (درست/غلط)

۹۔ حضرت امام حسینؓ مکہ چلے گئے۔ (درست/غلط)

۱۰۔ حضرت امام حسینؓ نے مسلم بن عقیل کو بغداد روانہ کیا۔ (درست/غلط)

۱۱۔ کوفہ کا حاکم نعمان بن بشیر تھا۔ (درست/غلط)

۱۱۔ کوفہ کا حاکم نعمان بن بشیر تھا۔ (درست/غلط)

۱۲۔ ابن زیاد کے پاس صرف ۱۰ آدمی تھے۔ (درست/غلط)

۱۳۔ حر ۶ ہزار کے لشکر کے ساتھ آیا۔ (درست/غلط)

۱۴۔ عمر بن سعد ۶۰ ہزار کا لشکر لے کر آیا۔ (درست/غلط)

۱۵۔ حضرت امام حسینؓ نے تین شرائط پیش کیں۔ (درست/غلط)

۱۶۔ ابن زیاد نے شمر کو ایک دستہ دے کر روانہ کیا۔ (درست/غلط)

۱۷۔ حضرت امام حسینؓ نے ایک رات کی مہلت مانگی۔ (درست/غلط)

۱۸۔ حضرت امام حسینؓ نے اپنے ۷۲ جانبازوں کو میدان جنگ میں صف آراء کیا۔
(درست/غلط)

۱۹۔ کربلا میں صرف زین العابدین زندہ بچے۔ (درست/غلط)

۲۰۔ عرب میں عبداللہ بن زبیرؓ نے حکومت قائم کرلی۔ (درست/غلط)

چودھواں باب

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

۶۴ھ تا ۷۳ھ بمطابق ۶۸۵ء تا ۶۹۵ء

تعارف | عبداللہ بن زبیرؓ حضرت زبیرؓ بن عوام کے صاحبزادے تھے۔ حضرت عائشہؓ آپؓ کی خالہ تھیں۔ آپؓ نیک، متقی اور پرہیز گار تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور حکومت میں آپ نے کئی معرکوں میں حصہ لیا۔ قسطنطنیہ کے حملے میں آپ پیش پیش رہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے جب یزید کے لیے بیعت کا سلسلہ شروع کیا تو آپ مکہ مدینہ سے اجازت لے کر مکہ چلے گئے تھے۔ واقعہ کربلا کے بعد آپؓ نے خلافت کا اعلان کیا۔ جب یزید کو عبداللہ بن زبیرؓ کے اعلان کا پتہ چلا تو اس نے مسلم بن عقبہ کو دس ہزار کا لشکر دے کر روانہ کیا۔ تین دن تک مدینہ میں خونریز جنگ ہوئی۔ فضل بن عباس، عبداللہ بن حنظلہؓ، عبداللہ بن مطیع اور دوسرے کئی سردار مارے گئے۔ شاہی فوجیں تین دن تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بستی کو لوٹتی رہیں۔ مدینہ تباہ ہوگیا۔ مدینہ کی تباہی کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ روانہ ہوگیا لیکن راستے میں فوت ہوگیا۔ حصین بن نمیر یزیدی لشکر کے ساتھ بڑھا۔ عبداللہ بن زبیرؓ خانہ کعبہ میں پناہ گزین ہو چکے تھے۔ حصین نے خانہ کعبہ کا محاصرہ کر کے پتھر برسانے شروع کیے۔ محاصرہ جاری تھا کہ یزید بھی فوت ہوگیا۔ حصین نے محاصرہ ختم کر کے عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ مذاکرات شروع کیے۔ عبداللہ بن زبیرؓ کو دمشق جانے کی دعوت دی۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے جانے سے صاف انکار کر دیا جبکہ مروان، اس کے بیٹے عبدالملک اور بنو امیہ کے دوسرے افراد کو بھی مدینہ سے نکال دیا۔ یہ آپ کی بہت بڑی سیاسی غلطی تھی ورنہ آج بنوامیہ کی تاریخ مختلف ہوتی۔ مروان جب دمشق پہنچا تو اسے خلیفہ بنا دیا گیا۔ مروان کی وفات کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک تخت نشین ہوا۔ مصر،

شام کے علاقے عبدالملک کے قبضے میں تھے۔ حجاز اور عراق پر عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت تھی۔

عبدالملک نے عبداللہ ابن زیاد کے ذریعے عراق فتح کرنا چاہا لیکن مختار ثقفی نے اسے شکست دے کر عراق پر قبضہ کرلیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے بھائی مصعبؓ بن زبیرؓ کو یہ شورش ختم کرنے کے لیے روانہ کیا۔

مختار ثقفی اور عبداللہ بن زبیر مختار نے ابن زبیر کے عامل ابن مطیع کو کوفہ سے نکال دیا اور اس کے ساتھ عبداللہ بن زبیر سے حکومت کی سند کے لیے درخواست کی۔ اس کا مقصد ابن زبیر کی مخالفت سے بچنا تھا۔ مختار کا مقصد اہل بیت کی محبت کو بہانہ بنا کر اقتدار پر قبضہ کرنا تھا۔ ابن زبیر اس کے منصوبے کو سمجھ گیا اور تصدیق کرنے کے لیے عمر بن عبدالرحمان کو ۳۵ ہزار درہم دے کر کوفہ کی گورنری کے لیے روانہ کیا۔ جب مختار کو معلوم ہوا تو اس نے زائدہ بن قدامہ کو ۵ سو سوار اور ۷۰ ہزار درہم دے کر روانہ کیا تاکہ عمر بن عبدالرحمان کو واپس بھیج دیا جائے۔ عمر بن عبدالرحمان نے پہلے رقم لینے سے انکار کردیا لیکن بعد میں رقم لے کر بصرہ روانہ ہوگئے۔

عبدالملک نے عبدالملک بن حرث کی سرکردگی میں ایک لشکر وادی القریٰ کی طرف روانہ کیا۔ مختار کو جب پتہ چلا تو اس نے ابن زبیر کو لکھا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی مدد کے لیے ایک لشکر روانہ کردوں۔ ابن زبیر نے جواب دیا کہ تم اگر میری اطاعت میں رہ کر میری مدد کرنا چاہتے ہو تو بے شک یہ لشکر روانہ کردو۔ مختار نے شرجیل کی سرکردگی میں ۳ ہزار کا لشکر روانہ کیا اور ہدایت کی کہ مدینہ پہنچ کر میری ہدایات کا انتظار کرنا۔ عبداللہ بن زبیر نے عباس بن سہیل کو ۲ ہزار سواروں کے ساتھ شرجیل کی طرف روانہ کیا اور ساتھ ہدایت دی کہ اگر وہ ہماری اطاعت قبول کریں تو بہتر ہے ورنہ واپس کردینا۔ اگر ایسا نہ ہوسکے تو اسے ختم کردینا۔ عباس نے رقیم کے مقام پر شرجیل سے ملاقات کی اور اسے وادی القریٰ کی طرف جانے کو کہا تاکہ عبدالملک کی فوجوں کا مقابلہ کیا جاسکے۔ شرجیل نے جانے سے انکار کردیا اور کہا کہ ہمیں مدینہ جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ عباس نے

ان پر حملہ کردیا اور شرجیل اپنے ساتھیوں سمیت مارا گیا۔ مختار ثقفی کا منصوبہ بھی یہی تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس طرح محمد بن حنیفہ اور عبداللہ بن زبیر کی درمیان اختلافات پیدا ہوں۔ چنانچہ اس نے محمد بن حنفیہ کو لکھا کہ آپ کی مدد اور خدمت کے لیے لشکر روانہ کیا گھا جسے عبداللہ بن زبیر کے لشکریوں نے حملہ کرکے تباہ کردیا۔ اگر اجازت ہو تو میں مدینہ کی طرف لشکر روانہ کروں۔ لیکن آپ کے نمائندے کا ہونا ضروری ہے۔ محمد بن حنیفہ نے مختار کو خون ریزی نہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی ہدایت کی۔

عبداللہ بن زبیر اور محمد بن حنفیہ عبداللہ بن زبیر نے محمد بن حنفیہ اور ان کے ساتھیوں سے بیعت کا مطالبہ کیا اور انھوں نے انکار کردیا۔ عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن ہانی کندی کو روانہ کیا۔ وہ سختی سے پیش آیا لیکن کامیابی نہ ہوسکی۔ ابن زبیر نے ابن حنفیہ کو گرفتار کرلیا۔ بعد میں مقام زمزم میں قید کرلیا۔ محمد بن حنفیہ نے تمام حالات سے مختار ثقفی کو مطلع کردیا۔ مختار نے ابو عبداللہ حدلی کی سرکردگی میں تین سو سواروں کا دستہ روانہ کیا تاکہ محمد بن حنیفہ کو رہا کرایا جاسکے۔ ان لوگوں نے ابن حنفیہ کو رہا کردیا۔ جب حجاج بن یوسف نے مکہ کا محاصرہ کیا تو آپ طائف سے شعب ابی طالب میں چلے آئے۔ عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد عبد لملک کی بیعت کرلی اور شام چلے گئے۔

مصعب بن زبیر ٦٧ ہجری کے شروع میں عبداللہ بن زبیر نے حرث بن ربیعہ (تباع) کو معزول کرکے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ کوفہ کے سردار جو مختار کی وجہ سے چلے گئے تھے واپس آنے لگے۔ محمد بن اشعث اور شبث بن ربعی بھی بصرہ پہنچ گئے۔ مصعب بن زبیر نے فارس کے گورنر مہلب کو بصرہ پہنچنے کی ہدایت کی۔ مہلب مال و اسباب اور لشکر کے ساتھ بصرہ میں داخل ہوا۔ مصعب نے مہلب کو مختار کے خلاف فوجی تیاریاں مکمل کرنے کا حکم دیا۔ مصعب بن زبیر نے عبدالرحمان بن مخنف کو مختار کے خلاف پروپیگنڈا کرنے اور عبداللہ بن زبیر کی بیعت لینے کے لیے روانہ کیا۔ مختار کو پتہ چلا تو اس نے احمد بن شمیط کی سرکردگی میں فوج بھیجی۔ مزار کے مقام پر فریقین کے درمیان

مقابلہ ہوا۔ مصعب کی فوجوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ ابن شمیط کی شکست کے بعد مصعب نے کوفہ کا رخ کیا۔ بحری اور بری راستوں سے پیشقدمی جاری رکھی۔ جب مختار کو مصعب کی پیشقدمی کا پتہ چلا تو اس نے فوجی تیاری شروع کر دی۔ کوفہ سے نکل کر مجمع الانہار کی طرف بڑھا۔ لیکن بعد میں واپس آکر کوفہ میں دارالامارت اور مسجد کی قلعہ بندی کر دی۔ اور حروراء میں قیام کیا۔ اسی دوران مصعب کا لشکر بھی پہنچ گیا۔ فریقین نے ایک دوسرے پر حملے شروع کر دیے۔ شروع میں مختار کا پلہ بھاری رہا۔ مصعب نے اپنی فوج کو اکٹھا کر کے پر جوش تقریر کی اور میدان جنگ میں پیشقدمی جاری رکھنے کی ہدایت کی۔ مصعب کی فوج نے بھرپور حملہ کیا۔ مختار کی فوج میدان جنگ سے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئی۔ تمام رات جنگ جاری رہی۔ صبح کے وقت مختار کے ساتھی ایک ایک کر کے الگ ہونے لگے۔ مختار نے جب یہ حالت دیکھی تو مقر امارت میں چھپ گیا۔ مصعب نے مق امارت کا محاصرہ کر لیا۔ رسد اور غلہ وغیرہ بند کر دی۔ مختار اور اس کے ساتھیوں کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کھانے پینے کا سامان ختم ہونے لگا۔ مختار نے امان حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہو سکی۔ آخر مختار نے مقر امارت سے نکل کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ آخر کار مصعب کے لشکریوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کا سر مصعب بن زبیر کو پیش کر دیا گیا۔ مختار کے قتل کے بعد باقی لوگوں نے مصعب کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ شہر پناہ کے دروازے کھول دیے گئے اور کوفہ پر مصعب بن زبیر کا قبضہ ہو گیا۔

ابرہیم بن الاشتر کی اطاعت کوفہ پر قبضہ کرنے کے بعد مصعب نے ابن الاشتر کو چند شرائط پر اطاعت کرنے کی دعوت دی۔ اسی دوران عبدالملک نے بھی ابن الاشتر سے رابطہ قائم کیا۔ ابن الاشتر نے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا۔ کافی غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ مصعب بن زبیر کی شرائط تسلیم کی جائیں۔ اس طرح ابن الاشتر نے اطاعت قبول کر لی۔

عبدالملک کی سازشیں عبدالملک نے مصعب بن زبیر کے ساتھیوں پر مختلف طریقوں سے اپنے ساتھ ملانے کے لیے سازشوں کا جال بچھا دیا۔ عہدوں، جائیدادوں اور نقد

رقم کی لالچ دی گئی۔ عراقیوں نے مصعب بن زبیر کا ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا۔ جب سازشیں کامیاب ہوگئیں تو عبدالملک نے حملہ کر دیا۔ دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ عبدالملک نے جواب بھیجا کہ مجلس شوریٰ کے ذریعے فیصلہ کیا جائے۔ مصعب نے کہا کہ اب ہمارے درمیان فیصلہ تلوار کے ذریعے ہوگا۔ مصعب نے ابراہیم کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عبدالملک نے عبیداللہ بن یزید کو مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ دونوں فوجوں کے درمیان سخت مقابلہ ہوا۔ ابراہیم بڑی بہادری سے لڑا۔ مصعب نے ابراہیم کی مدد کے لیے عتاب بن ورقا کو فوج دے کر بھیجا۔ ابراہیم کو عتاب پر بھروسہ نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے مصعب کے اس اقدام کو پسند نہ کیا۔ عتاب بن ورقا عبدالملک سے مل گیا۔ عبدالملک کی بیعت کرلی۔ میدان جنگ سے بھاگ کر عبدالملک کی فوجوں میں شامل ہوگیا۔ ابراہیم بڑی جرات اور بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ جب ابراہیم کی موت کی خبر عبدالملک کو پہنچی تو خوشی کا جشن منایا گیا۔ ابراہیم کا سر عبدالملک کے پاس بھیج دیا گیا۔ ابراہیم کی موت سے اہل شام کے حوصلے بڑھ گئے۔ مصعب نے عراقیوں کو لڑنے کا حکم دیا۔ عراقی حیلے بہانے بنا کر ٹالتے رہے۔ مصعب کو اکیلے ہی لڑنا پڑا۔ محمد بن مروان نے امان قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ مصعب نے انکار کر دیا۔ محمد بن مروان نے عراقیوں کی سازشوں کا حال بتلایا۔ مصعب نے کوئی توجہ نہ دی۔ محمد بن مروان نے مصعب اور اس کے بیٹے عیسیٰ بن مصعب کو امان دینے کا وعدہ کیا۔ باپ بیٹے کے درمیان بات چیت ہوتی رہی۔ آخر مصعب نے عیسیٰ کو بھرپور حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عیسیٰ بڑی بہادری سے لڑتا رہا۔ کئی آدمی اس کی تلوار کے زد میں آئے۔ ہر شخص عیسیٰ سے کترا رہا تھا۔ آخر بہت سے آدمیوں نے مل کر عیسیٰ پر حملہ کیا۔ عیسیٰ آخر کار جنگ میں مارا گیا۔

مصعب بن زبیر کا خاتمہ

عبدالملک نے ایک بار پھر مصعب کو امان دینے کی پیشکش کی۔ مصعب نے صاف انکار کر دیا اور اپنے خیمے میں گیا۔ بالوں میں تیل ڈالا۔ عطر لگایا اور صرف سات آدمیوں کے ہمراہ لڑنا شروع کر دیا۔ مصعب شیر کی طرح حملہ آور ہوتا رہا۔ کئی آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد وہ خود بھی میدان جنگ میں مارا گیا۔ مصعب کا سر

عبدالملک کے سامنے پیش کیا گیا۔ عبدالملک نے عراقی لشکر سے بیعت لینا شروع کر دیا۔ پھر کوفہ روانہ ہوا۔ تقریباً ۴۰ دن تک نخیلہ میں قیام کے بعد کوفہ میں داخل ہوا۔ لوگوں کو انعام اور وظائف دینے کا وعدہ کیا۔ اس طرح عبدالملک کے بڑے دشمن کا خاتمہ ہو گیا۔

مکہ پر قبضہ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت حضرت مصعبؓ کی شہادت سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو کافی دھچکا پہنچا۔ خزانہ بھی کافی متاثر ہوا۔ عبدالملک نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور اپنے مشہور جرنیل حجاج بن یوسف کو عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف روانہ کر دیا۔ حجاج نے مکہ کا محاصرہ کر لیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ اپنی والدہ حضرت اسماءؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا کہ بنو امیہ سے مصالحت کی بجائے جنگ بہتر ہے۔ اگر تم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو تو جاؤ اپنے خون کا آخری قطرہ بھی اللہ کی راہ میں بہا دو۔ میں دعا کروں گی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ یہی چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ حجاج نے آپ کی لاش کو تین دن تک سولی پر لٹکائے رکھا۔ جب حضرت اسماءؓ کا اس راستے سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ شاہ سوار ابھی تک اپنی سواری سے نہیں اترا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نیک، متقی اور پرہیز گار تھے۔ نبی کریمؐ سے بہت زیادہ عقیدت تھی۔ آپ جذباتی تھے۔ سیاسی مصلحتوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے، ورنہ آپ بڑی آسانی سے خلافت پر مکمل طور پر قبضہ کر سکتے تھے جو خلافت راشدہ کا حصہ بن جاتی۔

ناکامی کے اسباب

۱۔ **سیاسی تدبیر کی کمی** حضرت عبداللہ بن زبیرؓ متقی، پرہیزگار بزرگ تھے اور سیاسی چالوں میں الجھنا نہیں چاہتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو بہت بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ اگر یزید کی موت کے بعد آپ دمشق تشریف لے جاتے اور مروان کو مدینے سے نہ جانے دیتے تو آپ کی مستقل حکومت قائم ہو جاتی۔ آپ کی سیاسی غلطیوں نے آپ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

۲۔ قوت فیصلہ کی کمی | عبداللہ بن زبیر میں قوت فیصلہ کی کمی تھی۔ یزید کی وفات کے بعد جب اس کے بیٹے نے حکومت سے دستبرداری کا اعلان کیا تو اس وقت اگر ابن زبیرؓ صحیح اور وقت کے مطابق درست فیصلے کرتے تو بنو امیہ اقتدار سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاتے، اور آج دنیائے اسلام کا نقشہ مختلف ہوتا۔ بنو امیہ کے تمام سردار اس وقت مدینہ میں موجود تھے اور وہ خوشی سے آپ کی بیعت کرنا چاہتے تھے، لیکن آپ نے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا۔

۳۔ سادہ لوحی | حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بنیادی طور پر ایک سادہ انسان تھے۔ دوسروں کی باتوں میں آجاتے اور ان پر اندھا دھند اعتماد کرنے لگتے تھے۔ مختار ثقفی نے قصاص حسین کی آڑ میں اپنی حکومت کے لیے راہ ہموار کی اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو یقین دلاتے رہے کہ وہ سب کچھ ان کی حکومت کے لیے کر رہا ہے۔ آگے جاکر مختار نے ابن زبیر کے لیے مزید مشکلات پیدا کیں اور مجبوراً آپ کو اس کے خلاف کارروائی کرنا پڑی۔ اس کارروائی میں مختار تو مارا گیا لیکن ابن زبیر لوگوں کی ہمدردیاں کھو بیٹھے جس سے عبدالملک نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور مصعب بن زبیر کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے۔

۴۔ عبداللہ بن زبیرؓ کا مکہ سے باہر نہ جانا | عبداللہ بن زبیر مکہ کو کسی صورت میں بھی چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ یزید کی وفات کے بعد آپ اگر دمشق تشریف لے جاتے تو آپ ملت اسلامیہ کے واحد حکمران بن جاتے۔ لیکن مکہ نہ چھوڑنے کی وجہ سے آپ کو اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑے۔

۵۔ دارالخلافہ کا مرکز میں نہ ہونا | حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ کو دارالخلافہ بنایا جو اس وقت کے سیاسی لحاظ سے موزوں نہیں تھا۔ یہاں پر وسائل کی بہت کمی تھی۔ اگر دارالخلافہ کو سیاسی ضرورتوں کے مطابق مرکز کی طرف منتقل کیا جاتا تو حالات لازماً مختلف ہوتے۔ ایک پائیدار حکومت کے لیے لازمی ہوتا ہے کہ اس کا دارالخلافہ مرکز میں ہو جہاں سے سلطنت کے تمام صوبوں پر نظر رکھی جا سکے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اگر دمشق منتقل ہو جاتے تو حالات مختلف ہوتے۔ آپ ایک عظیم الشان حکومت قائم کر سکتے تھے جو صدیوں

تک قائم رہی۔

مشقی سوالات

۱۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے دور حکومت کے مشہور واقعات تحریر کریں۔ نیز آپ کی سیاسی غلطیوں پر تبصرہ بھی کریں۔

۲۔ خالی جگہیں پر کریں:

(۱) عبداللہ بن زبیر ______ کے صاحبزادے تھے۔

(۲) ______ نے مدینہ میں تین دن قتل عام کیا۔

(۳) حصین بن نمیر نے ______ کا محاصرہ کیا۔

(۴) مصعب نے ______ کو شکست دے کر قتل کر ڈالا۔

(۵) حجاج بن یوسف نے ______ کا محاصرہ کر لیا۔

(۶) ______ نے فرمایا یہ شاہ سوار ابھی اپنی سواری سے نہیں اترا۔

(۷) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ______ کو دارالخلافہ بنایا۔

پندرھواں باب

عبدالملک بن مروان

۶۵ھ تا ۸۶ھ بمطابق ۶۸۶ء تا ۷۰۷ء

تعارف | عبدالملک مروان کا بیٹا تھا۔ اس کی ابتدائی زندگی مدینہ میں گزری تھی۔ مدینہ کے علماء وفضلاء کی صحبتوں سے خوب استفادہ کیا۔ عبدالملک عالم فاضل ہونے کے علاوہ کامیاب سیاستدان اور عظیم مدبر بھی تھا۔ مروان کی اچانک موت سے بنو امیہ کی حکومت ایک دفعہ پھر افراتفری اور انتشار کا شکار ہوگئی۔ بغاوتوں کا لامحدود سلسلہ شدید تر ہوگیا۔ لیکن عبدالملک نے اپنی اعلیٰ صلاحیتوں سے تمام مشکلات پر قابو پالیا اسی لیے بنو امیہ کا حقیقی بانی عبدالملک کو کہا جاتا ہے۔ اس کے دور میں مختلف تحریکوں نے جنم لیا۔ عبدالملک ان کے دبانے میں کامیاب ہوگیا۔

توابین | توابین کے معنی ہیں توبہ کرنے والے۔ اس تحریک کے سربراہ ایک صحابی سلیمان بن صرد تھے۔ ان کا شمار حضرت علیؓ کے حامیوں میں ہوتا تھا۔ ان کا گھر شیعان علیؓ کا مرکز تھا۔ آپ نے کوفہ والوں سے حضرت امام حسینؓ کے لیے بیعت لی تھی اور ان کو کوفہ آنے کی دعوت بھی دی تھی لیکن حضرت امام حسینؓ جب کربلا پہنچے تو ابن زیاد سے خوف کی وجہ سے یہ ان کی مدد نہ کرسکے۔ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد ان لوگوں نے توبہ کرلی اور بنو امیہ سے انتقام لینے کا منصوبہ بنایا۔ الوردہ کے مقام پر ابن زیاد سے مقابلہ ہوا لیکن شکست کھائی اور شہید ہوگئے۔ ان کے بعد اس تحریک کو مختار ثقفی نے منظم کیا۔

مختار ثقفی | مختار ثقفی کا تعلق طائف کے بنی ثقیف قبیلے سے تھا۔ ان دنوں یہ کوفہ میں قیام پذیر تھا۔ خلافت اسلامیہ انتشار کا شکار تھی۔ اس نے اس صورتحال سے فائدہ اٹھانے

کا منصوبہ بناکر تواببین میں شامل ہوگیا۔ قصاص حسینؓ کا نعرہ بلند کر کے لوگوں کو اپنے ارد گرد جمع کرلیا۔ اس نے اس تحریک کو تقویت پہنچانے کے لیے حضرت زین العابدینؒ سے اس کی سرپرستی قبول کرنے کی درخواست کی لیکن انھوں نے صاف انکار کردیا۔ اس کے بعد اس نے ہوشیاری سے حضرت علیؓ کے دوسرے بیٹے محمد بن حنفیہ (حنفیہ اس کے ماں کا نام تھا) کو سرپرست بنالیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ کو یقین دلایا کہ وہ سب کچھ آپ کی خاطر کررہا ہے۔ شیعان علیؓ کا سردار ابراہیم بن اشتر بھی ان کے ساتھ شامل ہوگیا۔ مختار نے عبداللہ بن زبیرؓ کے حامیوں کو شہر بدر کرکے عراق کے تمام علاقے پر قبضہ کرلیا۔ صرف بصرہ اس کے تسلط سے آزاد رہا۔ اب اس نے قاتلین حسینؓ کے خلاف کارروائی شروع کی۔ خون کی ندیاں بہا دی گئیں۔ مکانات جلا دیے گئے۔ شمر ذی الجوشن اور عمرو بن سعد کو قتل کردیا گیا۔ ابراہیم نے ابن زیاد کو شکست دے کر قتل کرڈالا اور اس کا سر حضرت امام زین العابدینؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ابن زبیرؓ اسے اپنا حامی سمجھتے رہے۔ لیکن جب اس نے عمر بن عبدالرحمن کو کوفہ کا والی بناکر بھیجا تو مختار نے اسے شہر میں داخل ہونے ہی نہیں دیا۔ اس سے اصل حقیقت سامنے آگئی۔ ابن زبیرؓ نے اپنے بھائی مصعبؓ کو روانہ کیا۔ مختار نے اپنے جرنیل احمد بن شمیط کو بھیجا۔ شمیط کو شکست ہوئی۔ مختار خود مقابلہ میں آیا، لیکن مقابلے سے بھاگ کر کوفہ کے قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ مصعب نے قلعے کا محاصرہ کیا۔ آخر مختار باہر آیا اور لڑتے ہوئے مارا گیا۔ اس کا سر ابن زبیرؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس سے یہ تحریک ختم ہوگئی۔

مصعب کی شکست اور شہادت مصعب نے عراق میں امن و امان قائم کرلیا۔ کوفیوں نے عبدالملک کے ساتھ سازباز شروع کی۔ عبدالملک ایک بڑا لشکر لے کر آپہنچا۔ مصعب نے بڑی بہادری سے عبدالملک کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور شہید ہوگئے۔ کوفیوں نے عین وقت پر اس کا ساتھ چھوڑدیا۔ عبدالملک کے سامنے کوفہ کے محل میں مصعب کا سر پیش کیا گیا۔ ایک بوڑھے بزرگ نے اس موقع پر ایک سرد آہ بھر کر کہا کہ اسی محل میں حضرت حسینؓ کا سر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ یہاں پر ہی ابن زیاد کا سر مختار

کے سامنے رکھا گیا اور اسی جگہ پر مختار کا سر مصعب کے حضور میں پیش کیا گیا۔ اب مصعب کا سر آپ کے سامنے موجود ہے۔ ان واقعات کو سن کر عبدالملک گھبرایا اور اس عمارت کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔

مکہ کا محاصرہ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت | عبدالملک نے عراق پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے فوجی جرنیل اور معتمد خاص حجاج بن یوسف کو عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلہ میں بھیجا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے خوب بہادری سے مقابلہ کیا لیکن شہید ہوئے۔ آپ کی شہادت سے عبدالملک خلافت اسلامیہ کا بلا شرکت غیرے، واحد خلیفہ بن گیا۔

خارجیوں کی سرگرمیاں | خارجیوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مصالحت کرنے کی کوشش کی، لیکن ابن زبیر ان کے عقائد سے متفق نہ تھے اس لیے مصالحت نہ ہو سکی۔ خارجیوں نے واپس جاکر بغاوتیں برپا کردیں۔ خارجی سردار نافع بن ازرق نے اہواز کے عامل کو نکال کر شہر پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد دوسرے شہر فتح کرتے ہوئے بصرہ تک جا پہنچے۔ ابن زبیرؓ نے مہلب کو خارجیوں کی سرکوبی پر مامور کیا۔ مہلب نے ان کو پے در پے شکست دے کر دبادیا۔ مصعب کی شہادت کے بعد مہلب نے عبدالملک کی بیعت کرلی۔ خالد بن عبداللہ حاکم بصرہ نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو سپہ سالار مقرر کر کے مہلب کو معزول کردیا۔ خارجیوں نے عبدالعزیز کو شکست دے کر قتل کر ڈالا اور مہلب کو پھر سے بحال کیا گیا۔ عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ حجاج نے مہلب کی مدد کے لیے کافی مہمیں بھیجیں لیکن کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی۔ خوش قسمتی سے خارجیوں میں پھوٹ پڑ گئی اور انھوں نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا۔ اب مہلب ان کو شکست دینے میں کامیاب ہوگیا۔ مہلب کو انعامات سے نوازا گیا۔ باقی ماندہ خارجیوں کو حجاج نے تباہ و برباد کر ڈالا۔

فتوحات

ا۔ شمالی افریقہ | بربری سردار کسیلہ نے عقبہ کو دھوکہ دے کر قتل کردیا تھا اور قیروان پر قبضہ کرلیا تھا۔ عبدالملک جب بغاوتوں سے فارغ ہوا تو اس نے زہیر بن قیس کو

فوج دے کر روانہ کیا۔ زہیر نے کسیلہ کو شکست دے کر قتل کر دیا۔ لیکن رومیوں نے اچانک حملہ کر کے زہیر کو شہید کر دیا۔ عبدالملک نے حسان بن نعمان کو بھیجا۔ قیروان کو دوبارہ فتح کرتے ہوئے حسان نے بحراوقیانوس تک کا علاقہ بھی فتح کر لیا۔ لیکن ملکہ دامیہ سے شکست کھائی۔ بعد میں ملکہ کے آدمیوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ حسان نے بھرپور حملہ کیا۔ ملکہ ماری گئی اور شمالی افریقہ مستقل طور پر اسلامی سلطنت میں شامل کر دیا گیا۔

۲۔ رومیوں کے ساتھ جنگیں | اسلامی سلطنت کے انتشار سے قیصر روم نے بھی فائدہ اٹھانا چاہا۔ اس نے شام پر ہلہ بول دیا۔ عبدالملک نے خراج دینا قبول کر لیا۔ جب حالات درست ہو گئے تو عبدالملک نے رومی علاقے پر حملے شروع کر دیے اور قالی قلا اور مصیصہ کے علاقے فتح کر لیے۔

۳۔ ترکستان پر قبضہ | مہلب جب خارجیوں سے فارغ ہوا تو اس نے ترکستان کے سردار سبل کو شکست دے کر علاقے پر قبضہ کر لیا۔ اسی دوران مہلب کا انتقال ہو گیا۔ عبدالملک نے اس کے بیٹے یزید کو خراسان کا گورنر مقرر کر لیا۔ یزید کے بھائی مفضل نے آگے بڑھ کر بادغیس پر حملہ کر دیا۔

عبدالملک کی اصلاحات

عبدالملک کو جب جنگوں سے فرصت ملی تو اس نے چند تاریخی اصلاحات نافذ کیں جو آپ کا سب سے بڑا کارنامہ تصور کیا جاتا ہے۔ آپ کی اصلاحات درج ذیل ہیں:

۱۔ عربی زبان کو سرکاری دفاتر میں رائج کرنا | عبدالملک سے قبل عراق اور شام کے علاقوں میں سرکاری دفاتر میں یونانی اور فارسی زبانیں استعمال ہوتی تھیں۔ دفتر میں زیادہ تر لوگ مقامی ہوتے تھے۔ عبدالملک نے عربی کو سرکاری زبان کی حیثیت دے کر تمام دفاتر کے لیے اسے لازمی قرار دیا۔ غیر عربوں کے لیے عربی بولنے اور سمجھنے میں چند مشکلات پیش آ رہی تھیں کیونکہ عربی میں نقطوں کا استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔ عبدالملک نے نقاط کا استعمال شروع کیا۔ اس سے عجمیوں کی مشکلات ختم ہو گئیں۔ عربی زبان نے

خوب ترقی کی اور عربوں کو اہم عہدے دیے گئے۔ انتظامی دشواریاں ختم ہو گئیں۔

۲۔ **اسلامی سکہ** عبدالملک کا دوسرا بڑا کارنامہ اسلامی سکہ کا رائج کرنا تھا۔ نبی کریمؐ کے دور میں رومی اور ایرانی سکے استعمال کیے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں بھی سکے ڈھالے گئے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں بھی اسلامی سکہ رائج کرنے کی کوشش کی گئیں لیکن کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی۔ حضرت مصعب بن زبیرؓ نے سکے ڈھلوائے تھے، لیکن ان سکوں کا کوئی خاص معیار نہیں تھا۔ عبدالملک نے دمشق میں باضابطہ طور پر اسلامی ٹکسال قائم کی۔ سونے، چاندی اور تانبے کے خالص سکے بنائے جانے لگے۔ یہ سکے دینار، درہم اور فال کہلاتے تھے۔ اس سے تجارت اور سلطنت کی معاشی حالت میں نمایاں ترقی ہوئی۔

۳۔ **عربی زبان میں نقطوں اور اعراب کا استعمال** عربی زبان میں کچھ ایسی بنیادی خامیاں تھیں جن کی وجہ سے غیر عربوں کو عربی پڑھنے اور لکھنے میں سخت دقت پیش آتی تھی۔ اس خامی کو دور کرنے کے لیے حجاج بن یوسف کو ہدایت کی گئی۔ حجاج نے عربی زبان کو عام فہم کرنے کے لیے نقطوں اور اعراب کا استعمال شروع کیا۔ اس سے غیر عربوں کو عربی سمجھنے میں بڑی مدد ملی۔

۴۔ **محکمہ ڈاک** حضرت امیر معاویہؓ نے گھوڑوں کے ذریعہ ڈاک کی ترسیل کا منصوبہ بنایا تھا۔ عبدالملک نے اس محکمہ کو جدید انداز سے از سر نو منظم کیا۔ دمشق کو سڑکوں کے ذریعے دوسرے بڑے شہروں سے ملادیا۔ گھوڑوں اور ملازمین کے لیے ان کی ضروریت کو مد نظر رکھ کر مناسب انتظامات کیے گئے۔ محکمہ ڈاک کے ملازم خلیفہ کے لیے جاسوسی کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ تمام صوبائی دارالحکومتوں کو پایہ تخت سے ملادیا گیا۔ ڈاک کے لیے خصوصی گھوڑوں کا بندوبست کیا جاتا تھا۔

۵۔ **نئے شہروں کا آباد کرنا** عبدالملک نے کئی نئے شہر آباد کیے۔ عراق پر اپنا تسلط قائم رکھنے کے لیے کوفہ اور بصرہ کے درمیان واسط کا شہر بسایا گیا۔ اس میں ایک بڑی فوجی چھاؤنی بھی بنائی گئی جہاں شاہی فوج رکھی جاتی تھی تاکہ بوقت ضرورت انھیں عراق میں استعمال کیا جاسکے۔

۶۔ خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر اور غلاف چڑھانا: یزید کے دور میں خانہ کعبہ پر پتھر برسائے گئے تھے۔ اس سے خانہ کعبہ کی عمارت کو کافی نقصان پہنچا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے پرانی عمارت کو گرا کر نبی کریمؐ کے بتائے ہوئے نقشے کے مطابق خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ عبدالملک نے اس عمارت کو گرا کر پرانے نقشے کے مطابق اس کی از سر نو تعمیر کی۔ دمشق سے ہر سال خانہ کعبہ کے لیے ریشمی غلاف بھی روانہ کیا جاتا تھا۔ اس طرح ہر سال خانہ کعبہ پر نیا غلاف چڑھایا جانے لگا۔

۷۔ ادبی ترقی: عبدالملک کا بچپن مدینہ میں علماء کرام کی صحبت میں گزرا تھا۔ مروان نے اس کی تعلیم و تربیت کے خصوصی انتظامات کیے تھے۔ عبدالملک ایک بلند پایہ عالم تھا۔ اس نے علمی اور ادبی ترقی پر خاص توجہ دی۔ عالموں اور فاضلوں کے وظائف مقرر کیے۔ اس سے عربی ادب میں کافی ترقی ہوئی۔ عبدالملک نے حضرت سعید بن مسیب سے قرآن پاک کی تفسیر بھی لکھوائی۔

عبدالعزیز کی نصیحت: کہا جاتا ہے کہ عبدالعزیز نے اپنے بھائی کو نصیحت کے انداز میں کہا، "کشادہ پیشانی سے رہو۔ خلیق و نرم دل رہو۔ حاجب کو دیکھ بھال کر مقرر کرنا مناسب تو یہ ہے کہ وہ تمہارے خاندان سے ہو کیونکہ وہ تمہارا منہ اور تمہاری زبان ہے۔ کوئی شخص تمہارے دروازے پر نہ آئے گا مگر یہ کہ وہ تم کو پتہ بتلائے گا۔ تاکہ تم اس کو اجازت دو یا لوٹا دو۔ جب تم مجلس میں آؤ تو ہم نشینوں سے ایسی باتیں کرو جس سے وہ تم سے مانوس ہوں اور تمہاری محبت ان کے دلوں میں جانشین ہو۔ اور جب کوئی مشکل پیش آئے تو اس کو مشورے سے آسان کرو۔ کیونکہ اس سے مبہم امور واضح ہو جاتے ہیں۔ جان رکھو نصف عقل تم کو دی گئی ہے اور نصف تمہارے بھائی کو۔ کوئی شخص مشورہ کرنے سے ہلاکت میں نہیں پڑتا۔ جب تم کو کسی پر غصہ آئے تو اس کی سزا میں تاخیر کرو۔ سزا دہی پر توقف کے بعد بھی دسترس حاصل ہوتی ہے لیکن تم سزا دہی کے بعد اس کی تلافی پر قادر نہ ہو سکو گے"۔

ولید کی ولی عہدی: عبدالملک اپنے بھائی عبدالعزیز کو ولی عہدی سے محروم کرنا چاہتا

تھا تاکہ اپنے بیٹے ولید کو اپنا ولی عہد مقرر کر سکے۔ عبدالملک نے عبدالعزیز کو لکھا کہ میں حکومت ولید کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔ عبدالعزیز نے اس سے اتفاق نہ کیا۔ عبدالملک نے عبدالعزیز سے مصر کے خراج کا مطالبہ کیا۔ عبدالعزیز مصر کا گورنر تھا۔ عبدالعزیز نے عبدالملک کو لکھا "اے امیرالمومنین! ہم اور تم اتنے بوڑھے ہوگئے ہیں کہ ہمارے خاندان میں اس عمر کا کوئی فرد موجود نہیں ہے۔ نہ جانے ہم دونوں میں سے موت کس کو پہلے آجائے۔ مناسب یہ ہے کہ اب اس عمر میں بگاڑ نہ پیدا کرو۔ ۸۵ ھ میں عبدالعزیز فوت ہوگیا۔ جب عبدالملک کو بھائی کی وفات کا پتہ چلا تو اس نے ولید اور سلیمان کی بیعت لینے کا سلسلہ شروع کردیا۔ تمام گورنروں کو بیعت لینے کا فرمان جاری کیا۔ اس طرح ولید بن عبدالملک اور سلیمان بن عبدالملک کے بعد دیگرے ولی عہد نامزد کیے گئے۔

عبدالملک اور زفر بن حرث میں مصالحت عبدالملک نے اپنے بھائی محمد بن مروان کو زفر بن حرث کے پاس بھیجا۔ اور باپ بیٹے کو ساتھیوں سمیت پناہ دینے کی پیشکش کی۔ محمد بن مروان نے ہذیل بن زفر سے رابطہ قائم کیا۔ ہذیل نے باپ کو پیشکش قبول کرنے پر آمادہ کرلیا۔ لیکن زفر نے اپنی شرائط پیش کیں۔ عبداللہ بن زبیر کے مقابلے میں کسی قسم کی مدد کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ ایک سال تک بیعت کرنے کا اختیار بھی دیا جائے۔ اور کسی مخصوص مقام پر رہائش رکھنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ بات چیت کا سلسلہ جاری تھا کہ عبدالملک کو پتہ چلا کہ شہر پناہ کے چار عدد برج گرادیے گئے ہیں۔ عبدالملک نے صلح سے انکار کردیا اور حملے کا حکم دے دیا۔ لیکن جنگ میں کوئی خاص کامیابی نہ ہو سکی۔ عبدالملک کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ عبدالملک نے گھبرا کر شرائط کو تسلیم کرنے کا پیغام بھیجا۔ زفر نے مزید شرائط پیش کیں۔ عبدالملک اور عبداللہ بن زبیر کی زندگی کے آخری دم تک بیعت کرنے سے انکار کردیا۔ مزید کہا کہ خونریزی کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ مجھے میرے ساتھیوں سمیت پناہ دی جائے۔ عبدالملک نے منظور کرلیا۔ امان نامہ بھیج دیا۔ زفر کو عبدالملک پر اعتماد نہیں تھا۔ عمر بن سعید کا انجام اسکے سامنے تھا۔ اس نے ملاقات میں کافی دیر کی۔ عبدالملک نے حضورؐ کا عصا مبارک روانہ کیا۔ زفر حاضر ہوا۔ عبدالملک نے زفر کی بیٹی

مسلمہ رباب سے اپنے بیٹے کی شادی کردی۔ عبدالملک جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ زفر نے ہذیل کو بعہ لشکر روانہ کردیا۔ ہذیل مخالفین سے جاملا۔ لیکن عبدالملک نے اسے معاف کردیا۔ اور امان دے دی۔

ابوبکر بن قیس کا خاتمہ جب سلیمان بن خالد کو ابن قمقام نے قتل کروا ڈالا تو عبدالملک نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ عبداللہ بن زبیر نے حرث بن حاطب کو معزول کرکے جابر بن اسود کو مدینہ کا والی مقرر کیا۔ جابر نے ابوبکر بن قیس ۶ سو آدمیوں کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ کیا۔ ابن قمقام کو شکست ہوئی۔ اس کے کئی ساتھی مارے گئے اور کئی گرفتار ہوئے۔ عبدالملک کو جب شکست کا پتہ چلا تو اس نے طارق بن عمر کو روانہ کیا۔ طارق نے بڑی ہوشیاری سے ابوبکر بن قیس کو ساتھیوں سمیت قتل کروادیا۔

وفات اور وصیت عبدالملک شوال ۸۶ ھ میں فوت ہوا۔ وفات سے پہلے اپنے بیٹوں کے لیے یہ ہدایت لکھوائی۔ " میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ بہترین لباس ہے۔ اور مضبوط پناہ گاہ ہے۔ تمھیں چاہیے کہ تمہارے بڑے چھوٹوں کے ساتھ محبت سے پیش آئیں اور تمہارے چھوٹے بڑوں کا ادب کریں۔ مسلمانوں کی رائے کو تسلیم کرنا۔ حجاج کی عزت کرنا۔ اس نے تمہارے لیے فتوحات کی ہیں۔ دشمنوں کو ذلیل و خوار کیا ہے۔ نیکی کا پہاڑ بن جانا۔ نیکی کا اجر، نیکی کا خزانہ اور نیکی کا ذکر باقی رہتا ہے۔ اپنے احسانات کو عقلمندوں پر پھیلانا۔ کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں اور شکر گذار ہوتے ہیں۔ مجرموں سے جرم نہ کرنے کا وعدہ لینا۔ اگر اس پر قائم رہیں تو معاف کردینا۔ اور اگر پھر جرم کریں تو انتقام لینا۔"

وفات عبدالملک شوال ۸۶ ہجری میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔

حجاج بن یوسف ثقفی

تعارف حجاج بن یوسف ثقفی کا تعلق طائف سے تھا۔ اس نے اپنی عملی زندگی کا آغاز

طائف کے مدرسے میں مدرس کی حیثیت سے کیا۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے اعلیٰ مقام حاصل کر کے عبدالملک کا مشیر خاص بن گیا۔ حجاج ایک زبردست خطیب اور ماہر سیاست دان تھا۔ ان صفات کے ساتھ ساتھ بڑا ظالم اور سفاک شخص بھی تھا۔ خون بہانے میں لذت محسوس کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ بچپن میں اسے بھیڑ کا خون پلایا گیا تھا۔ یہ عبدالملک اور ولید بن عبدالملک کا دست راست تھا۔ اسے نائب السلطنت کا عہدہ دیا گیا تھا۔ اس نے عبداللہؓ بن زبیرؓ کو شہید کر کے حجاز پر قبضہ کر لیا۔ کوفہ اور بصرہ میں جب بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو عبدالملک نے حجاج کو عراق جانے کا حکم دیا۔ کوفہ اور بصرہ میں پر جوش تقریریں کر کے لوگوں کو ڈرایا۔ حجاج تقریباً بیس سال عراق کا گورنر رہا۔ یہاں پر اکثر بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں لیکن اس نے تشدد کی پالیسی سے وہاں امن و امان قائم کیا۔ مہلب کے ساتھ مل کر خارجیوں کا مقابلہ کیا۔ محمد بن قاسم اور قتیبہ بن مسلم کا انتخاب اس کا بڑا کارنامہ ہے جنھوں نے ہندوستان اور چین تک کے علاقے فتح کیے۔ عبدالملک کے بعد اس کے بیٹے ولید بن عبدالملک نے باپ کی وصیت کے مطابق اس کا خاص خیال رکھا۔ اہم ملکی امور اس کے مشورے سے ہی طے کیے جاتے تھے۔ بنو امیہ کی سلطنت کو مستحکم کرنے میں اس نے نمایاں کردار ادا کیا۔

مہلب خارجیوں کے خلاف جنگ میں مصروف تھا۔ اہل کوفہ اور بصرہ اس کا ساتھ چھوڑ کر اپنے گھروں کو واپس آ گئے۔ مہلب نے تنگ آ کر عبدالملک کو لکھا کہ اگر معقول فوج کا بندوبست نہ کیا گیا تو وہ اس مہم سے الگ ہو جائے گا۔ کافی سوچ و بچار کے بعد عبدالملک نے بارہ سواروں کے ہمراہ حجاج بن یوسف کو روانہ کیا۔ حجاج صبح سویرے کوفہ کی جامع مسجد گیا اور وہاں لوگوں کے سامنے ایک پر جوش تقریر کی۔ جس کے چہرے پر سرخ نقاب تھا۔ جب نقاب ہٹایا تو لوگ خوف سے کانپنے لگے۔ حجاج کہہ رہا تھا، "امیرالمومنین نے جو تیر تمھارے لیے چنا ہے وہ سب سے زیادہ سخت، جگر دوز ہے۔ میں تمھارے سارے بل نکال دوں گا۔ تین دن کے اندر مہلب کے پاس پہنچ جاؤ ورنہ تمھاری گردنیں اڑا دی جائیں گی اور گھر بار لوٹ لیے جائیں گے۔" دو دن میں کوفہ خالی ہو گیا تھا۔ اسی طرح حجاج نے بصرہ

میں بھی تقرری کی لیکن وہاں پر لوگوں نے گھیراؤ کیا۔ حجاج نے سیاسی چال سے حالات پر قابو پالیا۔ حجاج نے مہلب کے ساتھ مل کر خارجیوں کا خاتمہ کیا۔ حجاج کے مشہور جرنیل عبدالرحمن بن اشعث نے بغاوت کرلی۔ یہ بغاوت نہ صرف حجاج کے خلاف تھی بلکہ عبدالملک کے خلاف بھی تھی۔ عبدالملک نے حجاج کی مدد کے لیے مزید فوج روانہ کی۔ تستر کے مقام پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ حجاج کو شکست ہوئی اور اس نے بصرہ میں پناہ لی۔ ابن اشعث نے وہاں پر بھی اس کا تعاقب کیا۔ حجاج بصرہ کے قریب زاویہ میں پناہ گزین ہوگیا۔ فریقین کے درمیان سخت جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں حجاج کو برتری حاصل ہوئی۔ ابن اشعت نے کوفہ پہنچ کر دوبارہ فوج اکٹھی کرنی شروع کی اور تمام عراق پر قبضہ کرلیا۔ حجاج نے کئی بار اشعث کو شکست دینے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ عبدالملک نے مزید کمک روانہ کی۔ اس بار ابن اشعث کو شکست ہوئی۔ اس نے سیستان میں عیاض کے ہاں پناہ لی لیکن بعد میں خودکشی کرلی۔ ولید بن عبدالملک کے دور میں بھی حجاج بن یوسف کی امتیازی حیثیت برقرار رہی۔ ایک انگریز مورخ کے مطابق حجاج بنو امیہ کا ایسا ستون تھا جس کے بغیر اس عمارت کا کھڑا ہونا ممکن ہی نہیں تھا۔ حجاج بن یوسف اپنے ظلم، سفاکی اور جاہ پسندی کے لیے مشہور ہے لیکن اس میں چند صفات بھی موجود تھیں۔ حجاج شعلہ بیان مقرر تھا جو فوراً مجمع پر اثر انداز ہوجاتا تھا۔ دینی علوم پر بھی دسترس حاصل تھی۔ اس کی قرات خاص طور پر پورے عرب میں بہت مشہور تھی۔ قرآن مجید میں اعراب لگانے کا اعزاز بھی اسے حاصل ہوا۔ حجاج کا انتقال کوفہ میں ۹۵ ہجری میں ہوا۔

مشقی سوالات

۱۔ خلیفہ عبدالملک کی اصلاحات تفصیل سے بیان کریں۔
۲۔ عبدالملک کی انتظامی اصلاحات بیان کیجیے۔
۳۔ عبدالملک کے کردار اور کارناموں پر انکی انتظامی اصلاحات کی روشنی میں بحث کریں۔

۴۔ عبدالملک کی فتوحات بیان کریں۔

۵۔ عبدالملک کی سیرت و افکار تحریر کریں۔

۶۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

(الف) توابین (ب) مختار ثقفی (ج) حجاج بن یوسف ۔

۷۔ درست پر نشان (✓) لگائیے۔

(۱) مدینہ کا حاکم تھا۔ (مروان ۔ ولید ۔ عبدالملک)

(۲) خانہ کعبہ کا محاصرہ کیا۔ (مسلم بن عقبہ ۔ حصین بن تمیز)

(۳) حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی لاش کو لٹکائے رکھا۔ (۳ دن ۔ ۴ دن ۔ ۱ دن)

(۴) عبدالملک نے تقریباً حکومت کی۔ (۱۰ سال ۔ ۱۵ سال ۔ ۲۱ سال)

۸۔ خالی جگہیں پُر کیجیے۔

۱۔ عبدالملک ______ کا بیٹا تھا۔ ۲۔ بنو امیہ کا حقیقی بانی ______ کہلاتا ہے۔

۳۔ توابین کا سربراہ ______ تھا۔

۴۔ مختار ثقفی کا تعلق طائف کے قبیلے ______ سے تھا۔

۵۔ مختار نے ______ کا نعرہ لگایا۔ ۶۔ ______ نے توابین کی سرپرستی قبول کرلی۔

۷۔ ______ عبداللہ بن زبیر کا بھائی تھا۔

۸۔ عبدالملک کے سامنے ______ کا سر پیش کیا گیا۔

۹۔ ______ نے مکہ کا محاصرہ کیا۔

۱۰۔ عبدالملک نے حجاج کو ______ کا گورنر مقرر کیا۔

۱۱۔ حسان بن لقمان نے ______ کو دوبارہ فتح کیا۔

۱۲۔ ______ نے ترکستان پر قبضہ کرلیا۔

۱۳۔ عبدالملک نے ______ کو سرکاری زبان کی حیثیت دی۔

۱۴۔ عبدالملک نے ______ اسلامی ٹکسال قائم کی۔

۱۵۔ حجاج نے عربی زبان میں ______ کا استعمال شروع کیا۔
۱۶۔ عبدالملک نے ______ کا شہر آباد کیا۔
۱۷۔ عبدالملک نے ______ سے قرآن پاک کی تفسیر لکھوائی۔
۱۸۔ حجاج کا تعلق ______ سے تھا۔
۱۹۔ حجاج نے باغی جرنیل ______ کو شکست دی۔
۲۰۔ حجاج کا انتقال ______ ہجری میں ہوا۔

سولھواں باب

ولید بن عبدالملک

۸۶ھ تا ۹۶ھ بمطابق ۷۰۵ء تا ۷۱۵ء

تعارف و تخت نشینی ولید بن عبدالملک اپنے باپ عبدالملک کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ عام بیعت ہوئی۔ اس کے بعد لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "میرا فرض ہے میں اسلامی سرحدوں کی حفاظت کروں۔ آپ کا فرض میری اطاعت کرنا ہے۔ جو مخالفت کرے گا اس کا سر کچل دیا جائے گا۔ ولید اپنے باپ کے برعکس علم سے بالکل بے بہرہ تھا لیکن اپنی خداداد صلاحیتوں سے تاریخ میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔

وسعت سلطنت اور فتوحات ولید کا دور فتوحات کا دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں اسلامی حکومت کی سرحدیں مشرق میں برصغیر ہندوپاک اور مغرب میں سپین تک پھیل گئیں۔ شمال میں چین تک کے علاقے فتح کیے گئے۔

والی باذغیس کی اطاعت قتیبہ بن مسلم نے والی باذغیس نیزک طرخان کو لکھا کہ مسلمان قیدیوں کو فوراً رہا کر دیا جائے ورنہ نتائج کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔ والی باذغیس نے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد قتیبہ نے والی باذغیس کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ طرخان کترانے کی کوشش کر رہا تھا۔ قتیبہ نے لکھا اگر تم میرے پاس نہیں آؤ گے تو میں تمہارے خلاف جہاد کروں گا۔ مجھے جس جگہ ملے تو گرفتار کروں گا۔ چاہے اس کوشش میں مجھے اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے۔ چنانچہ باذغیس حاضر ہوا اور اس شرط پر اطاعت قبول کی کہ قتیبہ اس کی ریاست میں داخل نہیں ہوگا۔

بیکن داد پر حملہ والی باذغیس کی اطاعت کے بعد قتیبہ نے بیکن داد پر حملہ کر دیا۔ اہل بیکند نے ترکوں سے مدد کی درخواست کی۔ ترکوں نے قتیبہ کو چاروں طرف سے

گھیر لیا۔ خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا۔ قتیبہ نے ان کو شکست دے دی۔ قتیبہ کا لشکر شہر پناہ تک جا پہنچا۔ محصورین نے امن کی درخواست کی۔ قتیبہ نے قبول کرلی۔ قتیبہ نے اپنا عامل مقرر کیا اور روانہ ہوگیا۔ تھوڑی دور گئے ہونگے کہ اہل بیکند نے عامل اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ جب قتیبہ کو معلوم ہوا تو اس نے واپس آکر شہر پناہ کو گرادیا۔ قتل عام شروع کیا۔ عورتوں اور بچوں کو قید کرلیا۔ بے شمار قیمتی مال غنیمت ملا۔

والی جورجان کی اطاعت والی جورجان نے امان کے لیے درخواست کی۔ قتیبہ نے قبول کرلی۔ چند لوگ بطور ضمانت ایک دوسرے کے حوالے کیے گئے۔ والی جورجان قتیبہ کے پاس حاضر ہوا۔ پھر رخصت ہوکر اپنے وطن روانہ ہوگیا۔ طالقان کے مقام پر فوت ہوگیا۔

شومان کا محاصرہ والی شومان نے قتیبہ بن مسلم کے عامل کو ملک سے نکال دیا تھا۔ اور قاصد کو قتل کردیا تھا۔ قتیبہ نے شومان پر حملہ کردیا۔ اپنے بھائی صالح کو روانہ کیا۔ لیکن والئ شومان اطاعت پر آمادہ نہ ہوا اور اس نے تمام قیمتی سامان کنویں میں پھینک دیا۔ جس کی گہرائی کا کوئی اندازہ نہ تھا۔ اور خود لڑتا ہوا مارا گیا۔

خوارزم شاہ اور قتیبہ بن مسلم خوارزم کا حکمران اپنے چھوٹے بھائی خرزاد سے بہت تنگ آچکا تھا۔ اس نے قتیبہ کو حملہ کرنے کی دعوت دی۔ ۹۳ھ میں قتیبہ مرو سے روانہ ہوا۔ قتیبہ کی فوجیں خوارزم کے قریب جا پہنچیں۔ اہل خوارزم بے خبر تھے۔ ان کو کسی قسم کی اطلاع نہ تھی۔ خوارزم کے سرداروں اور مشیروں نے لڑنے کا مشورہ دیا۔ شاہ خوارزم نے مصالحت کو ترجیح دی۔ چنانچہ شاہ خوارزم اور قتیبہ کے درمیان چند شرائط پر مصالحت ہوگئی۔ اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جنگ کے وقت لشکر فراہم کیا جائے گا۔

خام جرد کا خاتمہ خوارزم سے صلح کرنے کے بعد قتیبہ نے اپنے بھائی عبدالرحمان کو لشکر دے کر روانہ کیا۔ یہ خوارزم کا جانی دشمن تھا۔ خام جرد نے صلح کے بجائے مقابلہ کرنے کو ترجیح دی۔ خام جرد نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن عبدالرحمان کے ہاتھوں مارا گیا۔

قتیبہ بن مسلم کی فتوحات مہلب نے وسط ایشیا کے علاقوں میں اپنا سکہ بٹھایا ہوا

تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا یزید خراسان کا گورنر بنا لیکن اس کے خلاف بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ولید نے یزید کو معزول کر کے مصری سردار قتیبہ بن مسلم کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ ان دنوں ترکستان کے حکمران آپس میں ایک دوسرے کے خلاف لڑ رہے تھے۔ قتیبہ نے ان حالات سے خوب فائدہ اٹھایا۔ دریائے جیحون عبور کیا تو صفانیان کے حاکم نے تحائف سے اس کا استقبال کیا۔ شومان اور کفیان کے حکمرانوں نے بھی اطاعت قبول کرلی۔ قتیبہ واپس چلا آیا لیکن حجاج کے خط کو پڑھ کر دوبارہ لشکر سے جاملا۔

بخارا کی فتح شہنشاہ چین کے بھتیجے کو شکست دینے کے چند ماہ بعد قتیبہ نے بخارا پر چڑھائی کی لیکن ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ حجاج نے نقشہ منگوا کر کچھ ہدایات دیں۔ ان ہدایات کے مطابق دوبارہ حملہ کیا گیا۔ خونریز جنگ کے بعد مسلمانوں کو عظیم کامیابی حاصل ہوئی اور وہ بخارا پر قابض ہوگئے۔

سمرقند پر قبضہ بخارا کی فتح کے بعد قتیبہ نے سمرقند پر چڑھائی کر کے شہر کا محاصرہ کیا۔ محاصرہ نے کافی طول کھینچا لیکن آخر کار مسلمان شہر میں داخل ہوئے۔ نماز ادا کی، بتوں کو توڑا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ ان کے بت توڑنے کی وجہ سے مسلمان تباہ و برباد ہوجائیں گے لیکن جب مسلمانوں پر کسی قسم کا اثر نہ ہوا تو انھوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

چین پر حملہ خاقان نے اپنے بیٹے کو زبردست فوج دے کر روانہ کیا تھا تاکہ وہ سغدیوں کی مدد کر سکیں۔ قتیبہ نے بدلہ لینے کا ارادہ کیا۔ شاش فرغانہ فتح کرنے کے بعد قتیبہ نے کاشغر پر حملہ کیا اور اسے فتح کر کے چین میں داخل ہوا۔ خاقان چین نے خراج دے کر صلح کرلی۔

قتیبہ کی بغاوت اور قتل ولید بن عبدالملک کے دور میں قتیبہ پُرسکون زندگی گزار رہا تھا۔ جب ولید کی وفات کے بعد سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا تو اس نے انتقامی کارروائیاں شروع کیں۔ قتیبہ نے بھی اپنے آپ کو خطرات میں محسوس کیا اور سلیمان کے خلاف بغاوت کی لیکن مقامی قبائل کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کا سر سلیمان کی خدمت میں

پیش کیا گیا۔

عمر بن عبدالعزیز کی تقرری | ولید بن عبدالملک نے ہشام بن اسماعیل کو معزول کر کے عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے مروان کے مکان میں رہائش اختیار کی۔ عمر نے دس فقہا کو شامل کر کے مجلس شوریٰ قائم کی۔ صوبے کا نظام مکمل طور پر شوریٰ کے مشوروں کے مطابق چلایا جاتا تھا۔ مجلس شوریٰ کے ارکان غرض مندوں کی حاجتیں، مظلوموں کے فریادیں اور عمال کے ظلم و ستم کی شکایتیں عمر بن عبدالعزیز تک پہنچاتے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز ان پر مکمل کاروائی کرتے تھے۔ مدینہ کے عوام عمر بن عبدالعزیز کو دعائیں دینے لگے۔ پڑوسی صوبوں سے لوگ مدینہ آنے لگے۔ مدینہ ایک مثالی صوبہ بن گیا۔ جہاں لوگ امن اور خوشحالی سے رہتے تھے۔ ان کے ساتھ کسی قسم کی ناانصافی نہیں ہوتی تھی۔

مسجد نبویؐ کی تعمیر | ۸۸ھ میں ولید بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ "امہات المومنین کے حجروں کو اور ان مکانات کو جو مسجد کے قریب ہیں خرید کر مسجد نبوی میں شامل کیا جائے۔ تاکہ مسجد وسیع ہو جائے۔ اگر کوئی شخص انکار کرے تو اسے جائز معاوضہ دے کر مکان گرا دیا جائے۔ اس سلسلے میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا طریقہ اختیار کیا جائے۔" حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کو اکٹھا کر کے ولید کا فرمان سنایا۔ لوگوں نے بڑی خوشی سے اپنے مکانات مسجد کے لیے دے دیے۔ اس سلسلے میں کسی قسم کی سختی نہیں کی گئی۔ ولید نے شہنشاہ روم کو بھی مسجد نبویؐ کی تعمیر کے متعلق لکھا۔ شہنشاہ روم نے مسجد نبویؐ کے لیے ایک لاکھ مثقال سونا، مشہور کاریگر اور پتھروں کے خوبصورت ٹکڑے، چالیس اونٹوں پر روانہ کیے۔ ولید نے یہ سب کچھ عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیج دیا۔ تعمیر کا کام بڑے زور و شور سے شروع کیا گیا۔ ان کاریگروں کے علاوہ شام کے مشہور کاریگر بھی لائے گئے۔

عمر بن عبدالعزیز کی معزولی | ۹۳ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حجاج بن یوسف کے ظلم و ستم کے متعلق ولید سے شکایت کی۔ جب حجاج کو پتہ چلا تو اس نے ولید کو ایک

خط لکھا جس میں واضح کیا کہ تمام باغی مدینہ میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس چلے جاتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز انھیں گرفتار کرنے کے بجائے پناہ دیتے ہیں۔ اس طرح سے حکومت دن بدن کمزور ہوتی جارہی ہے۔ مختلف قسم کے مسائل پیدا ہورہے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو حکومت کو کافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔" جب یہ خط ولید کو ملا تو اس نے عمر بن عبدالعزیز کو معزول کر کے خالد بن عبداللہ کو مکہ معظمہ کا اور عثمان بن حبان کو مدینہ منورہ کا والی مقرر کیا۔

محمد بن قاسم کی فتوحات حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں سندھ کے کچھ علاقے پر قبضہ کرلیا گیا تھا۔ ولید کے دور میں مزید فتوحات ہوئیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

اس دور میں مسلمان برصغیر پاک و ہند کے ساحلی علاقوں میں تجارت کرتے رہتے تھے۔ کچھ عرب اسی سلسلے میں جزیرہ لنکا میں آباد ہوگئے تھے جہاں کچھ تاجر وفات پاگئے۔ لنکا کے نیک دل راجہ نے ان کی بیواؤں اور یتیم بچوں کو بحری جہاز کے ذریعے روانہ کردیا۔ سمندری طوفان نے جہاز کو دیبل (موجودہ کراچی) کے قریب پہنچادیا۔ سمندری قزاقوں نے اس جہاز کو لوٹ کر عورتوں اور بچوں کو قید کرلیا۔ جب حجاج کو پتہ چلا تو اس نے سندھ کے راجہ داہر کو لکھا کہ ڈاکوؤں کو سزا دی جائے۔ نقصانات پورے کیے جائیں اور بچوں و عورتوں کو آزاد کردیا جائے۔ راجہ داہر نے ٹالنے کے لیے لکھا کہ ڈاکو اس کے قابو میں نہیں۔ حجاج نے ولید سے اجازت لے کر عبداللہ اسلمی کو چھ ہزار کا لشکر دے کر راجہ داہر کے خلاف روانہ کیا، لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے بعد بھی کئی دوسری مہمیں روانہ کی گئیں۔ لیکن خاص کامیابی نہ ہوئی۔ آخر حجاج نے اپنے بھتیجے اور داماد محمد بن قاسم کو روانہ کیا۔ راجہ داہر نے شکست کھائی اور مارا گیا۔ محمد بن قاسم نے ولید کی اجازت سے راجہ داہر کی رانی لاڈی کو اپنے حرم میں داخل کیا۔ برہمن آباد پر قبضہ کر کے ارور کی طرف بڑھے۔ راجہ داہر کا بیٹا گوپی وہاں سے بھاگ گیا۔ محمد بن قاسم نے ملتان اور پنجاب کے دوسرے شہروں پر قبضہ کرلیا۔ اسی دوران ولید کا انتقال ہوگیا۔ سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن ابی کبشہ کو حاکم بنا کر روانہ کردیا۔ محمد بن قاسم کو معزول کردیا گیا۔ یزید نے

محمد بن قاسم کو عراق کے نئے گورنر کے پاس بھیج دیا۔ صالح نے بھائی کا انتقام لینے کے لیے محمد بن قاسم کو اذیتیں دے دے کر جیل میں مروا ڈالا۔

موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کی فتوحات موسیٰ بن نصیر شمالی افریقہ کا گورنر تھا جبکہ شمال کی طرف سمندر کے پار سپین پر راڈرک کی حکومت تھی۔ رعایا وہاں کی راڈرک کے ظلم و ستم سے تنگ آچکی تھی۔ جاگیرداروں نے کاشتکاروں اور کسانوں کا جینا مشکل کر دیا تھا۔ جولین سبتہ کا گورنر تھا۔ راڈرک نے اس کی بیٹی فلورنڈا کو اپنے حرم میں زبردستی شامل کر لیا۔ جولین نے راڈرک سے انتقام لینے کے لیے اپنے دشمن موسیٰ سے مدد کی درخواست کی۔ موسیٰ نے خلیفہ کی اجازت سے طریف کو حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ طریف نے کافی کامیابی حاصل کی اور موسیٰ کو حالات سے آگاہ کیا۔ موسیٰ نے اپنے نوجوان جرنیل طارق بن زیاد کو سات ہزار کا لشکر دے کر روانہ کیا۔ طارق نے جبرالٹر (جبل الطارق) کے قریب فوج اتاری۔ جبرالٹر کے گورنر نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ راڈرک کو اطلاع ملی تو ایک لاکھ کا لشکر لے کر سپین کے جنوبی ساحل کی طرف روانہ ہوا۔ طارق نے موسیٰ سے مدد کی درخواست کی۔ موسیٰ نے پانچ ہزار مزید فوج روانہ کی۔ طارق نے فوج کے سامنے ایک پرجوش تقریر کی اور اپنے تمام جہاز جلوا دیے تاکہ کسی کے دل میں واپس جانے کا خیال نہ آئے۔ دریائے گواڈلٹ کے کنارے راڈرک کا مقابلہ کیا۔ راڈرک میدان جنگ سے بھاگا لیکن دریا میں ڈوب کر مرگیا۔ طارق نے فوج کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ خود پایہ تخت طلیطلہ (موجودہ تولیدو) کی طرف بڑھا۔ اسی دوران موسیٰ اٹھارہ ہزار کی فوج لے پہنچا۔ اشبیلیہ اور مارود پر قبضہ کر لیا۔ دونوں فوجوں نے سپین پر قبضہ کر لیا۔ فرانس میں پیش قدمی کرنی چاہی لیکن ولید نے موسیٰ کو واپس بلا لیا۔ موسیٰ نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو سپین کا گورنر مقرر کیا۔ سپین کے لوگ مسلمانوں کو فرشتے سمجھنے لگے کیونکہ انھوں نے انھیں راڈرک کے وحشیانہ مظالم سے نجات دلائی۔ جب موسیٰ دمشق پہنچا تو ولید مر چکا تھا۔ سلیمان نے اس پر بھاری جرمانے عائد کیے۔ موسیٰ خستہ حالی میں فوت ہوا۔

بنو امیہ کا سنہرا دور

(ولید بن عبدالملک کی سیرت اور کارنامے)

ولید کو لکھنے پڑھنے کا شوق نہ تھا۔ علم و ادب میں بذات خود کوئی دلچسپی نہ لی، لیکن وہ عالموں، فاضلوں کا بہت قدردان تھا۔ اس نے عالموں کو خصوصی رعایات دیں۔ ان کو معقول وظیفے دیے جاتے تاکہ وہ مطمئن ہو کر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔ ولید کو مغل بادشاہ شاہ جہان کی طرح تعمیرات سے بھی بہت دلچسپی تھی۔ دمشق میں عظیم الشان مسجد تعمیر کروائی۔ اس میں قیمتی پتھروں اور ہیرے جواہرات کا استعمال کیا گیا۔ اس کی تعمیر کے لیے دور دور سے کاریگر منگوائے گئے۔ مسجد نبوی کی عمارت بہت پرانی ہو چکی تھی۔ اسے گرا کر نئے سرے سے تعمیر کیا گیا۔ اس مسجد کی تعمیر میں قیصر روم نے بھی حصہ لیا۔ سجاوٹ کا سامان اور ایک سو کاریگر بھیجے۔ ولید کا دور فتوحات کا دور تھا۔ اس میں اسلامی سلطنت کی حدود ملتان، کاشغر، افریقہ اور سپین تک پھیلادی گئیں۔ ملک کی اندرونی حالت تسلی بخش تھی۔ لوگ خوشحال تھے۔ امن وامان قائم تھا۔ بیرونی طور پر بھی ملک کا وقار دن بدن بڑھ رہا تھا۔ بحری فوج کو جدید خطوط پر استوار کیا گیا۔ اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا، جو مختلف ساحلوں پر حفاظت کے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے۔ ولید عوام کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اس نے ملک کے اندر سڑکوں کا جال بچھادیا۔ سڑکوں کے کنارے کنویں کھدوائے، سرائیں بنوائیں، سفر کو محفوظ بنایا گیا۔ ولید نے تجارت پر بھی خصوصی توجہ دی۔ نہریں کھدوائیں۔ ولید نے لوگوں کی صحت کے لیے جگہ جگہ شفاخانے قائم کیے۔ ملک بھر میں ہسپتال کھولے، جہاں مریضوں کی دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ گداگری کا خاتمہ بھی ولید کا ایک کارنامہ ہے۔ ولید نے اپاہجوں اور معذوروں کے لیے وظیفے مقرر کیے بلکہ ان کے لیے علیحدہ شعبہ قائم کیا جو یتیموں بیواؤں اور لاوارثوں کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کرتا تھا۔ ان کارناموں کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ولید کا دور بنو امیہ کا سنہرا

دور تھا۔

وفات ولید بن عبدالملک چاہتا تھا کہ اپنے بھائی سلیمان بن عبدالملک کی ولی عہدی کو منسوخ کر کے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اپنا جانشین بنائے۔ یہ کشمکش جاری ہی تھی کہ آپ ۹۶ ہجری میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ عبدالملک کی وصیت کے مطابق سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔

مشقی سوالات

۱۔ ولید بن عبدالملک کے عہد کی فتوحات بیان کریں۔

۲۔ ولید بن عبدالملک کے عہد کو "شاندار عہد" کیوں کہا جاتا ہے؟ بیان کیجیے۔

۳۔ ولید بن عبدالملک کے کارہائے نمایاں پر روشنی ڈالیے۔

۴۔ ولید بن عبدالملک کے دور کو "سنہرا دور" کیوں کہا جاتا ہے؟ وضاحت کیجیے۔

۵۔ ولید بن عبدالملک کی سیرت اور کارنامے تحریر کریں۔

۶۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

قتیبہ بن مسلم نے دریائے ______ کو عبور کیا۔

قتیبہ بن مسلم نے شہنشاہ چین کے ______ کو شکست دی۔

______ کے نیک دل راجہ نے تاجروں کی بیواؤں اور یتیم بچوں کو بحری جہاز کے ذریعے روانہ کیا۔

موسیٰ بن نصیر ______ کا گورنر تھا۔

طارق بن زیاد کو ______ کا لشکر دے کر روانہ کیا گیا۔

۷۔ ہاں/نہیں میں جواب دیجیے۔

۱۔ ولید کا دور فتوحات کا دور کہلاتا ہے۔ (ہاں/نہیں)

۲۔ مہلب نے وسطی ایشیا میں اپنا سکہ بٹھایا ہوا تھا۔ (ہاں/نہیں)

۳۔ ولید نے قتیبہ بن مسلم کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ (ہاں/نہیں)

۴۔ قتیبہ نے کاشغر کو فتح کیا۔ (ہاں/نہیں)

۵۔ قتیبہ نے شہنشاہ چین کے بھتیجے کو شکست دی۔ (ہاں/نہیں)

۶۔ قتیبہ نے سلیمان بن عبدالملک کے خلاف بغاوت کی۔ (ہاں/نہیں)

۷۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں سندھ کے کچھ علاقوں پر قبضہ ہوا تھا۔ (ہاں/نہیں)

۸۔ عرب تاجر چین میں آباد تھے۔ (ہاں/نہیں)

۹۔ لنکا کے راجہ نے بیواؤں اور یتیم بچوں کو بحری جہاز کے ذریعے روانہ کیا۔
(ہاں/نہیں)

۱۰۔ سمندری طوفان نے جہاز کو جدہ پہنچا دیا۔ (ہاں/نہیں)

۱۱۔ سندھ کا حکمران راجہ داہر تھا۔ (ہاں/نہیں)

۱۲۔ حجاج نے سب سے پہلے عبداللہ سلمی کو لشکر دے کر روانہ کیا۔ (ہاں/نہیں)

۱۳۔ آخر میں حجاج نے محمد بن قاسم کو روانہ کیا۔ (ہاں/نہیں)

۱۴۔ راجہ داہر کی بیوی رانی لاڈی تھی۔ (ہاں/نہیں)

۱۵۔ موسیٰ بن نصیر شام کا گورنر تھا۔ (ہاں/نہیں)

۱۶۔ ایران پر راڈرک کی حکومت تھی۔ (ہاں/نہیں)

۱۷۔ جولین سبتہ کا گورنر تھا۔ (ہاں/نہیں)

۱۸۔ جولین کی بیٹی فلورنڈا تھی۔ (ہاں/نہیں)

۱۹۔ طارق بن زیاد ایک لاکھ کے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ (ہاں/نہیں)

۲۰۔ عبدالعزیز کو سپین کا گورنر مقرر کیا گیا۔ (ہاں/نہیں)

سترھواں باب

سلیمان بن عبدالملک

۹۶ھ تا ۹۹ھ

تخت نشینی اپنے باپ ولید بن عبدالملک کی وفات کے بعد اس کی وصیت کے مطابق سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ چونکہ حجاج اور قتیبہ نے ولید کا ساتھ دیا تھا اس لیے سلیمان نے ان دونوں کے عزیزوں اور رشتہ داروں کے خلاف انتقامی کارروائیاں شروع کر دیں۔ محمد بن قاسم کو معزول کر کے جیل میں ڈالا گیا جہاں صالح نے اسے مروا ڈالا۔ موسیٰ بن نصیر کو کوڑی کوڑی کا محتاج کیا گیا۔ اس کی موت بھی تکلیف دہ حالت میں ہوئی۔ اس طرح سلیمان کی کوتاہ اندیشی سے خلافت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ اگر سلیمان انتقامی کارروائیوں کے بجائے حُسن سلوک سے کام لیتا تو آج تاریخ اسلام مختلف ہوتی۔ اسلام کا پیغام یورپ کے کونے کونے میں پہنچ چکا ہوتا اور آج دنیائے اسلام کے نقشے میں یورپ بھی شامل ہوتا۔

قتیبہ بن مسلم کی مخالفت ولید بن عبدالملک اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد مقرر کرنا چاہتا تھا۔ حجاج اور قتیبہ نے بھرپور ساتھ دیا۔ قتیبہ کو ڈر تھا کہ سلیمان اس سے خراسان کی گورنری چھین لے گا۔ چنانچہ اس نے لوگوں کو سلیمان کے خلاف ابھارنا شروع کیا۔ اس کے بعد سلیمان کو خط لکھا کہ اگر تم نے مجھے بحال نہ رکھا تو میں تمھیں خلافت سے معزول کر دوں گا۔ سلیمان نے خراسان کی گورنری کی سند روانہ کی اور ساتھ امان بھی دی لیکن قتیبہ نے مخالفت کا سلسلہ جاری رکھا۔ لوگوں نے قتیبہ کا ساتھ نہ دیا بلکہ مخالفت پر اتر آئے اور قتیبہ کو اپنے خاندان اور رشتہ داروں کے ساتھ قتل کر دیا۔

یزید بن مہلب سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن مہلب کو عراق کا گورنر مقرر کیا

لیکن جب قتیبہ بن مسلم کی موت کی خبر عراق پہنچی تو یزید کے دل میں خراسان کی گورنری کی خواہش پیدا ہوئی۔ سلیمان نے اسے خراسان کا گورنر مقرر کردیا۔ یزید نے عبداللہ بن بلال کو بصرہ اور حرمنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور خود خراسان کی طرف چلا گیا۔

رومیوں پر حملے موسم گرما میں محمد بن مروان نے رومی فوجوں پر بھرپور حمہ کرکے انھیں شکست فاش دی۔ دوسری طرف سے عثمان بن ولید چار ہزار فوج کے ساتھ داخل ہوا۔ رومیوں کی تقریباً ۲۰ ہزار فوج نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ محمد بن مروان نے دوبارہ فوج کشی کی اور جہاد کے شوق میں انبولیہ تک بڑھتا چلا گیا۔ ملطیہ تک جہاد کیا۔

مسلمہ اور عباس کی فتوحات مسلمہ نے قلعہ سوریہ اور عباس نے قلعہ اردولیہ کو فتح کیا۔ رومیوں کے عظیم الشان لشکر کا مقابلہ کیا۔ عباس نے بڑی بہادری سے ان کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا۔ مسلمہ بن عبدالملک نے آذر بائجان کی طرف سے ترکوں پر حملہ کردیا۔ کئی قلعے اور شہر فتح کیے۔ سوریہ کے پانچوں قلعے فتح کرلیے۔ دوسری طرف عباس جہاد کرتا ہوا اردن و سوریہ تک جا پہنچا۔

عبدالعزیز بن ولید کی فتوحات عبدالعزیز نے مسلمہ کے ساتھ مل کر ترکوں پر حملہ کیا۔ دوبارہ فوج کشی تین قلعے فتح کیے۔ اہل سرسہ کو گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا۔ عباس و مروان اور مسلم نے روم کا رخ کیا۔ ملیطہ تک کے علاقے فتح کرلیے۔ عباس نے انطاکیہ اور عبدالعزیز نے غزالہ کو فتح کرلیا۔

صقالیہ پر قبضہ مسلمہ کے پاس مختصر فوج تھی۔ موسم سرما کا آغاز ہوگیا۔ مسلمہ کے پاس سردی سے بچنے کے لیے ضروری سامان بھی نہیں تھا۔ برجان نے مسلمہ کو ان حالات میں دیکھ کر بھرپور حمہ کردیا۔ مسلمہ نے ان حالات میں بھی بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ برجان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمہ نے پیش قدمی جاری رکھی اور صقالیہ کے شہر پر قبضہ کرلیا۔ اسی دوران ولید بن ہشام اور داؤد بن سلیمان نے روم پر حملہ کیا اور ملیطہ پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔

قہستان کی فتح یزید بن مہلب جرجان اور طبرستان کو فتح کرنا چاہتا تھا۔ یہ دونوں شہر فارس اور خراسان کے درمیان واقع تھے اور کفار کے قبضے میں تھے۔ یزید نے ایک لاکھ کا لشکر تیار کیا اور جرجان پر چڑھائی کی۔ جرجان تک پہنچنے کے لیے کئی دروازوں اور پہاڑوں سے گزرنا تھا۔ یزید نے جرجان کی فتح قہستان سے شروع کی۔ سب سے پہلے اسی کا محاصرہ کیا۔ ترک اس قلعے کا دفاع کرتے رہے۔ تقریباً ۱۴ ہزار ترک مارے گئے۔ آخر کار قہستان یزید کے حوالے کر دیا گیا۔ کافی مال غنیمت بھی ملا۔ سلیمان کو فتح کی خوشخبری بھیج دی گئی۔ اس کے بعد جرجان کا رخ کیا۔

جرجان کی فتح اس سے پہلے سعید بن العاص نے جرجان پر قبضہ کر لیا تھا۔ اہل جرجان جزیہ دینے پر راضی ہو گئے تھے۔ لیکن عملی طور پر یہ رقم ادا نہیں کرتے تھے۔ اور کچھ عرصہ بعد بغاوت کر دی۔ خراج دینے سے انکار کر دیا۔ یزید بن مہلب کے ساتھ اہل جرجان نے مصالحت کو ترجیح دی۔

طبرستان کی مہم جرجان اور قہستان سے فارغ ہونے کے بعد یزید بن مہلب نے طبرستان کی طرف پیشقدمی کی۔ والی طبرستان نے صلح کا پیغام بھیجا۔ یزید نے مسترد کر دیا اور چاروں اطراف سے طبرستان پر حملہ کر دیا۔ مشرکین بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا لیکن بعد میں واپس آ گئے۔

بحیرہ پر یزید کا قبضہ یزید نے مخلد کو خراسان، معاویہ کو سمرقند اور بخارا اور خاتم کو طخارستان کا گورنر مقرر کیا۔ فیروز کے ساتھ جرجان کا رخ کیا۔ کیونکہ جرجان میں بغاوت ہو چکی تھی۔ اور یہاں پر صول قابض ہو چکا تھا۔ یزید نے محاصرہ کیا۔ یہ محاصرہ کافی عرصہ جاری رہا۔ آخر کار صول نے مصالحت کی پیشکش کی۔ صول کو جان و مال اور خاندان کے تین سو افراد کے لیے امان دی گئی۔ اس جنگ میں ۱۴ ہزار ترک مارے گئے۔ بحیرہ پر قبضہ کر لیا۔ بے شمار مال غنیمت ملا۔ اہل جرجان نے پھر بغاوت کر دی اور پہاڑوں میں چھپ کر لڑنے لگے۔ یزید نے ان کے ٹھکانے معلوم کر کے بھرپور حملہ کیا۔ اس دفعہ سخت سزائیں دی گئیں۔ فتح کے بعد یزید نے اس بار اس شہر کا بنیادی پتھر اپنے ہاتھ سے رکھا۔ جہم بن

زفر کو جرجان کا گورنر مقرر کر کے یزید خراسان واپس آیا۔

قسطنطنیہ پر ناکام حملہ رومی جرنیل لیو نے سلیمان سے درخواست کی کہ اگر قسطنطنیہ پر حملہ کیا گیا تو وہ مسلمانوں کا ساتھ دے گا۔ سلیمان نے درخواست قبول کرلی اور مسلمہ کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ ہوگیا۔ لیکن بد قسمتی سے رومیوں نے ساز باز کر کے لیو کو اپنے ساتھ ملا لیا اور مسلمانوں کو کافی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ اس واقعہ سے خلیفہ کو دلی صدمہ ہوا۔

عمر بن عبدالعزیز کی ولی عہدی سلیمان اپنے بیٹے داؤد کو ولی عہد مقرر کرنا چاہتا تھا لیکن بعد میں کاغذ منگوا کر اس پر عمر بن عبدالعزیز اور یزید کی ولی عہدی تحریر کردی۔ یہ آپ کا واقعی تاریخی کارنامہ ہے۔

وفات ان واقعات کے بعد سلیمان بن عبدالملک نے بمقام والق سرزمین قنسرین میں ماہ سفر سال ۹۹ ہجری میں وفات پائی۔ آپ نے دو سال پانچ ماہ اور پانچ دن خلافت کی۔ عمر بن عبدالعزیز نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

۹۹ھ تا ۱۰۱ھ بمطابق ۷۱۷ء تا ۷۱۹ء

تعارف حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، سلیمان بن عبدالملک کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ کی والدہ حضرت عمر فاروقؓ کی پوتی تھیں۔ آپ کے والد عبدالعزیز مصر کے گورنر تھے اس لیے آپ کی پرورش شاہانہ انداز میں ہوئی۔ ولید نے آپ کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مدینہ کو ایک مثالی صوبہ بنایا۔ عوام بہت خوشحال تھے۔ مدینہ میں خوشحالی کو دیکھ کر عراق سے بھی لوگوں نے یہاں منتقل ہونا شروع کر دیا۔

سلیمان کی وصیت سلیمان نے جب دیکھا کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے تو اس نے اپنے بیٹے داؤد کو اپنا ولی عہد نامزد کرنا چاہا۔ ماہ بن حیات نے کہا کہ داؤد قسطنطنیہ

میں ہے۔ اس کی زندگی اور موت کی کوئی خبر نہیں۔ چنانچہ سلیمان نے کاغذ منگوا کر وصیت تحریر کردی۔

"یہ اللہ کے بندے سلیمان امیرالمومنین کا فرمان ہے۔ بنام عمر بن عبدالعزیز کہ میں نے بے شک اپنے بعد تم کو اور تمہارے بعد یزید بن عبدالملک کو خلافت کا ولی عہد مقرر کیا ہے۔ پس تم لوگ اس کو سنو اور اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ آپس میں اختلاف نہ کرو تاکہ اور لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔

یزید بن مہلب کی گرفتاری

عمر بن عبدالعزیز نے یزید کو طلب کیا۔ موسیٰ بن وجیہ نے یزید کو گرفتار کر کے عبدالعزیز کی خدمت میں پیش کیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے یزید بن مہلب سے جرجان کے مال غنیمت کے خمس کا مطالبہ کیا۔ یزید نے ٹالنے کی کوشش کی۔ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ یہ مسلمانوں کے حقوق ہیں۔ میری طاقت نہیں کہ میں معاف کردوں۔" رقم نہ ادا کرنے کی وجہ سے قلعہ حلب میں قید کرلیا۔ جراح بن عبداللہ حکمی کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔

جراح بن عبداللہ کی معزولی

جب یزید بن مہلب کو خراسان کی گورنری سے معزول کردیا گیا تو عراق کے گورنر نے برجان کا نیا والی مقرر کیا۔ جہم بن ذفر والی جرجان نے نئے والی کو گرفتار کرلیا۔ جب جراح بن عبداللہ خراسان کا گورنر مقرر ہوا تو اس نے نئے والی کو رہا کردیا اور جہم سے ناراضگی کا اظہار کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو پتہ چلا کہ جراح ذمیوں میں سے جو لوگ مسلمان ہوجاتے ہیں ان سے جزیہ وصول کرتا ہے اور حجاج کی طرح ظلم کرتا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے جراح کو لکھا کہ جو لوگ نماز ادا کرتے ہیں ان سے جزیہ وصول نہ کیا جائے۔ اس فرمان سے لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔ بعد میں جراح کو معزول کردیا گیا۔ اس کے بعد عبدالرحمان بن نعیم خراسان کا گورنر مقرر ہوا۔ جراح کے دور حکومت میں محمد بن علی کے داعی اور ایلچی خراسان پہنچنے لگے اور عباسی پروپیگنڈے کا آغاز ہوا۔ جس نے آخر کار بنو امیہ کو اقتدار سے محروم کردیا۔ اور بنو عباد کو اقتدار ملا۔ حجاج نے ولید سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو مدینہ کی گورنری

سے معزول کروایا۔ سلیمان کی وفات کے بعد آپ تخت نشین ہوئے۔ آپ نے خلافت کا آغاز نئے انداز سے کیا۔ بنو امیہ کے خلیفوں کو روایتی روش سے ہٹ کر آپ نے حضرت عمر فاروقؓ کے طریقوں کو اپنایا۔ اس سلسلے میں آپ کی نافذ کردہ اصلاحات انقلابی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کو خلفائے راشدین میں شمار کر کے پانچواں خلیفہ کہا جاتا ہے۔ آپ کی اصلاحات درج ذیل ہیں۔

ا۔ **نامزدگی کو مسترد کرنا** حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کو سلیمان نے نامزد کیا تھا لیکن حضرت عمر ثانیؒ اپنی نامزدگی سے مطمئن نہیں تھے۔ آپ نے لوگوں کو بلا کر اپنی دستبرداری کا اعلان فرمایا، کیونکہ آپ کے نزدیک خلیفہ کے انتخاب کا حق صرف عوام کو حاصل تھا۔ لوگوں نے متفقہ طور پر آپ کو منتخب کر لیا۔ اس کے بعد آپ نے باقاعدہ خلافت کا اعلان کیا۔ آپ کی خلافت کو خارجیوں نے بھی تسلیم کر لیا، حالانکہ وہ بنو امیہ کے جانی دشمن تھے۔

۲۔ **غصب شدہ جاگیروں کی بحالی** حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسلامی احکامات پر سختی سے پابندی کی ابتداء اپنے گھر سے کی۔ آپ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کو ہدایت کی کہ وہ اپنے تمام قیمتی ہیرے جواہرات اور زیورات بیت المال میں جمع کر دیں۔ نیک دل خاتون نے بلاچون و چرا حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد آپ نے اپنے خاندان کے تمام شاہی افراد کے لیے اعلان فرمایا کہ ان کے زیر تصرف لوگوں کی غصب شدہ جاگیریں فوراً ان کے اصل مالکوں کو واپس کر دی جائیں۔ یہ اقدام انتہائی خطرناک تھا۔ تمام خاندان آپ کی مخالفت پر اتر آیا۔ مزاحمت کی لیکن آپ نے مزید سختی کر کے اپنے احکامات پر عمل کروایا۔ جب خاندان کے لوگوں نے لوگوں کی جاگیریں واپس کر دیں تو آپ نے گورنروں کو لکھا کہ صوبوں میں بھی اس ہدایت پر سختی سے عمل کیا جائے۔

۳ **باغ فدک** حضرت عمر ثانیؒ نے باغ فدک کے متعلق تحقیق کی۔ اس سے پتہ چلا کہ یہ باغ نبی کریمؐ نے فتح خیبر کے بعد "خالصہ" قرار دے دیا تھا۔ اس کی آمدنی نبی کریمؐ کے ذاتی اخراجات اور بنو ہاشم کے لیے وقف تھی۔ خلفائے راشدین نے بھی اس سلسلے میں کوئی خاص تبدیلی نہ کی۔ جب مروان خلیفہ بنا تو اس نے اسے اپنی ذاتی جاگیر بنالیا اور پھر یہ

اس کی وراثت میں منتقل ہوتی رہی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے خاندان کی آمدنی کا دارومدار بھی اس باغ کی آمدنی پر تھا۔ آپ نے اس باغ کو پھر صرف ان مصارف کے لیے وقف کردیا جن کے لیے حضرت محمدﷺ نے اسے وقف کیا تھا۔ آپ نے بنو امیہ کے عطیے اور وظائف بھی بند کردیے۔

۴۔ عمال کا مواخذہ | بنو امیہ کا دور شاہانہ دور تھا۔ خلفاء نے قیصر و کسریٰ کی عیاشی کے طریقے اپنا لیے تھے۔ عمل کا کام صرف خلفاء کی عیاشیوں کا سامان فراہم کرنا تھا۔ عمال کو کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ ان پر کسی قسم کی پابندیاں نہیں تھیں۔ حضرت عمر ثانیؒ نے عمال کا محاسبہ شروع کیا۔ ان سے پائی پائی کا حساب لیا گیا۔ یزید بن مہلب کو بیت المال کی رقم میں خرد برد کے سلسلے میں قید کردیا گیا تھا۔ عمال کو سختی سے ہدایت کی گئی کہ ظلم و تشدد کے بجائے عدل و انصاف کا راستہ اختیار کیا جائے۔ حجاج کے رشتہ داروں کو جلا وطن کیا گیا۔ اس کے مقرر کردہ عمال کو معزول کردیا گیا۔

۵۔ بیت المال کی اصلاح | حضرت عمر ثانیؒ سے قبل کے خلفاء نے بیت المال کو اپنی ذاتی ضرورتوں کے لیے وقف کیا ہوا تھا۔ اس کی آمدنی اور مصارف کو کوئی باقاعدہ حساب نہیں رکھا جاتا تھا، بلکہ یہ زیادہ تر عیش و عشرت پر خرچ کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر ثانیؒ نے بیت المال سے اس قسم کے تمام اخراجات بند کردیے۔ بیت المال کو عوام کی امانت سمجھا جانے لگا۔ اس کی رقم صرف عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کی جانے لگی۔ بنو امیہ کے شہزادوں کے وظائف بند کردیے گئے۔ مفلسوں، غریبوں اور معذوروں کو وظائف دیے جانے لگے۔ دودھ پیتے بچوں کے لیے بھی وظائف مقرر کیے گئے۔ سرکاری لنگر خانے کھولے گئے۔

۶۔ ذمیوں کے ساتھ سلوک | حضرت عمر ثانیؒ نے مسلمانوں اور ذمیوں کا خون برابر قرار دیا۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کردیتا تو مسلمان قاتل کو ذمی کے حوالے کردیا جاتا تھا۔ ذمیوں کی مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی۔ ان کی عبادت گاہوں کے لیے وقف شدہ جائیدادیں بحال کردی گئیں۔ ذمیوں کی غصب شدہ جاگیریں بھی ان کو واپس کردیں

گئیں۔ حکام کو خصوصی ہدایات جاری کی گئیں کہ جزیہ وصول کرتے وقت کسی قسم کی کوئی سختی نہ کی جائے۔ شاہی خاندان کے افراد کو بھی ذمیوں کے مقابلے میں کسی قسم کی ترجیح نہیں دی جاتی تھی۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی پر ظلم کرتا تو اسے پوری پوری سزا دی جاتی تھی۔ انصاف کے سلسلے میں کسی کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں کی جاتی تھی۔

۷۔ اسلام کی تبلیغ حضرت عمرؒ فتوحات سے زیادہ اسلام کی تبلیغ کو اہمیت دیتے تھے۔ آپؒ نے گورنروں اور عمالوں کو خصوصی ہدایت جاری کیں۔ آپ نے اسلام قبول کرنے والوں کو رعایات دینے کا بھی اعلان کیا۔ اس سے اگر چہ سرکاری خزانہ کافی متاثر ہوا لیکن غیر مسلموں کی ایک کثیر تعداد نے اسلام قبول کر لیا۔ اس سلسلے میں جب جراح بن عبداللہ والی خراسان نے شکایت کی تو آپ نے فرمایا "حضور نبی کریمؐ کو داعی اسلام بنا کر بھیجا گیا تھا نہ کہ محصول وصول کرنے والا۔" آپ نے فرمان جاری کیا کہ نماز کے وقت سارا کام چھوڑ کر نماز ادا کی جائے۔

۸۔ اخلاقی اصلاح مسلمانوں نے ایرانیوں اور رومیوں کی محفلوں سے کافی غیر شرعی باتیں اپنائی تھیں۔ مثلاً شراب نوشی، مردوزن کا حماموں میں غسل کرنا، کھیل تماشے، راگ باجے، اپنے عزیز رشتہ دار کی موت پر بال کھول کر عورتوں کا بین کرنا، وغیرہ۔ آپ نے ان تمام رسومات کو ختم کر کے احکامات صادر کیے۔ شراب نوشی پر پابندی لگا دی گئی۔ عورتوں کے حمام میں جانے پر مکمل پابندی عائد کر دی۔ مردوں کو بھی حکم دیا کہ بغیر تہ بند کے حمام میں غسل نہ کرے۔

۹۔ تبرّیٰ کا انسداد اموی خلفاء نے یہ بری بدعت شروع کی تھی کہ وہ خود بھی اور ان کے عمال بھی اپنے خطبوں میں حضرت علیؓ کی شان میں نازیبا کلمات کہا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس بری بدعت (تبرّیٰ) کو سختی سے بند کیا۔ اس کی جگہ خطبوں میں قرآنی آیات شامل کی گئیں۔

۱۰۔ رفاہ عامہ کے کام آپ نے رفاہ عامہ پر توجہ دی۔ ملک میں نئی سڑکیں بنوائی گئیں، شاہراہوں پر سرائیں اور مسافر خانے تعمیر کیے گئے، مسجد نبویؐ کو از سر نو تعمیر کیا۔

ملک کے اندر نہروں کا جال بچھایا۔ خراسان اور سمرقند کے عاملوں کو حکم دیا کہ راستوں پر سرائیں تعمیر کی جائیں۔ محتاجوں اور یتیموں کے لیے محتاج خانے اور لنگر خانے تعمیر کیے گئے۔

وفات | آپؒ کی متعدد اصلاحات سے بنو امیہ کے شاہی خاندان کے لوگ آپ کے خلاف ہوگئے۔ آپؒ کے ایک غلام کو ایک ہزار دینار دے کر زہر کے ذریعے آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ آپ نے غلام کو حکم دیا کہ یہ ہزار دینار بیت المال میں جمع کر کے بھاگ جاؤ، تاکہ تمھیں کوئی نہ دیکھ سکے۔ آپ دو سال پانچ ماہ خلافت کرنے کے بعد چالیس سال کی عمر میں اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے۔

سیرت اور کارنامے | حضرت عمر ثانیؒ کا عظیم کارنامہ آپ کی انقلابی اصلاحات ہیں۔ آپ نے بنو امیہ کی غلط روایت کو ختم کر کے ایک دفعہ پھر خلفائے راشدین کے دور کی یاد تازہ کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ علم و فضل میں عظیم الشان مقام رکھتے تھے۔ مشہور عالم تابعی میمون بن مہران کا بیان ہے کہ "عمر بن عبدالعزیز کے سامنے علماء، شاگرد معلوم ہوتے تھے" آپ کے دربار میں عالموں، فاضلوں کا جمگھٹ لگا رہتا تھا۔

آپؒ کا دوسرا بڑا کارنامہ احادیث کی حفاظت و اشاعت ہے۔ آپ نے تمام گورنروں کو ہدایت کی کہ احادیث نبویؐ کو جمع کیا جائے۔ مستند احادیث کے مجموعے تیار کیے گئے۔ آپؒ انتہائی متقی اور پرہیز گار تھے۔ رات کو صرف اس وقت تک بیت المال کی شمع جلاتے جب تک آپ سرکاری کام کرتے۔ جب اپنا ذاتی کام شروع کر دیتے تو سرکاری شمع بجھا دیتے۔ آپ دنیاوی عیش و عشرت سے نفرت کرتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی مفلسوں، غریبوں، ناداروں، کمزوروں، مظلوموں، یتیموں، ضعیفوں اور بیواؤں کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ آپ حضرت عمر فاروقؓ کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ آپ نے آقا و غلام اور حکام و محکوم کے فرق کو مٹا کر مساوات قائم کی اور اس کا عملی نمونہ پیش کیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بحیثیت عالم | حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق اس دور کے بڑے بڑے علماء کی رائے مندرجہ ذیل ہے حافظ ذہبی نے انھیں فقیہ و مجتہد

تسلیم کیا ہے۔ امام نووی کا قول ہے، "حضرت عمر بن عبدالعزیز کی عظمت و شان فضیلت علمی، وفور علم پر سب متفق ہیں۔"

اس دور کے عظیم الشان علماء بھی ان کے سامنے بولنے سے کتراتے تھے۔ آپ کو دینی علوم پر مکمل عبور حاصل تھا۔ ایک عالم کا بیان ہے کہ ہم ان کو تعلیم دینے گئے تھے لیکن کچھ دنوں بعد ہم خود ان سے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ آپ علماء کی بہت قدر کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دور دور سے علماء آپ کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ ان میں میمون بن مہران، ریاح بن عبیدہ، رجار بن حیات، محمد بن کعب قرظی، سالم بن عبداللہ اور سعید بن مسیب قابل ذکر ہیں۔ آپ علماء کی رائے اور مشوروں کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ آپ نے علم کی اشاعت کے لیے بھی بھرپور کوششیں کیں۔ علماء کو معقول تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ مدینہ کے مشہور فقیہہ نافع کو مصر روانہ کیا تاکہ وہاں حدیث کی تعلیم دے سکے۔ سکندریہ میں حجاج ابو کثیر اموی تعلیم دیتے تھے۔ آپ نے احادیث کی حفاظت اور اشاعت کے لیے نمایاں کارنامے سرانجام دیے۔ مستند حدیثیں اکٹھی کی گئیں۔ آپ نے تمام گورنروں اور عاملوں کو ہدایت کی تھی کہ احادیث اکٹھی کی جائیں۔

سادگی | خلافت سے پہلے آپ شاہانہ زندگی گزارتے تھے لیکن جب خلیفہ بنے تو درویشانہ زندگی اختیار کرلی۔ آپ کا لباس معمولی کپڑے کا بنا ہوتا تھا اور اس پر بھی پیوند لگے ہوتے تھے۔ آپ کا گزارہ بہت مشکل سے ہوتا تھا۔ گھر میں اکثر دال پکتی تھی۔ پھل اور گوشت خریدنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے خادم نے تنگ آکر آپؒ کی اہلیہ سے کہا، "ہرروز دال، ہرروز دال، یہ کیا مصیبت ہے۔" آپؒ کی اہلیہ جو بادشاہ کی بیٹی اور شہزادی بھی تھی، نے فرمایا کہ امیرالمومنین اور ہم بھی یہی کھاتے ہیں۔ لیکن امیرالمومنین نے یہ غذا بھی کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

تقویٰ اور پرہیزگاری | آپ لوگوں کے تحائف وصول نہیں کرتے تھے بلکہ واپس کر دیتے تھے۔ ایک شخص نے کہا کہ تحفے تو حضورؐ بھی وصول کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا ان کے لیے تحفے صرف تحفے ہوتے تھے لیکن ہمارے لیے تحفے رشوت ہیں۔ آپ نے خصوصی

ہدایات جاری کی تھیں کہ خلیفہ کے نام کی عرضی اسے فوراً پہنچائی جائے تاکہ انصاف میں دیر نہ ہو۔ ہمیشہ ہفتہ میں دو دن روزہ رکھتے تھے۔ رات کو سونے سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ حضورؐ کی چند یادگار اشیاء کو ایک کمرے میں جمع کیا ہوا تھا۔ ان کا دیدار ضرور کرتے تھے۔

خلافت کا نظریہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ چاہتے تھے کہ موروثی خلافت کا سلسلہ ختم کر کے اسے جمہوری بنادیا جائے۔ عام لوگوں کو خلیفہ منتخب کرنے کا حق دیا جائے لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے یہ خواہش پوری نہ کر سکے۔

فرائض منصبی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مذہبی اعمال کے ساتھ ساتھ حکومت کے کام بھی بڑی محنت اور مشقت سے سرانجام دیتے تھے۔ مسلسل کام کرنے کی وجہ سے آپ کو آرام کرنے کا مشورہ دیا جاتا لیکن آپ ٹال دیا کرتے تھے۔ دن بھر رعایا کے مقدمات اور معاملات میں مصروف رہتے۔ عشاء کی نماز کے بعد صوبائی گورنروں کو احکامات لکھواتے اور دوسرے دفتری کام سرانجام دیتے۔ اس کے بعد مجلس شوریٰ سے مشورے لیتے۔ سونے کے لیے بہت کم وقت ہوتا تھا۔

اسلامی سلطنت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ولید بن عبدالملک کی وسیع و عریض سلطنت کو اسلامی سلطنت بنادیا۔ اس کے لیے اپنی جان کی قربانی بھی دینی پڑی لیکن آپ نے اسلامی انقلاب برپا کیا۔ آپ کی عظیم سیرت کی وجہ سے غیر مسلم بھی آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کی وفات پر قیصر روم نے مندرجہ ذیل الفاظ کہے:

"اگر حضرت عیسیٰ کے بعد کوئی مردوں کو زندہ کر سکتا تو وہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہی ہوسکتے تھے۔ مجھے اس راہب کی حالت پر کوئی تعجب نہیں جس نے دروازے بند کر کے دنیا چھوڑ دی۔ مجھے اس شخص کی حالت پر تعجب ہے جس کے قدموں کے نیچے دنیا تھی لیکن اس نے اس کو پامال کر کے راہبانہ زندگی اختیار کی۔"

مشقی سوالات

۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اصلاحات پر روشنی ڈالیے۔
۲۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی سیرت اور کارہائے نمایاں پر بحث کیجیے۔
۳۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو پانچویں خلیفہ راشد کیوں کہا جاتا ہے؟ دلائل دیجیے۔
۴۔ ہاں یا نہیں میں جواب دیں:
(۱) موسیٰ بن نصیر کو کوڑی کوڑی کا محتاج کیا گیا۔ (ہاں/نہیں)
(۲) سلیمان کی کوتاہ اندیشی سے خلافت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ (ہاں/نہیں)
(۳) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، سلیمان بن عبدالملک کا حقیقی بھائی تھا۔ (ہاں/نہیں)
(۴) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے غصب شدہ جاگیریں واپس کر دیں۔ (ہاں/نہیں)
(۵) مروان نے باغ فدک کو اپنی جاگیر بنا دیا تھا۔ (ہاں/نہیں)
(۶) حضرت عمر ثانی بیت المال کو عوام کی امانت سمجھتے تھے۔ (ہاں/نہیں)
(۷) حضرت عمر ثانی نے فرمان جاری کیا کہ نماز کے وقت سارا کام چھوڑ دیا جائے۔ (ہاں/نہیں)
(۸) حضرت عمر ثانی نے تبروں کو بند کر دیا۔ (ہاں/نہیں)

(۵) خالی جگہیں پُر کریں۔
۱۔ سلیمان بن عبدالملک نے ______ کارروائیاں شروع کیں۔
۲۔ رومی جرنیل ______ نے سلیمان سے درخواست کی۔
۳۔ ______ کے دل میں جرجان اور طبرستان کو فتح کرنے کی سخت خواہش تھی۔
۴۔ سلیمان نے ______ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔
۵۔ سلیمان ______ ہجری میں فوت ہوا۔
۶۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ______ کا چچا زاد بھائی تھا۔
۷۔ عمر ثانی کی والدہ ______ کی پوتی تھی۔
۸۔ ولید نے عمر ثانی کو ______ کا گورنر مقرر کیا تھا۔

۹۔ عمر ثانی کو ______ خلیفہ راشد کہا جاتا ہے۔

۱۰۔ عمر ثانی کی بیوی فاطمہ عبدالملک کی ______ تھی۔

۱۱۔ شاہی افراد ______ نے جاگیریں واپس کردیں۔

۱۲۔ باغ فدک کی آمدنی ______ کے لیے وقف تھی۔

۱۳۔ عمر ثانی نے عمال کا ______ شروع کیا۔

۱۴۔ بنو امیہ کے خلفاء نے بیت المال کو ______ بنایا ہوا تھا۔

۱۵۔ عمر ثانی نے مسلمانوں اور ذمیوں کے خون کو ______ قرار دیا۔

۱۶۔ عمر ثانی فتوحات سے زیادہ اسلام کی ______ کو اہمیت دیتے تھے۔

۱۷۔ ______ نے عمر ثانی کو فقیہ اور مجتہد تسلیم کیا ہے۔

۱۸۔ عمر ثانی نے مدینہ کے مشہور فقیہ ______ کو مصر روانہ کیا۔

۱۹۔ عمر ثانی رات کو سونے سے پہلے ______ کرتے تھے۔

۲۰۔ عمر ثانی ______ کی نماز کے بعد گورنروں کو احکامات لکھواتے تھے۔

اٹھارھواں باب

یزید بن عبدالملک

۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ بمطابق ۷۱۹ء تا ۷۲۳ء

تعارف و تخت نشینی یزید ثانی عبدالملک کا بیٹا اور یزید اول کا نواسہ تھا۔ عبدالملک نے یزید کی بیٹی عاتقہ سے شادی کرلی تھی۔ یزید ثانی اسی کا بیٹا تھا۔ اس نے ایک مضری خاتون سے شادی کرلی تھی۔ اس سے حمیریوں اور مضریوں کے درمیان کشمکش مزید تیز ہوگئی۔ سلیمان کی وصیت کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات کے بعد یزید ثانی تخت نشین ہوا۔ یزید ثانی نے یزید اول کے دور کی یاد پھر تازہ کرلی۔ اس نے حضرت عمر ثانیؒ کی تمام اصلاحات پر پانی پھیر کر رنگینیوں اور عیاشیوں کا سلسلہ شروع کردیا، شراب کی محفلیں جمنے لگیں، ناچ گانے کا آغاز ہوا، قصر خلافت ایک بار پھر بنو امیہ کے زمانے کی روایتی عیش و عشرت میں ڈوب گیا۔

انتظامیہ کی تبدیلی یزید نے تخت نشین ہوتے ہی انتظامی تبدیلیاں کیں۔ ابوبکر بن محمد گورنر مدینہ کو معزول کرکے عبدالرحمان بن ضحاک کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اہل یمن کا ٹیکس بہت کم کردیا تھا۔ یزید نے اسے پھر بحال کردیا۔ محمد بن مروان کی وفات کے بعد مسلم بن عبدالملک کو جزیرہ آذربائجان اور آرمینیا کا والی مقرر کیا۔

یزید بن مہلب اور یزید بن عبدالملک یزید بن مہلب کو عمر بن عبدالعزیز نے جرجان کا خمس نہ ادا کرنے کے سلسلے میں جیل میں ڈال دیا تھا۔ سلیمان بن عبدالملک کے دور میں یزید بن مہلب نے حجاج بن یوسف کے خاندان پر مظالم ڈھائے تھے۔ ان میں یزید بن عبدالملک کی بیوی بھی تھی۔ یہ حجاج کے بھائی کی بیٹی تھی۔ یزید بن عبدالملک نے

ایک لاکھ دینار تاوان ادا کر کے اپنی بیوی کو رہا کروایا تھا۔ چنانچہ یزید بن مہلب نے یزید بن عبدالملک کے خوف سے بھاگنے کا منصوبہ بنایا اور جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ یزید بن عبدالملک نے بیعت لینے کے بعد عبدالحمید بن عبدالرحمان والی کوفہ اور عدی بن ارطاۃ والی بصرہ کو یزید بن مہلب کی گرفتاری کے لیے لکھا۔ عدی نے مہلب کے بیٹوں مفضل اور مروان کو گرفتار کرلیا۔ مہلب بصرے کی طرف روانہ ہوگیا۔

یزید بن مہلب کی معافی | یزید بن عبدالملک نے یزید بن مہلب کو معاف کر کے امان نامہ دے دیا۔ یزید نے مال و دولت سے بصرہ کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر دیا۔ عدی کنجوس شخص تھا۔ یزید نے کافی لوگوں کو اپنے اردگرد جمع کر دیا۔ اس کے حامیوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ آخر کار اس نے عدی کو گرفتار کر کے بصرہ پر قبضہ کرلیا۔ جب یزید کو پتہ چلا تو اس نے کوفہ والوں کے لیے انعامات روانہ کیے۔ مسلمہ بن عبدالملک اور عباس بن ولید کو اسی ہزار کا لشکر دے کر روانہ کیا۔ جب یزید بن مہلب کو مسلمہ کے آنے کی خبر ملی تو اس نے اہل شام کو جنگ پر ابھارنے کی کوشش کی۔ اپنے عمال اہواز، فارس اور کرمان کی طرف روانہ کیے۔ حسن بصری کی مخالفت کی وجہ سے یزید بن مہلب شامیوں کی حمایت حاصل کرنے میں ناکام رہا۔

عبدالملک بن مہلب کی شکست | یزید بن مہلب نے اپنے بھائی مروان بن مہلب کو بصرے کا گورنر مقرر کیا اور خود واسط چلا آیا۔ عبدالملک بن مہلب کو کوفہ کی طرف پیشقدمی کی ہدایت کی۔ عبدالملک بن مہب کا مقابلہ عباس بن ولید سے ہوا۔ عبدالملک کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ عبدالملک واپس یزید بن مہلب کے پاس چلا آیا۔ اسی دوران مسلمہ بن عبدالملک دریائے فرات کو عبور کر کے یزید بن مہلب پر حملہ آور ہوا۔ مہلب کے پاس تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر تھا۔ مروان بن مہلب بصرہ میں لوگوں کو یزید بن مہب کا ساتھ دینے پر ابھار رہا تھا۔ لیکن حسن بصری مسلسل مخالفت کر رہے تھے۔ اس وجہ سے یہ لوگوں کا تعاون حاصل نہ کر سکے۔

یزید بن مہلب کا خاتمہ | تقریباً ۸ دن تک یزید بن مہلب اور مسلمہ بن عبدالملک

ایک دوسرے کے سامنے صف آرا رہے۔ نویں دن بروز جمعہ یزید مہلب نے اپنی فوجوں کو ترتیب دیا۔ دوسری طرف عباس بن ولید نے بھی صف آرائی کی۔ دونوں فوجیں بڑی بہادری سے لڑیں۔ جنگ میں کافی تیزی پیدا ہوگئی۔ مقابلہ کافی سخت تھا۔ مسلمہ بن عبدالملک نے پل کو آگ لگادی۔ میدان جنگ دھوئیں سے بھر گیا۔ یزید کی فوج میدان جنگ سے بھاگنے لگی۔ یزید نے فوجیوں کو واپس میدان جنگ میں لانے کی کوششیں کیں۔ لیکن ناکام رہے۔ مایوس ہوکر میدان جنگ کا رخ کیا۔ بہادری سے لڑتا ہوا مسلمہ کے قریب پہنچ گیا۔ شامیوں نے یزید کو چاروں طرف سے گھیر کر بھرپور حملہ کیا۔ یزید مارا گیا اور اس کا سر یزید بن عبدالملک کے پاس بھیج دیا گیا۔ مفصل بن مہلب نے جنگ جاری رکھی۔ کافی دیر تک لڑتا رہا۔ جب لوگوں نے میدان جنگ سے بھاگنا شروع کیا تو مفصل بن مہلب واسط چلا گیا۔ کافی لوگوں کو قیدی بنادیا گیا۔ یزید بن عبدالملک کے فرمان کے مطابق قیدیوں کو قتل کیا گیا لیکن بعد میں فرمان جاری ہوا کہ باقی قیدیوں کو معاف کردیا جائے۔

بنو مہلب کی روانگی فتح کے بعد مسلمہ خیرہ میں قیام پذیر ہوگیا۔ واسط میں جب یزید کی موت کی خبر پہنچی تو یزید کے بیٹے معاویہ نے عدی اور دیگر تیس آدمیوں کو قتل کرڈالا۔ مال خزانہ لے کر بصرہ روانہ ہوئے۔ مفصل بھی ان سے مل گیا۔ ان لوگوں نے قندابیل کا رخ کیا۔ قندابیل میں یزید کا مقرر کردہ والی تھا۔ مسلمہ نے مداک کو مفصل کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ قندابیل میں زبردست مقابلہ ہوا۔ کچھ لوگوں نے امان حاصل کرلی۔ بنو مہلب کے افراد نے امان حاصل کرنے کی بجائے مقابلہ کرنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ انہوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن ناکام رہے۔

عراق و خراسان پر مسلمہ کا تقرر مسلمہ بن عبدالملک نے بنو مہلب کا مکمل طور پر خاتمہ کردیا۔ یزید بن عبدالملک نے مسلمہ بن عبدالملک کو عراق اور خراسان کا گورنر مقرر کیا۔

ہشام اور ولید کی ولی عہدی عباس بن ولید نے مشورہ دیا کہ عبدالعزیز بن ولید

کو ولی عہد نامزد کیا جائے۔ لیکن جب مسلمہ کو معلوم ہوا تو اس نے مشورہ دیا کہ پہلے ہشام بن عبدالملک کو ولی عہد نامزد کیا جائے۔ چنانچہ یزید بن الملک نے مسلمہ کی تجویز کو قبول کر لیا۔ ہشام اور ولید کو یکے بعد دیگرے نامزد کر دیا۔

مسلمہ کی معزولی مسلمہ بن عبدالملک عراق اور خراسان سے خراج کی رقم دمشق نہیں بھیجتا تھا۔ یزید کافی عرصے تک چشم پوشی کرتا رہا۔ آخر اس نے مسلمہ کو معزول کر کے عمر بن ہبیرہ کو خراسان اور عراق کا والی مقرر کر دیا۔

معرکہ مرج حجارہ جزیرہ اور ارمینیا سے ابن ہبیرہ کے چلے جانے کے بعد ثبیت بہرانی کو اسلامی فوجوں کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ ترکوں نے متحد ہوکر مسلمانوں پر بھرپور حملہ کیا۔ مرج حجارہ میں مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ شکست خوردہ لشکر دمشق پہنچا۔ یزید بن عبدالملک نے جراح بن عبداللہ کو آرمینیا و جزیرہ کا گورنر مقرر کیا۔ راح نے فوجی تیاریاں مکمل کر کے ترکوں پر بھرپور حملہ کر دیا۔ نہر زمان کے قریب سخت مقابلہ ہوا۔ ترکوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ قلعہ حصین پر قبضہ کر لیا۔ اہل قلعہ نے جزیہ ادا کر کے اطاعت قبول کر لی۔ جراح نے پیشقدمی جاری رکھی۔ برغوا پر حملہ کیا۔ چھ دن تک محاصرہ جاری رہا۔ ساتویں دن اہل شہر نے امان حاصل کر کے شہر پناہ کے دروازے کھول دیے۔ جراح نے لشکر کو از سر نو مرتب کر کے پیشقدمی جاری رکھی۔ بلنجر پر حملہ کر دیا۔ ترکوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن ناکام رہے۔ جراح نے مزید کئی قلعے فتح کیے۔ یزید بن عبدالملک سے امداد طلب کی۔ یزید کی زندگی کے آخری دن تھے ہشام بن عبدالملک نے مدد بھیجی اور اسے عہدے پر بحال رکھا۔

عبدالرحمان بن ضحاک کی معزولی عبدالرحمان بن ضحاک عمر بن عبدالعزیز کے دور سے حجاز کا گورنر تھا۔ اس نے فاطمہ بنت الحسین کی بیٹی سے شادی کرنے کا ارادہ کیا۔ فاطمہ نے انکار کر دیا۔ اس نے مختلف قسم کی دھمکیاں دینی شروع کی۔ مدینہ منورہ سے ہرمز نامی شخص یزید بن عبد الملک کے پاس سرکاری حسابات کے سلسلے میں جا رہا تھا۔ فاطمہ بنت الحسین کی بیٹی نے اس شخص کو بتایا کہ یزید بن عبدالملک کو تمام واقعات سے

آگاہ کردیا جائے۔ اس کے بعد آپ نے ایک خصوصی قاصد بھی یزید بن عبدالملک کے پاس بھیجا تاکہ اسے تمام حالات سے آگاہ کردیا جائے۔ جب یزید کو ان حالات کا پتہ چلا تو اس نے ضحاک کو فوراً معزول کر کے عبدالواحد کو حجاز کا گورنر مقرر کیا۔ ابن ضحاک مدینہ چھوڑ کر مسلمہ بن عبدالملک کے پاس چلا گیا۔ مسلمہ نے یزید سے سفارش کی لیکن یزید نے معافی دینے سے انکار کردیا۔ ابن ضحاک واپس مدینہ چلا آیا۔ عبدالواحد نے یزید کی ہدایات کے مطابق اس کی تمام جائیداد ضبط کرلی۔ کوڑی کوڑی کا محتاج کردیا گیا۔ مدینہ کی گلیوں میں بھیک مانگتا نظر آتا تھا۔ عبداواحد قسری نے اہل مدینہ کے ساتھ بہت اچھا سوک کیا۔ تمام لوگ مطمئن نظر آتے تھے۔ عبداللہ بن عمر کے بیٹے قاسم اور سالم اس کے مشیر خاص تھے۔

سعید حریشی کی معزولی سعید حریشی ابن ہبیرہ کی طرف سے خراسان کا عامل تھا۔ اس نے خلیفہ کے ساتھ براہ راست خط و کتابت شروع کر دی تھی۔ ابن ہبیرہ کو اہمیت نہیں دیتا تھا۔ جب ابن ہبیرہ کو پتہ چلا تو اس نے معزول کر کے سخت سزا دی۔ بھاری جرمانے عائد کیے گئے۔

وفات یزید ثانی کو عبدالملک کا فضول خرچ اور عیاش بیٹا کہا گیا ہے۔اس کا زیادہ تر وقت حرم کی دوشیزاؤں کی محفلوں میں گزرتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی محبوب ترین لونڈی حبابہ کا انتقال ہوا تو یزید ثانی اس صدمے کو برداشت نہ کرسکا۔ اس نے چار سال خلافت کرنے کے بعد چالیس سال کی عمر میں شعبان ۱۰۵ ہجری میں وفات پائی۔ اس کا دور بغاوتوں اور شورشوں کا دور تھا۔ عباسی پراپیگنڈا عروج پر تھا۔ بنو امیہ کی خلافت کی بنیادیں دن بدن کھوکھلی ہوتی جارہی تھیں۔ زوال کا آغاز ہوچکا تھا۔ بنو ہاشم دو حصوں میں تقسیم ہوچکا تھا۔ عباسی اپنے آپ کو خلافت کے حق دار سمجھتے تھے اور اقتدار حاصل کرنے کی کوششیں کرنے لگے

ہشام بن عبدالملک

۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ بمطابق ۷۲۴ء تا ۷۴۳ء

تعارف و تخت نشینی یزید بن عبدالملک نے وفات سے قبل اپنے بھائی ہشام اور بیٹے ولید کو یکے بعد دیگرے ولی عہد نامزد کیا تھا۔ یزید کی وفات کے بعد حسب وصیت ہشام بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ ہشام کا دور انتشار کا دور تھا۔ اندرونی اور بیرونی حالات دن بدن بد سے بد تر ہوتے جارہے تھے۔ ہشام نے اپنے ۲۰ سالہ دور حکومت میں بنو امیہ کی خلافت کو سہارا دینے کی کوشش کی اور وقتی طور پر اسے تباہی سے بچالیا۔

عراق اور خراسان کی مہمات ہشام نے عمر بن ہبیرہ کو معزول کر کے خالد بن عبداللہ کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ خراسان کے عامل مسلم بن سعید نے ۱۰۵ھ میں افشین پر حملہ کر کے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد مسلم نے فرغانہ کی طرف پیش قدمی کی جہاں خاقان کے آدمیوں سے مڈبھیر ہوئی۔ مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچا۔ اس کے بعد فرغانہ کی ایک نہر کے قریب مسلمانوں کا مقابلہ خاقان کے بیٹے کے دو لاکھ کے لشکر سے ہوا۔ اس جنگ میں خاقان کا بیٹا اور دوسرے سردار مارے گئے۔ مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ ہشام نے مسلم کو معزول کر کے اسد بن عبداللہ کو خراسان کا گورنر بنایا جو خالد بن عبداللہ کا بھائی تھا۔ مسلم نے خندہ پیشانی سے اپنے معزولی کی فرمان کو تسلیم کیا۔ ہشام نے قبائلی تعصب کی وجہ سے اسد کو معزول کر کے امیر اشرس بن عبداللہ سلمی کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ یہ ایک عالم، فاضل، متقی اور پرہیزگار شخص تھا۔ خاقان حاکم ترکستان نے مسلمانوں کے ایک شہر کمرجہ کا محاصرہ کرلیا، لیکن چند شرائط منوانے کے بعد خاقان نے شہر کا محاصرہ اٹھادیا۔ ۱۱۱ھ میں ہشام نے اشرس کو معزول کر کے جنید بن عبدالرحمن کو گورنر مقرر کیا۔ خاقان نے بخارا اور سمرقند پر حملے کیے لیکن جنید نے ان حملوں کو ناکام بنا کر انھیں پسپا ہونے پر مجبور کردیا۔ ہشام نے ۱۱۵ ہجری میں جنید کو یزید بن مہلب کی بیٹی سے شادی

کے جرم میں معزول کر دیا۔

آرمینیا اور آذر بائیجان کی مہمات ہشامی دور کا یہ دوسرا بڑا محاذ تھا، جہاں تقریباً آٹھ سال تک جنگ جاری رہی۔ خاقان نے حملہ کیا لیکن اسے پس پا ہونا پڑا۔ جراح بن عبداللہ حکمی نے خزر پر چڑھائی کی، لیکن بعد میں وہ جنگ میں کام آیا۔ اس کے بعد سعید مرشی نے ترکوں کے کافی علاقے پر قبضہ کر لیا۔ سعید نے خاقان کے بیٹے کو شکست دے کر ورثان کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ خاقان نے تیاری کر کے حملہ کیا لیکن ناکام ہو کر بھاگنا پڑا۔ ۱۱۳ ہجری میں ہشام نے مسلمہ بن عبدالملک کو گورنر مقرر کر دیا۔ خاقان کا بیٹا مقابوں میں مارا گیا۔ خاقان نے زبردست حمہ کیا۔ مسلمہ نے لڑائی سے گریز کرنا چاہا۔ ہشام نے مروان بن محمد کو گورنر مقرر کیا جس نے خاقان کے کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

اہل سمرقند کا قبول اسلام ۱۱۰ ھ میں ابوالصیداء صالح اور ربیع بن عمران تمیمی سمرقند کی طرف اسلام کی تبلیغ کے لیے روانہ ہوئے۔ لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دینے لگے۔ ساتھ یہ بھی واضح کیا کہ جو لوگ اسلام قبول کریں گے ان کا جزیہ معاف کر دیا جائے گا۔ اہل سمرقند نے جوق در جوق اسلام قبول کرنا شروع کیا۔

مروان بن محمد کی فتوحات مروان آرمینیا کی طرف روانہ ہوا۔ ہشام نے اس کی مدد کے لیے شام، عراق اور جزیرہ سے امدادی لشکر بھی روانہ کیے۔ مروان نے بادشاہ خزر سے مصالحت کی درخواست کی اور مدن کے خلاف جہاد کا ارادہ ظاہر کیا۔ شہنشاہ خزر نے صلح نامہ تحریر کرنے کے لیے وفد روانہ کیا۔ مروان نے وفد کو روک کر جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ جب فوجی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو وفد کو رہا کر کے اعلان جنگ کر دیا۔ شاہ خزر جنگ سے فرار چاہتا تھا چنانچہ وہ اپنی سطنت کے آخری حصے میں چلا گیا۔ مروان نے عظیم الشان فتوحات حاصل کیں اور پیشقدمی جاری رکھی۔ شاہ سریر کے علاقے پر بھرپور حملہ کیا اور کافی مال غنیمت حاصل کیے۔ ان علاقوں پر اپنے عامل مقرر کر کے مروان کی طرف بڑھا۔ اہل مروان نے اطاعت قبول کر لی۔ روادانیہ پر بھرپور حملہ کیا گیا۔ ان فتوحات کے بعد مروان واپس لوٹ آیا۔

حرث بن شریح کا عروج حرث خراسان کا نامور سردار تھا۔ اس نے سیاہ کپڑے پہن کر کتاب اللہ، سنت رسولؐ اور بیعت امام رضا کی دعوت کا آغاز کیا۔ اس نے لوگوں کو اکٹھا کرنا شروع کیا۔ تقریباً ۴ ہزار کا لشکر تیار کرلیا۔ بلخ کا رخ کیا۔ نصر بن سیار نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ حرث نے بلخ پر قبضہ کرلیا۔ سلیمان کو عامل مقرر کرکے جرجان کی طرف بڑھا۔ جرجان پر قبضہ کرنے کے بعد مرو کا رخ کیا۔ عاصم نے مقابلہ کیا۔ خونریز جنگ ہوئی۔ حرث کے ساتھی عاصم سے جاملے۔ حرث کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوا۔

اسد کی تقرری ہشام بن عبدالملک نے اسد کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ عاصم کو معزول کردیا۔ عاصم نے حرث کے ساتھ مصالحت کرلی۔ لیکن بعد میں اختلافات پیدا ہوگئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف جنگ شروع کردی۔ حرث کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے کافی آدمی مارے گئے۔ عاصم جب خراسان پہنچا تو اسد بن عبداللہ نے اسے گرفتار کرلیا۔ ایک لاکھ درہم کا مطالبہ کیا۔

حرث بن شریح اسد نے حرث کی طاقت ختم کرنے کے لیے عبدالرحمان بن نعیم کی سرکردگی میں لشکر روانہ کیا۔ اسد نے بذات خود آمد کا رخ کیا۔ زیاد قرشی نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ اسد نے شہر کا محاصرہ کرلیا اور چاروں طرف سے پتھر برسانے شروع کیے۔ آخر کار اہل شہر نے امان طلب کی اور شہر اسد کے سپرد کردیا۔ اسد نے یحیٰ ابن نعیم کو عامل مقرر کیا اور بلخ کی طرف بڑھا۔ بلخ سے ترمذ کا رخ کیا۔ یہ حرث کے محاصرے میں تھا۔ اسد کو واپس لوٹنا پڑا۔ اہل شہر نے محاصرہ توڑ کر حرث پر زبردست حملہ کیا۔ خونریز جنگ کے بعد حرث پسپا ہوا۔ اس کے کئی ساتھیوں کو موت کی گھاٹ اتار دیا گیا۔ اسد نے سمرقند کا رخ کیا۔ اس نے سمرقند اور بلخ پر قبضہ کرنے کے بعد پیشقدمی جاری رکھی۔ جدیع کرمانی کو لشکر دے کر طخارستان پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا جہاں حرث کا مال و اسباب تھا۔ جدیع نے محاصرہ کرکے اس قلعے پر قبضہ کرلیا۔ قیدیوں کو فروخت کردیا گیا۔

جریر بن میمون قاضی جریر بن میمون اپنے چار سو ساتھیوں کے ساتھ حرث سے

الگ ہو گیا۔ حرث ان کو چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔ حرث کے جانے کے بعد انھوں نے اسد سے امان طلب کی۔ اسد نے امان دینے سے انکار۔ قتبہ جدیع کرمانی کو ۶ ہزار کا لشکر دے کر ان کے محاصرے کے لیے روانہ کیا۔ جدیع نے جریر بن میمون قاضی کو پچاس آدمیوں کے ساتھ اسد کے پاس بھیجا۔ اسد نے ان سب کو قتل کر ڈالا اور باقی لوگوں کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا۔ بلخ کو دارالخلافہ بنایا۔

اسد بن عبداللہ اور ابن سایجی اسد بن عبداللہ جہاد کرتا ہوا بلاد ختل میں داخل ہوا۔ کئی قلعوں کو فتح کرتے ہوئے بڑھتا گیا۔ ابن سایجی والی بلاد ختل نے خاقان سے مدد طلب کی۔ خاقان مدد کے لیے آیا لیکن اسد نے پسپا ہونے پر مجبور کیا۔

حرث اور خاقان کا اتحاد اسد نے بلخ کے پرفضا مقام پر ڈیرے ڈال دیے۔ موسم سرما کا آغاز ہوا۔ مجبوراً شہر میں چلا گیا۔ حرث بن شریح طخارستان کے قرب و جوار میں تھا۔ اس نے خاقان کے ساتھ اتحاد کر لیا اور بلخ پر حملہ کر دیا۔ اسد نے نماز عیدالاضحیٰ کے بعد تفصیلاً خطبہ دیا اور لوگوں پر واضح کیا کہ حرث نے کفار سے مل کر ہمارے خلاف سازش کی ہے۔ اسد نے اپنے مشیروں کو بلا کر مشورہ کیا۔ بعض سرداروں نے مشورہ دیا کہ قلعہ بند ہو کر ہشام کی مدد کا انتظار کیا جائے۔ نصر بن سیار اور دوسرے سرداروں نے شہر سے نکل کر لڑنے کا مشورہ دیا۔ اسد نے لڑنے کو ترجیح دی۔ اسد نے فوجوں کو مرتب کرکے بھرپور حملہ کیا۔ خاقان اور حرث کو شکست ہوئی اور میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اسد کو کافی مال غنیمت ملا۔ بعد میں خاقان اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ خاقان کے قتل کے بعد اسد نے مزید پیشقدمی کی اور قلعہ بدر طرخان پر حملہ کر دیا۔ بدر طرخان مارا گیا اور قلعے پر اسد کا قبضہ ہو گیا۔ اس قلعے پر قبضہ ہونے سے ختل کا علاقہ اسد کے قبضے میں آ گیا۔ کافی مال غنیمت حاصل ہوا۔ ۱۲۰ھ میں بلخ میں فوت ہو گیا۔ اس کی وفات کے بعد ہشام نے نصر بن سیار کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔

نصر بن سیار کی فتوحات نصر بن سیار نے گورنر کا عہدہ سنبھالتے ہی تمام علاقوں پر اپنے عامل مقرر کیے۔ نصر کے دور میں عوام بہت خوش تھے۔ کافی جہاد بھی کیے۔ ذمیوں کے

جزیے معاف کیے۔ نصر نے فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ ترکوں نے مقابلہ کیا۔ کورصول گرفتار ہوا۔ اسے قتل کردیا گیا۔ فرغانہ کا رخ کیا۔ حرث بن شریح بھی اسی علاقے میں تھا۔ شہنشاہ شاس نے مصالحت کی پیشکش کی۔ نصر نے مصالحت کے لیے ایک شرط رکھی کہ حرث کو نکال دیا جائے۔ شاس نے حرث کو اپنے ملک سے نکال دیا۔ شاہ فرغانہ نے مصالحت کے لیے ماں کو روانہ کیا۔ نصر نے صلح نامہ لکھ دیا۔

سندھ کی مہمات سندھ کا گورنر جنید بن عبدالرحمن تھا۔ راجہ داہر کا بیٹا جے سنگھ (جے سیہ) مسلمان ہوگیا تھا۔ لیکن بعد میں کسی غلط فہمی کی وجہ سے مرتد ہوگیا اور مقابلے میں گرفتار ہوکر قتل ہوا۔ چار سال کے عرصے میں سندھ کے کافی علاقے فتح ہوئے۔ جنید کا جانشین تمیم داری تھا۔ اس کے دور میں بغاوتیں شروع ہوئیں۔ یہ انتہائی نااہل اور بے وقوف تھا۔ تمیم کے بعد حکم بن عوانہ سندھ کا گورنر مقرر ہوا۔ اس نے ہندوستان میں عربوں کی از سر نو حکومت قائم کی۔ محفوظہ اور منصورہ کے نئے شہر بسائے۔ بعد میں منصورہ شہر سندھ کی حکومت کا مرکز بنا۔

اندلس کی مہمات والی اندلس امیر غنسہ نے فرانس کے اندر کافی پیش قدمی کی، لیکن بدقسمتی سے ایک دہقانی دستے کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے بعد امیر عبدالرحمن غافقی نے حکومت سنبھالی۔ امیر عثمان بن ابی نعسہ ڈیوک آف ایکی ٹین سے ملا۔ اس نے ڈیوک کی بیٹی سے شادی کرکے مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرلی۔ عیسائیوں نے متحدہ محاذ قائم کرلیا۔ ڈیوک اور چارلس نے مل کر مقابلہ کیا۔ ٹورس کے قریب جنگ ہوئی۔ مسلمان جیت رہے تھے کہ کسی نے افواہ پھیلائی کہ مسلمانوں کے کیمپ میں آگ لگ گئی ہے۔ مسلمان کیمپ کی طرف متوجہ ہوئے تو عیسائیوں نے بھرپور حملہ کرکے فتح کو شکست میں بدل دیا۔ عبدالرحمن شہید ہوئے۔ ٹورس کے میدان کو تاریخ میں "بلاد الشہداء" کہا جاتا ہے۔ ایک مورخ کے مطابق "ٹورس کے مقام پر مسلمانوں نے دنیا بھر کی حکومت آتے آتے کھودی۔" عبدالملک بن قطن فہری گورنر بنے۔ لیکن وہ بغاوتوں کو ختم نہ کرسکے۔ ہشام نے اس کی جگہ عقبہ بن حجاج کو گورنر بنایا۔ امیر عقبہ بڑا صالح، عاقل اور اچھا منتظم تھا۔ اس نے

اندلس کے اندر تمام خرابیوں کو دور کیا۔ اچھا نظم و نسق قائم کیا اور اندلس کو ہر لحاظ سے ترقی دی۔ امن وامان قائم کیا۔ رفاہی ادارے کھولے۔ لیکن بعد میں مسلمانوں کے اندر قبائلی تعصب وغیرہ کی وجہ سے یہ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے اور خانہ جنگی کا شکار ہو گئے۔

افریقہ کی مہمات افریقہ کا گورنر عبداللہ بن حجاب تھا۔ ۱۲۲ ہجری تک اس نے سوس، سوڈان اور مقبلہ کو اسلامی حکومت میں شامل کر لیا تھا۔ بد قسمتی سے عربوں اور بربروں کے درمیان تعصب کی خلیج بڑھتی ہی گئی۔ خارجیوں نے بربروں سے مل کر سفیری فرقہ بنا کر عربوں کے خلاف بغاوتیں شروع کر دیں۔ ان کا سردار میسرہ تھا۔ اس نے طنجہ پر قبضہ کر لیا۔ جب اسے واپس لینے کی کوشش کی گئی تو ایک خونریز جنگ ہوئی۔ بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ اسی لیے یہ غزوۃ الاشراف کہلائی۔ عربوں کو شکست ہوئی۔ ہشام نے کلثوم بن عیاض کو گورنر بنایا لیکن یہ بھی بربروں کے ہاتھوں مارا گیا۔ ہشام نے حنظلہ بن صفوان کلبی کو والی بنا کر بھیجا۔ اس نے پرجوش تقریروں سے لوگوں میں جوش پیدا کیا۔ بربروں کو شکست ہوئی۔ تقریباً دولاکھ بربر مارے گئے۔ مسلمانوں نے اس عظیم فتح پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ حنظلہ نے از سرِ نو نظم و نسق درست کیا۔

امام زید بن زین العابدینؒ کی شہادت واقعہ کربلا کے بعد بنو ہاشم خاموش ہو گئے تھے۔ حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادے امام زید ایک دفعہ پھر کوفیوں کے وعدوں میں آگئے۔ لیکن جب یوسف بن عمر ثقفی والی کوفہ نے ان کا مقابلہ کیا تو کوفی آپ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ آپ کے ساتھ صرف ۲۱۸ آدمی رہ گئے جو انتہائی بہادری سے لڑے۔ لڑائی کے دوران ایک تیر آپ کی پیشانی مبارک پر لگا اور آپ شہید ہو گئے۔ آپ کی لاش کو خفیہ طریقے سے دفن کر کے قبر زمین کے برابر کر دی۔ لیکن یوسف کو کسی طریقے سے اس کا پتہ چل گیا۔ اس نے امام زید کی لاش سولی پر آویزاں کی اور آپ کے سر کو ہشام کے پاس بھیج دیا۔ آپ کی شہادت سے ایک مستقل جماعت بن گئی جو زیدیہ کہلاتے ہیں۔ یہ زیادہ تر یمن اور چند دوسرے مقامات میں آباد ہیں۔

عباسی تحریک سانحۂ کربلا کے بعد شیعان علی نے حضرت امام زین العابدین کو

اپنا امام بنانا چاہا لیکن آپ نے امام بننے سے انکار کر دیا۔ آپ کے انکار پر شیعان علی نے حضرت علیؓ کے غیر فاطمی بیٹے محمد بن حنیفہ کو اپنا امام تسلیم کر لیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کا بیٹا ابو ہاشم عبداللہ جانشین تجویز ہوئے۔ حضرت علی بن عبداللہ بن عباس حمیمہ میں رہتے تھے۔ ابو ہاشم سلیمان بن عبدالملک سے ملنے دمشق آئے اور واپسی پر علی بن عبداللہ کے پاس حمیمہ میں ٹھہرے۔ یہاں پر آپ کا انتقال ہوا۔ انتقال سے قبل آپ نے علی بن عبداللہ کے بیٹے محمد بن علی کو اپنا جانشین مقرر کر لیا۔ اس سے محمد بن علی کی تحریک کو بہت تقویت ملی۔ اس طرح امامت کا منصب علویوں سے عباسیوں میں منتقل ہو گیا۔ محمد بن علی نے اپنی ذہانت اور صلاحیتوں سے اس تحریک میں ایک نئی روح پھونکی۔ اس کو جدید خطوط پر منظم کیا۔ تقریباً ۷۰ مدبروں اور دانشوروں کی مجلس عمومی بنائی جس کا کام عباسی تحریک کے پیغام کو گھر گھر پہنچانا اور لوگوں کو امویوں کے خلاف ابھارنا تھا۔ اس مقصد کے لیے داعیوں اور نقیبوں کی خفیہ تنظیمیں بنائی گئیں۔ اس طرح عباسی تحریک پھلنے پھولنے لگی۔ مشہور عباسی داعی ابو مسلم خراسانی بھی اس تحریک میں شامل ہو گیا۔ جس نے آخر کار بنو امیہ کو اقتدار سے محروم کر کے بنو عباس کو برسر اقتدار لایا۔ ہشام نے اس تحریک کو کچلنا چاہا لیکن وہ اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ یہ تحریک خراسان اور عراق میں خوب پھیل چکی تھی۔ امام محمد کا انتقال ۱۲۶ ہجری میں ہوا۔ اس کے تین بیٹے ابراہیم سفاح اور ابو جعفر کو سلسلہ وار جانشین مقرر کیا گیا۔

وفات ۶ ربیع الاخر ۱۲۵ھ کو ہشام بن عبدالملک ۵۵ سال کی عمر میں تقریباً بیس سال حکومت کرنے کے بعد اس جہان فانی سے رخصت ہوا۔

سیرت اور کارنامے ہشام کا شمار بنو امیہ کے تین عظیم خلفاء میں ہوتا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ جو خلافت امیہ کے بانی تھے۔ عبدالملک جس نے خلافت کو استوار کیا اور ہشام جس نے باپ کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ بقول مورخ مسعودی "ہشام بڑا وسیع النظر، منظم کفایت شعار، روشن دماغ اور باتدبیر تھا۔ حلم و برداشت کا مجسمہ تھا۔" ہشام انتہائی کفایت شعار تھا۔ آپ نے بیت المال کو درست کیا۔ بد نظمی کو دور کیا۔

دفتروں کے نظم وضبط پر خصوصی توجہ دی۔ محکمہ انصاف کو مکمل آزادی حاصل تھی۔ شیر بکری ایک گھاٹ پر پانی پی سکتے تھے۔ انصاف کے سلسلے میں کوئی رعایت نہیں برتی جاتی تھی۔ سب کے ساتھ یکساں انصاف ہوتا۔ شعبہ فوج کی اصلاح کی، نئے قلعے تعمیر کیے گئے۔ شمالی افریقہ میں جہاز سازی کے کارخانے بنائے گئے، نئے شہر تعمیر کیے گئے۔ مثلاً شام میں رصافہ جسے گرمیوں میں پایہ تخت کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ سندھ میں دو شہر منصورہ اور محفوظہ آباد ہوئے۔ حاجیوں کی آرام کے لیے مکہ میں تالاب اور حوض بنائے گئے۔ صنعت نے بھی خوب ترقی کی۔ ریشمی کپڑا عام بنایا جانے لگا۔ نماز کا خود بھی پابند تھا اور اپنے لڑکوں کو بھی نماز کی سخت تاکید کیا کرتا تھا۔ ہشام کو عیش و عشرت سے نفرت تھی۔ رعایا کے اخلاق پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ ہشام بڑا علم دوست اور فن پرور تھا۔ علماء وفضلاء کی بہت قدر کرتا تھا۔ ہشام نے دفتری نظام کو از سرنو منظم کر کے اسے جدید خطوط پر استوار کیا۔ دفاتر میں ڈسپلن اور ترتیب پیدا کی۔ بیت المال کو منظم کیا گیا۔ اب اس میں ایک پیسہ کی بھی خرد برد نہیں ہوسکتی تھی۔ مذہبی معاملات میں بہت سنجیدہ تھے۔ بدعت وغیرہ سے سخت نفرت تھی۔ معد بن درہم کو خلق قران کا مسئلہ پیدا کرنے کی وجہ سے قتل کروادیا۔ غسیان بن یونس کو پھانسی دی گئی۔ ہشام عیش و عشرت سے دور بھاگتا تھا۔ شراب، موسیقی سے نفرت تھی۔ ہشام کو علم و فن سے گہری دلچسپی تھی۔ امام زہری سے چار سو احادیث کا مجموعہ مرتب کروایا۔ ایرانیوں کی ایک تاریخی کتاب کا ترجمہ فارسی اور عربی میں کروایا۔ الغرض ہشام مستقل مزاج، بلند حوصلہ اور بہادر حکمران تھا۔

مشقی سوالات

۱۔ ہشام بن عبدالملک کی سیرت اور کارنامے تحریر کریں۔
۲۔ ہشام بن عبدالملک کے دور کے مشہور واقعات لکھیں۔
۳۔ ہشام کی مختلف مہمات کا ذکر کریں۔

۴۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

(الف) امام زید بن علی (ب) عباسی تحریک

۵۔ مندرجہ ذیل خالی جگہیں پر کریں:

(۱) یزید ثانی عبدالملک کا اور یزید اول کا ـــــــ تھا۔

(۲) یزید ثانی نے ـــــــ کے دور کی یاد تازہ کردی۔

(۳) ہشام کا شمار بنو امیہ کے ـــــــ اہم خلفاء میں ہوتا ہے۔

(۴) شمالی افریقہ میں ـــــــ کے کارخانے بنائے گئے۔

۶۔ درست/غلط پر ( ) کا نشان لگائیں۔

۱۔ یزید ثانی عبدالملک کا بیٹا تھا۔ (درست/غلط)

۲۔ عبدالملک نے یزید کی بیٹی عاتقہ سے شادی کی تھی۔ (درست/غلط)

۳۔ یزید ثانی متقی و پرہیزگار تھا۔ (درست/غلط)

۴۔ یزید ثانی کو عبدالملک کا عیاش اور فضول خرچ بیٹا کہا گیا ہے۔ (درست/غلط)

۵۔ یزید ثانی کی محبوب لونڈی حبابہ تھی۔ (درست/غلط)

۶۔ یزید ثانی ۴۰ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ (درست/غلط)

۷۔ یزید ثانی کے بعد ہشام تخت نشین ہوا۔ (درست/غلط)

۸۔ ہشام نے ۲۰ سال حکومت کی۔ (درست/غلط)

۹۔ خاقان نے بخارا اور سمرقند پر حملے کیے۔ (درست/غلط)

۱۰۔ سندھ کا گورنر جنید بن عبدالرحمان تھا۔ (درست/غلط)

۱۱۔ راجہ داہر کا بیٹا جے سنگھ مسلمان ہوگیا تھا۔ (درست/غلط)

۱۲۔ حکم بن عوانہ کو سندھ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ (درست/غلط)

۱۳۔ والئ اندلس کے امیر عنبسہ نے پیش قدمی کی۔ (درست/غلط)

۱۴۔ ٹورس کے قریب مشہور جنگ لڑی گئی۔ (درست/غلط)

۱۵۔ جنگ ٹورس میں عبدالرحمان شہید ہوئے۔ (درست/غلط)

۱۶۔ افریقہ کا گورنر عبداللہ بن حجاب تھا۔ (درست/غلط)

۱۷۔ حضرت امام زین العابدین کے بیٹے امام زید تھے۔ (درست/غلط)

۱۸۔ محمد بن علی حمیمہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ (درست/غلط)

۱۹۔ ہشام ۵۵ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ (درست/غلط)

۲۰۔ ہشام کا شمار بنوامیہ کے تین مشہور خلفاء میں ہوتا ہے۔ (درست/غلط)

انیسواں باب

ولید بن یزید

۱۲۵ھ تا ۱۲۶ھ بمطابق ۷۴۳ء تا ۷۴۴ء

تخت نشینی ہشام کی موت کے بعد یزید بن عبدالملک کا بیٹا ولید بن یزید تخت نشین ہوا۔ ولید اوباش، شرابی اور عیاش تھا۔ ولید ہر لحاظ سے نااہل حکمران تھا۔ اس نے عمال کو تبدیل کر کے نئے انتظامات کیے۔ تمام صوبائی سربراہوں کو بیعت لینے کے لیے لکھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے بیٹوں حکم اور عثمان کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ ان کی بیعت کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ گشتی فرمان عراق اور خراسان بھیجا گیا۔

نصر بن سیار ولید نے نصر بن سیار کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ بعد میں یوسف نے منت سماجت کر کے اسے معزول کروا دیا۔ نصر کو لکھا کہ اپنے اہل و عیال، اموال و تحائف کے ساتھ چلے آؤ۔ نصر نے اپنے مرضی کے عمال مقرر کر کے دمشق کا رخ کیا لیکن راستے میں پتہ چلا کہ شام میں فتنہ، فساد برپا ہو چکا ہے اور یوسف بھاگ چکا ہے۔ نصر واپس خراسان چلا گیا۔

یحییٰ بن زید یحییٰ بن زید اپنے باپ زید بن علی کی شہادت کے بعد خراسان چلا گیا۔ بلخ میں حریش بن ظرو کے مکان میں رہائش اختیار کی۔ یوسف نے نصر کو لکھا کہ یحییٰ کو گرفتار کیا جائے اور دمشق بھیج دیا جائے۔ نصر نے حریش کو سخت سزائیں دی لیکن اس نے بتانے سے انکار کر دیا۔ قریش بن حریش نے بتا دیا۔ یحییٰ کو قید کر دیا گیا۔ ولید نے یحییٰ کی رہائی کا حکم دیا۔ یحییٰ اور اس کے ساتھیوں کو رہا کر دیا گیا۔ یحییٰ یوسف بن عمر کے خوف سے نیشاپور کی طرف چلا گیا۔

یحییٰ بن زید کی شہادت نیشاپور کا حکمران عمرو بن زراہ تھا۔ نصر بن سیار نے عمرو کو یحییٰ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عمر نے دس ہزار لشکر کے ساتھ حملہ کیا۔ خونریز جنگ

ہوئی۔ یحییٰ کے ساتھیوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ عمرو اور اس کے ساتھی میدان جنگ میں مارے گئے۔ جب نصر کو شکست کا پتہ چلا تو اس نے مسلم بن احور کو یحییٰ کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ فریقین کے درمیان سخت جنگ ہوئی۔ یحییٰ اور ان کے ساتھی شہید ہو گئے۔ مسلم بن احور نے یحییٰ کا سر ولید کے پاس بھیج دیا اور باقی لاش جورجان میں صلیب پر چڑھادی۔ جب ابو مسلم خراسانی نے خراسان پر قبضہ کیا تو اس نے لاش کو اتار کر دفن کر دیا اور جن لوگوں نے شہادت میں حصہ لیا تھا تہہ تیغ کیا۔

خالد بن عبداللہ یوسف بن عمر نے خالد بن عبداللہ کو قید کر دیا تھا۔ بعد میں ہشام نے خالد کی رہائی کا حکم دیا۔ خالد رصافہ کے سامنے ایک گاؤں میں قیام پذیر ہوا۔ امام زید کی شہادت کے بعد یوسف نے ہشام کو لکھا کہ امام زید کو خالد بن عبداللہ کا تعاون حاصل تھا۔ ہشام نے ان باتوں کو اہمیت نہ دی۔ خالد دمشق میں قیام پذیر ہوا۔ دمشق کا عامل کلثوم تھا۔ یہ خالد سے دشمنی کرتا رہتا تھا۔ اس نے ہشام کے کان بھرنے شروع کیے۔ لیکن کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ جب ولید بن یزید نے خلافت سنبھالی تو اس نے خالد کو بلایا اور اس کے بیٹے کے متعلق دریافت کیا۔ خالد نے بتایا کہ وہ رشتہ داروں کے پاس گیا ہوا ہے۔ ولید نے کہا کہ وہ ملک میں فسادات برپا کرنا چاہتا ہے۔ خالد نے انکار کیا۔ ولید نے خالد کو یوسف کے حوالے کر دیا۔ یوسف نے خالد کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ ان اذیتوں ہی سے خالد جان بحق ہو گیا۔

قضاعہ کی بغاوت خالد قسری کی قید کی وجہ سے یمانیہ مخالف ہو گیا۔ لوگوں میں مشہور کر دیا کہ خالد قسری کو اس لیے گرفتار کیا گیا ہے کہ اس نے ولید کے بیٹوں کی ولی عہدی کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ قضاعہ میں عام بغاوت ہو گئی۔ شام کے لشکر میں اکثر لوگ قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ولید کو پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یزید بن عبداللہ نے عمر بن زید حکمی سے مشورہ کیا۔ عمر نے رائے دی کہ اپنے بھائی عباس سے بیعت کے لیے مطالبہ کرو۔ اگر اس نے بیعت کر لی تو مخالفت ختم ہو جائے گی اور اگر نہ کی تو پھر بھی ظاہر کر دینا کہ اس نے بیعت کر لی ہے۔ اس سے عوام کی اکثریت یزید کی حامی بن گئی

یزید بن ولید | یزید نے خفیہ طور پر بیعت لینے کا سلسلہ شروع کردیا۔ عباس نے یزید کو بلا کر کافی ڈرایا دھمکایا۔ اُسے باز رہنے کی ہدایت کی۔ یزید نے عباس کو یقین دلایا لیکن اپنا کام جاری رکھا۔ جب یزید کا منصوبہ کامیاب ہوگیا تو سات سو سواروں کو لے کر دمشق روانہ ہوگیا۔ دمشق میں اکثر لوگوں نے خفیہ طور پر یزید کی بیعت کرلی۔ الولعاج کو نشہ کی حالت میں گرفتار کیا گیا۔ اسلحہ خانے، بیت المال اور خزانے پر قبضہ کرلیا۔ دمشق کے امراء اور روساء نے بھی بیعت کرلی۔ عبدالملک بن محمد نے امان حاصل کرکے محل کا دروازہ کھول دیا۔ شیروں نے ولید کو حمص میں پناہ لینے کا مشورہ دیا لیکن عبداللہ بن عبسہ نے اختلاف کیا۔

عباس بن ولید کی گرفتاری | عباس نے پیغام بھیجا کہ وہ اس کی مدد کے لیے آرہا ہے۔ لیکن اس کی آمد سے قبل عبدالعزیز اور منصور پہنچ گئے۔ جب عبدالعزیز کو خبر ملی کہ عباس مدد کے لیے آرہا ہے تو اس نے منصور کو عباس کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ ولید نے عبدالعزیز کو لالچ دینے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ منصور نے عباس کو گرفتار کرلیا۔ عبدالعزیز نے ولید کے لشکر پر حملہ کردیا۔ فریقین کے درمیان زبردست مقابلہ ہوا اور ولید کے لشکر کو شکست ہوئی۔

ولید بن یزید کا قتل | ولید محل میں پناہ گزیں ہوگیا۔ دروازے بند کردیے۔ محل پر چڑھ کر مصالحت کی کوشش کرنے لگا۔ ولید نے یزید بن عنبر کو بلاکر مصالحت کی دعوت دی۔ یزید نے کہا کہ ہمارے تمہارے ساتھ ذاتی اختلافات نہیں ہیں بلکہ ہم اس رویے کے خلاف ہیں جو تم نے کتاب و سنت کے خلاف اپنا رکھا ہے۔ ولید واپس اپنی جگہ چلا گیا اور قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگا۔ لوگوں نے دیواروں پر چڑھنا شروع کیا۔ ولید نے کہا آج کا دن حضرت عثمانؓ کا دن دکھائی دیتا ہے۔ یزید بن عنبہ نے قید کرنے کی کوشش کی۔ اسی دوران منصور بن جمہور اور دیگر لوگ پہنچ گئے۔ ہجوم بڑھتا گیا۔ چاروں طرف سے ولید پر حملہ ہوا۔ ولید مارا گیا۔ اس کا سر کاٹ کر یزید کے سامنے پیش کیا گیا۔ یزید نے شارع عام پر لٹکانے کا حکم دیا۔ بعد میں نیزے پر رکھ کر تمام شہر میں تشہیر کی گئی۔ آخر میں اس کے

بھائی سلیمان بن یزید کے حوالے کر دیا گیا۔ سلیمان بن یزید ان حالات میں یزید کا ساتھ دے رہا تھا۔ اس طرح ولید بن یزید کا دور حکومت اختتام کو پہنچا اور یزید بن ولید تخت نشین ہوا۔ ولید تقریباً ۲ سال تک حکمران رہا۔

یزید ثالث بن ولید

۱۲۶ھ تا ۱۲۷ھ بمطابق ۷۴۳ء تا ۷۴۴ء

خطبہ ولید کے قتل ہونے کے بعد یزید نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ یزید نے ولید کی خامیاں تفصیلاً بیان کیں۔ اور ثابت کیا کہ ان برائیوں کی وجہ سے وہ اس انجام کو پہنچا۔ لوگوں کو یقین دلایا کہ آئندہ ان کے ساتھ بہترین سلوک کیا جائے گا۔ وظائف ادا کیے جائیں گے۔ جاگیروں کا سلسلہ بند کیا جائے گا۔ حاجب کا عہدہ ختم کیا جاتا ہے۔ مملکت اسلامیہ کو مضبوط بنانے کی کوشش کی جائے گی۔ اگر میں یہ وعدے پورے نہ کر سکوں تو تمہیں اختیار ہوگا کہ مجھے خلافت سے علیحدہ کر دو۔

بیعت ولی عہدی یزید نے وظائف میں کمی کر کے ہشام کے دور کے وظائف مقرر کیے۔ یزید نے اپنے بھائی ابراہیم اور عبدالعزیز بن حجاج کو یکے بعد دیگرے اپنے ولی عہد مقرر کیے اور ان کے لیے بیعت لینے کا آغاز بھی کیا۔

حمص میں بغاوت سلیمان بن ہشام کو جب ولید کے قتل ہونے کی اطلاع ملی تو وہ عمان کے قید خانے سے نکل کر نقد، جنس، مال و اسباب لے کر دمشق روانہ ہو گیا۔ حمص کے لوگوں کو بتایا گیا کہ ولید کو عباس نے قتل کروایا ہے۔ چنانچہ لوگوں نے عباس کے مکان کو لوٹ لیا۔ جب عباس کو پتہ چلا تو وہ اپنے بھائی یزید کے پاس چلا آیا۔ اہل حمص نے مروان بن عبداللہ کو اپنا امیر بنا کر خون ولید کے انتقام کا مطالبہ کیا۔

مروان بن عبداللہ کا قتل سلیمان بن ہشام جب دمشق پہنچا تو یزید نے اس کی

خوب آؤ بھگت کی۔ ولید نے جو مال و اسباب ضبط کیے تھے واپس کر دیے۔ لشکر دے کر اہل حمص کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا۔ مسرور کو اس کا نائب مقرر کیا۔ اہل حمص دمشق پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ مروان نے پہلے سلیمان کا مقابلہ کرنا چاہا۔ چنانچہ اپنے ہی لوگوں نے مروان کو قتل کر کے ابو محمد سفیانی کو اپنا امیر بنالیا۔ سلیمان بن ہشام نے ان پر حملہ کر دیا۔ دونوں فوجوں نے بڑی بہادری سے ایک دوسرے کا مقابلہ کیا۔

اہل حمص کی اطاعت یزید نے سلیمان کی مدد کے لیے عبدالعزیز بن حجاج کو ۳ ہزار کے لشکر کے ساتھ اور ہشام بن مصار کو ڈیڑھ ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ جنگ میں مزید تیزی پیدا ہوگئی۔ فریقین ایک دوسرے پر زبردست حملے کرنے لگے۔ یزید بن خالد نے درخواست کی۔ اے سلیمان! اپنی قوم پر رحم کر۔ سلیمان نے جنگ بند کر دی۔ یزید کی بیعت لی گئی۔ ابو محمد سفیانی اور دوسرے سرداروں کو یزید کے پاس بھیج دیا گیا۔ حمص پر معاویہ بن یزید کو والی مقرر کیا۔

اہل فلسطین و اردن کی بغاوت ولید بن یزید کے قتل کے بعد فلسطین اور اردن میں بغاوت ہوئی۔ سعید بن روح اور ضبعان بن روح نے لوگوں کو یزید کے خلاف ابھارا۔ یزید بن سلیمان کو اپنا امیر بنالیا۔ اردن کے عوام نے محمد بن عبدالملک کو اپنا امیر مقرر کر لیا۔ جب یزید کو ان حالات کا پتہ چلا تو اس نے سلیمان بن ہشام کو ۸۰ ہزار کا لشکر دے کر روانہ کیا۔ سعید اور ضبعان کو امارت کا لالچ دیا گیا۔ انھوں نے یزید کی حمایت کا اعلان کیا۔ اہل اردن نے بھی اپنے نئے سربراہوں کا مال اسباب لوٹ لیا اور واپس اپنے گھروں کو چلے گئے۔ یزید بن ولید کی بیعت کر لی۔ یزید نے ضبعان بن روح کو فلسطین اور ابراہیم بن ولید کو اردن کا عامل مقرر کیا۔

منصور بن جمہور یزید نے منصور بن جمہور کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ یوسف عمرو بن سعید کے مکان میں چھپ گیا۔ لباس تبدیل کر کے شام روانہ ہوگیا۔ جب یزید کو خبر ہوئی تو اس نے ۵۰ سواروں کو اس کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ یزید نے گرفتار کر کے ولید کے بیٹوں کے ساتھ قید کر دیا۔ منصور کوفہ میں داخل ہوا۔ وظائف تقسیم کیے۔

عمال کو رہا کیا۔ اپنے بھائی کو اپنی طرف سے خراسان کا گورنر مقرر کیا لیکن نصر بن سیار نے گورنری چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ اسی دوراں یزید نے دوسرے ماہ منصور کو معزول کر دیا۔ نصر بن سیار کو خراسان پر بحال رکھا۔

جدیع بن علی کرمانی جب ولید مارا گیا۔ عبداللہ بن عمر والی عراق نے نصر بن سیار کو خراسان کا گورنر رہنے دیا۔ جدیع بن علی نے بغاوت کر دی۔ لوگوں نے اسے امیر بنا دیا۔ نصر بن سیار نے اسے معزول کر دیا۔ دونوں کے درمیان اختلافات بڑھتے گئے۔ نصر کے ساتھیوں نے کرمانی کی گرفتاری اور قتل کرنے کا مطالبہ کیا۔ نصر نے کرمانی کو گرفتار کرنا چاہا لیکن کرمانی بذات خود نصر کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ نصر نے اپنے احسانات جتلائے۔ کرمانی نے معذرت کی اور احسانات کا شکریہ ادا کیا۔ نصر معاف کرنا چاہتا تھا لیکن مشیروں کے کہنے پر درے لگوائے اور قید کر دیا۔ کرمانی قید سے بھاگ کر عبدالملک بن حرملہ سے مل گیا۔ عبدالملک نے پیشقدمی کا حکم دیا۔ نصر نے بھی تیاری کر لی۔ بعض لوگوں نے صلح کی کوششیں کیں اور کرمانی کو امان دلا دیا۔ نصر اور کرمانی کے درمیان صلح اور دشمنی کا سلسلہ چلتا رہا آخر کرمانی کو جلاوطن کر دیا گیا۔

حرث بن شریح حرث بن شریح تقریباً ۱۲ سال سے ترکوں کے پاس رہائش پذیر تھا۔ نصر کا خیال تھا کہ حرث کرمانی کا ساتھ دے گا۔ چنانچہ اس نے یزید سے حرث کے لیے امان نامہ حاصل کر لیا۔ والی عراق نے بھی امان نامہ دے دیا۔ حرث نے ایک شرط پیش کی۔ آخر تم کتاب و سنت کے مطابق حکومت کرو گے تو میں تمہارا ساتھ دوں گا ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر کرمانی قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارے گا تو اس کا ساتھ دوں گا ورنہ نہیں۔ قبائل تمیم نے حرث کو امارت پیش کی۔ حرث نے قبول کر لی۔

مروان بن محمد مروان بن محمد نے فوجی تیاریاں کرنے کے بعد شام کا رخ کیا۔ جب یزید کو پتہ چلا تو اس نے مروان کو جزیرہ موصل اور آذربائیجان کی حکومت دینے کی پیشکش کی۔ مروان نے یہ پیشکش قبول کر لی اور واپس چلا گیا۔ دمشق تک جانے کی نوبت ہی نہ آئی۔

وفات یزید بن ولید تقریباً ۵ ماہ حکومت کرنے کے بعد فوت ہوگیا۔ ابراہیم کے ہاتھ پر بیعت کی گئی لیکن عام بیعت نہ ہوئی۔ تین ماہ بعد مروان بن محمد نے اسے تخت سے اتار کر حکومت پر قبضہ کرلیا۔

مروان ثانی بن محمد

۱۲۷ھ تا ۱۳۲ھ بمطابق ۷۴۴ء تا ۷۵۰ء

تخت نشینی مروان بن محمد اپنے لشکر کے ساتھ دمشق میں داخل ہوا۔ پہلے اہل حمص اور معاویہ بن یزید نے بیعت کی۔ ان کے بعد ابو محمد سفیانی اور حاضرین دربار نے بیعت کی۔ تکمیل بیعت کے بعد چند صلح جو افراد نے درمیان میں پڑ کر ابراہیم بن ولید اور سلیمان بن ہشام کے لیے امان حاصل کرلی۔ ابراہیم سلیمان بمعہ اپنے بھائی، بیٹوں، خواتین اور ملازموں کے مروان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔

حمص میں بغاوت مروان دمشق سے حران چلا آیا۔ ثابت بن نعیم نے فلسطین سے اہل حمص کے ساتھ مروان کے خلاف ساز باز شروع کردی۔ تدمر کے بنو کلب سے بھی رابطہ کیا گیا۔ مروان نے حران سے ان کے مقابلے کے لیے لشکر روانہ کیا۔ ان کے ساتھ ابراہیم اور سلیمان بن ہشام بھی تھا۔ ان کا لشکر عید الفطر کے تیسرے دن حمص پہنچا۔ اہل حمص نے شہر پناہ کے دروازے بند کردیے۔ اہل حمص سے پوچھا گیا کہ وہ بیعت توڑنے پر کیوں آمادہ ہوئے۔ اہل حمص نے کہا کہ ہم نے بیعت نہیں توڑی۔ شہر پناہ کے دروازے کھول دیے گئے۔ عمر بن وضاح تین ہزار کے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ مخالفین نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر بھاگ گئے۔

اہل غوطہ کی بغاوت مروان حمص میں قیام پذیر تھا۔ اہل غوطہ نے بغاوت کردی۔ یزید بن خالد کو امیر بنا کر والی دمشق زامل بن عمر کا محاصرہ کرلیا۔ مروان نے ابوالورد بن کوثر اور عمر بن وضاح کو لشکر دے کر والی دمشق کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ دمشق کے قریب

پہنچ کر ابوالورد نے بھرپور حملہ کیا۔ اہل غوطہ کو شکست ہوئی۔ یزید بن خالد مارا گیا۔ اس کا سر مروان کے پاس بھیج دیا گیا۔

ثابت نعیم کا خاتمہ ثابت نعیم نے اہل فلسطین کو اکٹھا کر کے طبریہ کا محاصرہ کرلیا۔ ولید بن معاویہ طبریہ کا والی تھا۔ جب مروان کو اطلاع ملی تو اس نے ابوالورد کو لشکر دے کر روانہ کیا۔ ثابت کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ابوالورد کو تین بیٹوں سمیت گرفتار کر کے مروان کے پاس بھیج دیا۔ مروان نے سب کو سولی پر چڑھا دیا۔

تدمر پر قبضہ مروان نے اپنے بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ کے لیے بیعت لینے کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے بعد تدمر کا رخ کیا۔ شام میں یہ واحد مقام تھا جو مروان کے قبضے میں نہیں تھا۔ مروان نے شہر کے قریب پہنچ کر اپنے مدبر کو مقامی لوگوں کے پاس بھیجا۔ مقامی لوگوں نے اطاعت قبول کرلی۔ اس طرح تدمر پر مروان کا قبضہ ہوگیا۔

سلیمان بن ہشام اور مروان سلیمان جو ابن ہبیرہ کے ساتھ عراق روانہ ہوا تھا اصافہ چلا آیا۔ انہوں نے سلیمان کو خلافت کی پیشکش کی۔ سلیمان نے قبول کرلی۔ لشکر کی تیاریاں شروع کردیں۔ مزید شامی بھی شامل ہوگئے۔ جب مروان کو خبر ہوئی تو وہ لشکر لے کر روانہ ہوا۔ ضاف کے مقام پر فریقین کے درمیان خونریز جنگ ہوئی۔ سلیمان شکست کھا کر حمص کی طرف بھاگ گیا۔ کافی لشکری گرفتار ہوگئے۔ جنھیں مروان نے بیدردی سے قتل کردیا۔ ابراہیم اور خالد بن ہشام بھی تین ہزار فوجیوں کے ساتھ مارے گئے۔

حمص کا محاصرہ مروان نے حمص کا محاصرہ کرلیا۔ سلیمان نے اپنے لشکر کو ازسرنو منظم کیا۔ شہر پناہ کی مرمت کی۔ سلیمان کے لشکریوں نے مروان کی فوج پر اچانک حملہ کر کے کافی نقصان پہنچایا۔ مروان نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ یہ محاصرہ تقریباً ۱۰ ماہ تک جاری رہا۔ اہل شہر نے تنگ آکر امان طلب کرلی۔ کہا جاتا ہے کہ سلیمان عراق میں عبداللہ بن عمر کے پاس چلا گیا۔ مروان خارجیوں کے مقابلے کے لیے کوفہ روانہ ہوگیا۔

ضحاک اور ابن ہبیرہ کے درمیان جنگ کہا جاتا ہے کہ سلیمان نے ضحاک کی بیعت کرلی تھی۔ مروان نے نصر بن سعید کو عراق کا والی مقرر کیا۔ عبداللہ بن عمر اور

سلیمان نے اسے بھگا دیا۔ وہ بھاگ کر مروان کی طرف جا رہا تھا کہ ضحاک کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا۔ ضحاک کا سردار قلجان نصر کے ہاتھوں مارا گیا۔ ضحاک نے کوفہ میں مثنیٰ بن عمران کو والی بنایا اور خود موصل کی طرف چل پڑا۔ ابن ہبیرہ کوفہ کی طرف بڑھا اور مثنیٰ کو شکست دی۔ ضحاک نے عبیدہ کو مقابلہ کے لیے روانہ کیا لیکن اس بار بھی خارجیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

عبداللہ بن معاویہ کا کوفہ پر قبضہ شیعان علی نے اکٹھے ہو کر عبداللہ بن معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ امارت عبداللہ بن معاویہ کے حوالے کر دی۔ عاصم کو کوفہ سے نکال دیا گیا۔ عاصم اپنے بھائی عبداللہ بن عمر کے پاس حیرہ چلا آیا۔ اہل مدائن نے بھی عبداللہ بن معاویہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ عبداللہ بن معاویہ نے لشکر تیار کر کے عبداللہ بن عمر پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ عبداللہ بن عمر نے کئی سرداروں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ فریقین کے درمیان خونریز جنگ ہوئی۔ عبداللہ بن عمر کو کامیابی حاصل ہوئی۔ عبداللہ بن معاویہ واپس کوفہ چلا گیا۔ عبداللہ بن عمر کے ساتھ مصالحت ہو گئی اور اس نے امان نامہ دے دیا۔ عبداللہ بن معاویہ مدائن چلا گیا۔

نصر بن سیار اور حرث بن شریح خراسان کا گورنر نصر سیار تھا۔ حرث نے لشکر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ دونوں کے درمیان اختلافات بڑھتے گئے۔ ثالث مقرر کیے گئے۔ ثالثوں نے نصر کو معزول کر دیا۔ نصر نے معزولی سے انکار کر دیا۔ اس سے حالات مزید خراب ہو گئے۔ حرث نے اعلان جنگ کر دیا لیکن شکست کھائی۔

نصر اور کرمانی کرمان حرث کا دوست تھا۔ امان نامہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن بعد میں نصر اور کرمانی کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے۔ فریقین کے درمیان جنگ ہوئی اور کرمانی نے مرو پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد کرمانی نے حرث کو بھی ٹھکانے لگا دیا اور مرو پر مکمل طور پر قابض ہو گیا۔

ابو مسلم مرو میں امام ابراہیم نے ابو مسلم کو مرو بھیجا تاکہ سلیمان بن کثیر کے ذریعے وہاں عباسی تحریک پھیلایا جا سکے۔ سلیمان بن کثیر اور اس کے ساتھیوں نے ابو مسلم کا

بھر پور ساتھ دیا اور آزادانہ طور پر عباسی پروپیگنڈا کرنے لگے۔ ابو مسلم مرو کے ایک گاؤں فنیں میں ٹھہر گیا۔ ابو مسلم نے عباسی تحریک کو طخارستان، طالقان اور خوارزم تک پہنچا دیا۔ لوگ جوق در جوق اس تحریک میں شامل ہونے لگے۔ بعد میں ابو مسلم سیمان بن کثیر کے پاس چلا گیا اور امام ابراہیم کے دونوں پرچم الظل اور السحاب لہرائے گئے۔ عباسی تحریک کامیابی کی طرف رواں دواں ہوئی۔

ابو مسلم خراسانی | ابو مسلم کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ لیکن عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ کبیر بن ماہان کا غلام تھا جسے امام ابراہیم کی خدمت میں حمیمہ بھیج دیا گیا تھا۔ اس نے اپنی ذہانت اور خدمت سے امام کی نظروں میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیا۔ ۱۲۸ھ میں امام نے اسے اپنے داعیوں کا سردار بنا کر خراسان بھیج دیا۔ تقریباً ایک سال تک خاموش حالات کا مطالعہ کرتا رہا اور ساتھ ساتھ عباسی پراپیگنڈا کرتا رہا۔ ۱۲۹ ہجری میں امام کے بھیجے ہوئے جھنڈوں "سحاب" اور "ظل" کو سفبدنج میں قرآنی آیات پڑھ کر بلند کیا۔ سفبدنج کو عباسی تحریک کا عارضی مرکز بنا کر عباسی پراپیگنڈے کو پھیلانا شروع کیا۔ اس دوران خراسان کے گورنر نصر بن سیار نے متعدد بار مروان کو لکھا لیکن ہمیشہ مایوسی ہی ہوئی۔ نصر نے کرمانی کو قتل کر کے اپنے لیے مزید مشکلات پیدا کر لی تھیں۔ جب مروان کو ان کے حالات کا پتہ چلا تو اس نے تحریک کے بانی کا پتہ چلا کر اسے قید کر ڈالا۔ تحریک کے بانی امام ابراہیم تھے۔ لیکن انھوں نے موت سے قبل اپنے بھائیوں ابوالعباس، عبداللہ سفاح اور ابو جعفر المنصور کو یکے بعد دیگرے اپنا جانشین نامزد کر لیا تھا۔ مروان نے ابراہیم کو قتل کروا دیا۔ ابوالعباس نے اپنے بھائی کے قتل کا بھیانک انتقام لینے کا ٹھوس منصوبہ بنایا جو بعد میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ جب ابو مسلم نے کافی لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا تو اس نے مرو پر قبضہ کر لیا۔ ابو مسلم نے اپنے سردار لاہز بن قریظ کو نصر کے پاس بیعت کے لیے بھیجا۔ نصر بہانہ کر کے بھاگ گیا لیکن بعد میں راستے میں بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ اس طرح خراسان پر ابو مسلم کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ ابو مسلم نے اپنے جرنیل قحطبہ کو عراق پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ قحطبہ کا کوفے سمیت تمام علاقوں پر قبضہ ہو گیا۔ ابوالعباس اور ابو جعفر حمیمہ سے خفیہ طور

پر آکر کوفہ میں پناہ گزیں تھے۔ قحطبہ اس فتح سے قبل دریا میں ڈوب گیا لیکن اسی دوران ہیرہ جو مروان کا گورنر تھا، شکست کھاکر بھاگ چکا تھا۔ اسی لیے مروان نے کہا، "کہ زندہ مردے کے مقابلے میں پسپا ہوگیا۔" قحطبہ نے اپنے بیٹے کو فوجوں کا سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ اسی دوران ابو مسلم اور دوسرے سردار کوفہ پہنچے۔ امام ابراہیم کی وصیت کے مطابق ابوالعباس عبداللہ السفاح کو امام اور خلیفہ منتخب کرلیا گیا اور اس کی عام بیعت ہوئی۔ اس طرح عباسی برسراقتدار آئے اور امویوں کا اقتدار ختم ہوا۔

مروان ثانی کی شکست اور قتل مروان کو جب پتہ چلا تو اس نے عباسیوں کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا۔ ساحل زاب پر تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر جمع کیا۔ ابوالعباس نے اپنے چچا عبداللہ بن علی کو لشکر دے کر روانہ کیا۔ یہ جنگ تاریخ میں جنگ زاب کہلاتی ہے۔ اس تاریخی جنگ میں مروان ثانی کو شکست ہوئی۔ وہ فلسطین بعد میں مصر کی طرف بھاگ گیا۔ لیکن ابو عون اور صالح نے پیچھا کرکے اس کو قتل کردیا۔ اس کے قتل سے بنو امیہ خلافت سے محروم ہوگئے اور بنو عباس خلافت کے مالک بن بیٹھے۔ یہ جنگ ۱۳۲ ہجری بمطابق ۷۵۰ء میں ہوئی۔ مروان ثانی کی وفات کے بعد عباسیوں نے انتقام کا بھیانک سلسلہ شروع کیا۔ بنو امیہ کے سرداروں کی تڑپتی ہوئی لاشوں پر دسترخوان بچھا کر کھانے لگائے گئے۔ جشن منائے گئے۔ لاشوں کو نکالا گیا۔ ہشام کی لاش مکمل تھی جسے سولی پر چڑھاکر جلادیا گیا۔

بنو امیہ کے زوال کے اسباب

عروج و زوال اس دنیا کی پرانی ریت ہے۔ سورج طلوع ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ بلندیوں کی طرف بڑھتا ہے۔ دوپہر کو اپنے انتہائی عروج کو چھولیتا ہے۔ پھر زوال کی ابتداء ہوتی ہے۔ خراماں خراماں شام کی رنگینیوں کی طرف بڑھتا ہے اور آخر رات کی تاریکیوں میں گم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ نے بنو امیہ کی خلافت کی بنیاد رکھی۔

عبدالملک اور اس کے بیٹوں نے اسے عروج تک پہنچایا اور مروان ثانی اسے لے کر موت کی گہری اور بھیانک گھاٹیوں میں گم ہوگیا۔ بہر حال اس خاندان کے زوال کے چیدہ چیدہ اسباب درج ذیل ہیں:

۱۔ **خلفاء کی عیش و عشرت** بنو امیہ میں چند خلیفہ ذہین، سنجیدہ اور سمجھ دار تھے۔ وہ اپنا زیادہ وقت سلطنت کے کاموں میں صرف کرتے تھے لیکن باقی خلیفہ زیادہ تر عیاش اور نکمے تھے۔ انھوں نے قیصر و کسریٰ سے عیاشیوں اور رنگینیوں کو اپنا لیا تھا۔ اس کی مصروفیات حرم اور شراب نوشی تک محدود تھیں۔ یہ صرف حرم کو ہی بڑھاتے رہتے تھے۔ حکومت کا سارا کاروبار وزیروں اور امیروں کے ہاتھوں میں رہتا تھا لیکن وہ بھی حکومت کے کاموں میں دلچسپی لینے کے بجائے اپنی جاگیروں اور جائیدادوں پر توجہ دیتے تھے جس کا اثر براہ راست انتظامیہ پر پڑتا تھا۔ مرکزی انتظامیہ کی کمزوری صوبوں کے لیے عیاشی کا سامان فراہم کرتی تھی۔ اس سے بنو امیہ کی حکومت کھوکھلی ہوتی گئی۔

۲۔ **حمیریوں اور مضریوں کے اختلافات** حمیری اور مضری قبائل ہمیشہ ایک دوسرے کے خلاف منصوبے بناتے رہتے۔ یہ روایت ابتداء ہی سے چلی آرہی تھی۔ ان کے اختلافات کی خلیج کو کم کرنے کی بجائے خلفاء اپنے اپنے مخصوص مفادات کی خاطر ان کے اختلافات کو بڑھاتے گئے۔ کبھی ایک قبیلے کا ساتھ دیا اور کبھی دوسرے قبیلے کا۔ اس طرح مسلمان دو بڑے گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔ یہ گروہ ایک دوسرے کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے۔ اس سے بنو امیہ کی حکومت دن بہ دن کمزور سے کمزور تر ہوتی گئی۔

۳۔ **وراثت اور نامزدگی کے واضح اصول کا نہ ہونا** بنو امیہ کے دور میں نامزدگی اور وراثت کا واضح اصول نہیں تھا۔ کبھی ایک کی نامزدگی ہوتی اور کبھی دوسرے کو نامزد کرلیا جاتا تھا۔ والد (خلیفہ) بسا اوقات اپنے دو بیٹوں کو یکے بعد دیگرے نامزد کرتا لیکن جب ایک بیٹا برسراقتدار آتا تو پھر وہ اپنے ہی بیٹے کو اپنے بھائی پر ترجیح دینا شروع کردیتا۔ اس سے باہمی کشمکش کا سلسلہ شروع ہوجاتا۔ سردار اور وزیر اس سے خوب فائدہ اٹھاتے۔

اس رسہ کشی نے بھی بنو امیہ کو کمزور کر دیا۔

۴۔ **عربوں اور غیر عربوں میں امتیاز** بنو امیہ کی حکومت خالص عرب حکومت تھی۔ اس میں تمام بڑے بڑے عہدے عربوں کے پاس تھے۔ حکومت کے معاملات میں عربوں کو ترجیح دی جاتی تھی۔ غیر عرب اکثر نظر انداز کیے جاتے تھے۔ اس سے غیر عرب بد دل ہو گئے اور ہر اس تحریک کا ساتھ دیتے جو بنو امیہ کے خلاف چلائی جاتی تھی۔

۵۔ **بزرگان دین کی بیزاری** بنو امیہ کے خلیفوں نے اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ وہ دنیاوی آسائشوں اور رنگینیوں میں ڈوب گئے تھے۔ بزرگان دین ان کی ان حرکتوں سے نفرت کرنے لگے۔ اس سے بھی بنو امیہ کی حکومت کو کافی نقصان پہنچا۔

۶۔ **نو مسلموں و غیر مسلموں کے ساتھ توہین آمیز سلوک** بنو امیہ کے دور میں نو مسلموں اور غیر مسلموں کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا جاتا تھا۔ یہ اکثر اپنے بنیادی حقوق سے بھی محروم رہتے تھے۔ ان پر غیر شرعی ٹیکس لگائے جاتے۔ مثلاً نو مسلموں سے بھی جزیہ وصول کیا جاتا جو کہ اسلامی قوانین کے سراسر خلاف ہے۔ اس وجہ سے کئی نو مسلم مرتد ہو گئے اور بنو امیہ کے خلاف تحریکوں میں حصہ لینے لگے۔ اس سے بنو امیہ کی بنیادیں کمزور ہوتی گئیں۔

۷۔ **خود غرض امراء اور وزراء** بد قسمتی سے بنو امیہ کے دور میں اکثریت ایسے امیروں اور وزیروں کی تھی جو انتہائی خود غرض تھے۔ وہ صرف ذاتی مفادات کی خاطر رات دن کام کرتے رہتے تھے۔ حکومت کے اختیارات کو صرف اپنے مخصوص مفادات کے لیے استعمال کرتے تھے۔ بنو امیہ کے خلفاء اپنے وزیروں اور امیروں کی عقیدت اور خلوص سے بالکل محروم تھے کیونکہ یہ وزیر اور امیر مکار، چالاک اور لالچی تھے۔ اس سے بنو امیہ کا قصر خلافت ڈولنے لگا۔

۸۔ **خوارج**۔ خارجیوں کی سرگرمیاں بڑے زور و شور سے جاری رہیں۔ صرف حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں یہ لوگ دبے رہے۔ باقی تمام خلفاء کے دور میں خارجی ان کے خلاف لڑتے رہے۔ یہ خارجی انتہائی نڈر، بے باک اور دلیر تھے۔ ان کی

سرگرمیوں سے بنو امیہ کے خلفاء کی مشکلات میں اضافہ ہوتا گیا اور بنو امیہ کا تخت بوسیدہ ہوتا گیا۔

۹۔ شیعان علیؓ شیعان علی امامت اور خلافت کے حق دار صرف اہل بیت کو سمجھتے تھے وہ یہ حق اہل بیت کو دلانا چاہتے تھے۔ اس لیے وہ بنو امیہ کے خلاف بغاوتیں کرتے رہتے۔ اس سے بنو امیہ کے اقتدار کی کشتی بھنور میں پھنس گئی۔

۱۰۔ عباسی تحریک عباسی تحریک جس نے فلسطین کے چھوٹے سے گاؤں حمیمہ میں جنم لیا، خراسان میں پروان چڑھی۔ اس تحریک کے حامیوں نے زاب کے ساحل پر بنو امیہ کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک کر بنو امیہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اقتدار سے محروم کر دیا۔ بنو امیہ کے لیے سب سے خطرناک تحریک یہی تھی۔ بنو عباس کے حکمرانوں نے بنو امیہ سے ایسا بھیانک انتقام لیا کہ انسانیت بھی لرز اٹھی۔

۱۱۔ غیر جمہوری حکومت خلفائے راشدین کا دور حقیقی جمہوری دور تھا۔ عوام میں جمہوری شعور پیدا کیا گیا۔ عام آدمی خلیفہ پر آزادی سے تنقید کر سکتا تھا۔ بنو امیہ کے حکمرانوں نے جمہوریت کو شخصی حکومت میں بدل دیا۔ عوام کو نظر انداز کیا جانے لگا۔ اس سے عوام کے دلوں میں بنو امیہ کے خلاف نفرت پیدا ہوئی۔ اسی نفرت نے بنو امیہ کی اقتدار کی عمارت کو ریت کے ڈھیر میں بدل دیا۔

۱۲۔ اسلام سے دوری خلفائے راشدین کا دور حقیقی اسلامی دور تھا۔ لوگ اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے تھے۔ بنو امیہ کے حکمرانوں میں غیر اسلامی رنگ ابھرنے لگا۔ حکمران اسلام سے دن بدن دور ہوتے گئے۔ قیصر و کسریٰ کی تہذیب کا رنگ غالب ہونے لگا۔ سادگی کی جگہ رنگینیوں نے لے لی۔ شاہانہ ٹھاٹھ باٹ نظر آنے لگی۔ اس سے لوگ بد دل ہوتے گئے اور ان تمام تحریکوں کا ساتھ دینے لگے جو بنو امیہ کے خلاف پھیلائی جا رہی تھیں۔ اس سے بنو امیہ کا زوال یقینی ہو گیا۔

۱۳۔ اہل بیت سے محبت بنو امیہ کے حکمرانوں نے اسلامی تعلیمات کو چھوڑ کر قیصر و کسریٰ کی شان و شوکت کو اپنا لیا تھا۔ ان کے مقابلے میں اہل بیت اسلامی تعلیمات

کے مطابق سادہ زندگی گزار رہے تھے۔ اس وجہ سے لوگوں کی ہمدردیاں اہل بیت کے ساتھ ہونے لگیں۔ ایسی تحریکیں معرض وجود میں آئیں جن کا مقصد اقتدار اہل بیت کے حوالے کرنا تھا۔ لوگ ان کو بنو امیہ کے مقابلے میں خلافت کے زیادہ مستحق سمجھتے تھے۔

۱۴۔ **قبیلوں کی نفرت** | اسلام سے قبل اکثر قبیلے ایک دوسرے کے خلاف لڑتے رہے تھے۔ اسلامی انقلاب سے یہ نفرتیں ختم ہوگئیں، لیکن آہستہ آہستہ لوگوں میں قبائلی تعصب پھر ابھرنے لگا۔ حکمران کسی ایک کا ساتھ دے کر دوسروں کی دشمنی مول لیتے تھے۔ اس سے بھی بنو امیہ کی حکومت کو کافی نقصان پہنچا۔

۱۵۔ **مخالفین کا متحدہ محاذ** | ایک طرف بنو امیہ کی عیاشیاں عروج پر تھیں۔ دوسری طرف ان کی مخالف قوتیں اکٹھی ہو رہی تھیں۔ یہ خود عیاشیوں میں ڈوبے رہتے اور مخالفین دن بدن منظم اور طاقتور ہوتے گئے۔ آخر کار ان لوگوں کی متحدہ کوششوں سے بنو امیہ کو اقتدار سے ہاتھ دھونے پڑے۔

عروج اور زوال کی اس داستان سے ہم نے کیا سیکھا؟

بنو امیہ کے عروج و زوال سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ اسلامی مملکت کے لیے دینی تعلیمات پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے۔ دین لوگوں میں تقویٰ اور پرہیز گاری پیدا کرتا ہے۔ جن لوگوں میں تقویٰ پیدا ہو جائے وہ کائنات کو مسخر کر سکتے ہیں۔ دنیا کو جنت میں بدل سکتے ہیں۔ غربت اور افلاس کو ختم کر کے معاشرے کو خوشحال بنا سکتے ہیں۔ اس بنیاد پر جو حکومت قائم ہوگی وہ پائیدار ہوگی۔ لوگوں کے دلوں پر راج کرے گی۔ جو لوگ حکومت کی بنیاد جھوٹ، دھوکہ، فریب، لالچ اور ظلم پر رکھتے ہیں، عوام کا خون چوس کر اپنی تجوریاں بھرتے ہیں، ان کی حکومت ناپائیدار ہوتی ہے۔ اس حکومت کے نقوش دنیا سے بہت جلد مٹ جاتے ہیں۔ تاریخ کا ازل سے یہی فیصلہ ہے اور ابد تک رہے گا۔

مشقی سوالات

۱۔ مروان ثانی کے دور کے مشہور واقعات تحریر کریں۔

۲۔ بنو امیہ کے زوال کے اسباب تحریر کریں۔

۳۔ مندرجہ ذیل کے سامنے صحیح/غلط لکھیں:

(۱) ہشام کی موت کے بعد ولید ثانی تخت نشین ہوا۔

(۲) بنو امیہ کا آخری حکمران ولید ثانی تھا۔

(۳) جنگ زاب میں مروان ثانی کو فتح حاصل ہوئی۔

۴۔ خالی جگہیں پر کریں:

۱۔ ہشام کے بعد ______ تخت نشین ہوا۔ ۲۔ ولید ثانی ______ حکمران تھا۔

۳۔ بنوامیہ کا آخری حکمران ______ تھا۔

۴۔ مروان ثانی کی بیعت ______ میں ہوئی۔

۵۔ خوارج کا سردار ______ تھا۔ ۶۔ ابو مسلم کبیسر بن ماہان کا ______ تھا۔

۷۔ ______ ھ میں امام ابراہیم نے اسے داعیوں کا سردار مقرر کیا۔

۸۔ خراسان کا گورنر ______ تھا۔

۹۔ مروان ثانی نے امام ______ کو قید میں ڈال دیا۔

۱۰۔ مروان نے ______ کو قتل کروادیا۔

۱۱۔ ______ نے خراسان پر مکمل طور پر قبضہ کرلیا۔

۱۲۔ قحطبہ نے ______ پر قبضہ کرلیا۔

۱۳۔ امام ابراہیم کی وصیت کے مطابق ______ کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔

۱۴۔ جنگ زاب میں ______ کو شکست ہوئی۔

۱۵۔ ______ مصر کی طرف بھاگ گیا لیکن قتل کردیا گیا۔

۱۶۔ ہشام کی لاش کو ______ پر چڑھایا گیا۔

۱۷۔ بنو امیہ کی حکومت کی بنیاد ______ نے رکھی تھی۔

۱۸۔ حمیری اور ______ ایک دوسرے کے خلاف منصوبے بناتے تھے۔

۱۹۔ بنو امیہ میں ______ کا واضح اصول نہیں تھا۔

۲۰۔ عباسی تحریک کا آغاز ______ کے گاؤں سے ہوا۔

بیسواں باب

انتظامِ سلطنت

(الف) مرکزی انتظامِ سلطنت

خلیفہ کی حیثیت | خلفائے راشدین کے دور حکومت میں خلیفہ کی حیثیت قوم کے خادم کی ہوتی تھی۔ حکومت کے تمام معاملات میں وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ سمجھتا تھا۔ وہ تمام معاملات قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق طے کرتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ جب خلیفہ بنے تو آپؓ نے اپنی پہلی تقریر میں فرمایا، "اگر میں اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور حضورؐ کی سنت کے مطابق چلوں تو میری پیروی کرو، اگر میں اس سے بھٹک جاؤں تو میری پیروی تم پر فرض نہیں۔" اسی طرح حضرت عمرؓ نے فرمایا، "جو شخص مجھ میں قرآن و سنت کے خلاف بات دیکھے تو مجھے فوراً ٹوک دے۔" یہی وجہ تھی کہ عام آدمی بھی خلیفہ پر تنقید کرسکتا تھا۔ بنو اُمیّہ کے حکمرانوں نے خلافت کو ملوکیت میں بدل دیا۔ قیصر و کسریٰ کی طرح شاہانہ ٹھاٹھ سے رہنے لگے۔ مذہبی معاملات کو ثانوی حیثیت دینے لگے۔ عبدالملک نے عوام کو خبردار کیا، "جو شخص مجھے کہے گا کہ اللہ کا خوف کر، میں اُسے قتل کردوں گا۔" بیت المال کو اپنے ذاتی خزانے میں بدل دیا۔ اپنے آپ کو کسی کے سامنے جواب دہ نہیں سمجھتے تھے۔ خلیفہ کا تقرر خلفائے راشدین کی طرح نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ عام انتخاب کی جگہ نامزدگی ہونے لگی۔ باپ اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے کو نامزد کرکے بیعت کا آغاز کرتا تھا۔ بیعت کے لیے ہر قسم کے حربے استعمال کیے جاتے تھے۔

وزارت | بنو اُمیّہ کے دورِ حکومت میں باقاعدہ وزارت کا عہدہ نہیں تھا، لیکن حکومت چلانے کے لیے خلیفہ چند افراد کو مقرر کرتا تھا۔ یہ افراد وزیروں اور مشیروں کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ بڑا وزیر نائب السلطنت کہلاتا تھا۔ حجاج بن یوسف تقریباً بیس سال

تک نائب السلطنت رہا۔ زیاد کو حضرت امیر معاویہؓ کے وزیر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

دفتری زبان | خلفائے راشدین کے دور میں عظیم الشان فتوحات ہوئیں۔ وہ مفتوحہ علاقوں میں حکومت کا تمام کاروبار مقامی زبانوں میں چلایا کرتے تھے۔ عبدالملک نے ان تمام زبانوں کی جگہ عربی کو سرکاری زبان کی حیثیت دی۔ حکومت کے دفاتر میں صرف عربی زبان رائج تھی۔ تمام خط و کتابت عربی ہی میں کی جاتی تھی۔ اس سے عربی زبان کو بھی کافی ترقی ملی۔ عربی ادب پھلنے پھولنے لگا۔

محکمہ انصاف | یہ قضا کا شعبہ کہلاتا تھا۔ قاضیوں کا تقرر صوبائی گورنروں کے مشوروں سے کیا جاتا تھا۔ صرف دارالحکومت کا قاضی خلیفہ خود مقرر کرتا تھا۔ ہر بڑے گاؤں اور شہر میں قاضی متعیّن ہوتے تھے۔ قاضی صرف مسلمانوں کے فیصلے قرآن و سنت کے مطابق کرتے تھے اور اگر ضرورت پڑتی تو قرآن و سنت کی روشنی میں اجتہاد اور علماء کے مشوروں سے بھی فیصلے کیے جاتے تھے۔ غیر مسلموں کے فیصلے ان کی روایات اور مذاہب کے مطابق ان کے مذہبی پیشوا کرتے تھے۔ قاضیوں کو بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی تھیں تاکہ وہ اپنا فریضہ بغیر کسی لالچ کے سرانجام دے سکیں۔ اوقاف کی جائیداد وغیرہ کی نگرانی بھی قاضی کیا کرتے تھے۔ شعبہ قضا کو بنو اُمیّہ کے دور میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔

مرکزی حکومت کا سربراہِ اعلیٰ خلیفہ ہوتا تھا۔ مرکزی سلطنت چلانے کے لیے پانچ بڑے شعبے قائم تھے:

۱۔ دیوان الجندا (محکمہ فوج) | اس محکمے کا کام فوج کے سلسلے میں انتظام کرنا ہوتا تھا۔ فوجی معاملات اس محکمے کے سپرد ہوتے تھے۔

۲۔ دیوان الخراج | اس محکمے کے ذمے مالیاتی امور تھے۔ ملکی آمدنی اور اخراجات کے حسابات کی باقاعدہ نگرانی اس محکمے کی ذمہ داری تھی۔

۳۔ دیوان الرسائل | مرکز اور صوبوں کے درمیان ہر قسم کی خط و کتابت اس محکمے کے ذریعے ہوتی تھی۔

دیوان الخاتم | یہ شعبہ حضرت امیر معاویہؓ نے قائم کیا تھا۔ اس کا مقصد شاہی فرمان

سے مطابق صوبوں کو ہدایات ارسال کرنا اور ان فرامین اور ہدایات کی نقول محفوظ کرلینا تھا کیونکہ اس دور میں جعلی دستاویزات تیار ہونے لگی تھیں۔ شاہی فرامین پر محفوظ مہر بھی لگائی جاتی تھی۔

۵۔ **دیوان البرید** | یہ محکمہ بھی حضرت امیر معاویہ نے منظم کیا تھا۔ ابتداء میں یہ محکمہ صرف سرکاری خطوط کی ترسیل کے لیے مخصوص تھا، لیکن بعد میں عوام بھی اس سہولت سے مستفید ہونے لگے۔ اس میں تازہ گھوڑے اور اونٹ استعمال کیے جاتے تھے۔ اس محکمہ کو مزید ترقی عبدالملک بن مروان کے دور میں حاصل ہوئی۔

(ب) صوبائی انتظام سلطنت

بنو امیہ کے دور حکومت میں اختیارات کے لحاظ سے صوبائی سربراہ تین درجوں میں تقسیم کیے جاسکتے تھے۔

۱۔ **گورنر جنرل یا وائسرائے** | ان کو دوسرے گورنروں کی نسبت زیادہ اختیارات حاصل ہوتے تھے۔ موجودہ دور کے مطابق انھیں گورنر جنرل یا وائسرائے کہا جاسکتا ہے۔ یہ عام طور پر خلیفہ کے شاہی خاندان کا فرد یا خلیفہ کا خاص منظورِ نظر شخص ہوتا تھا۔ اس کے ماتحت صوبے اور ضلعے ہوتے تھے جن کے گورنر اور دوسرے صوبائی افسر یہ خود مقرر کرتا تھا۔ البتہ افریقہ اور عراق کے گورنر جنرل، سپین اور سندھ میں اپنی مرضی کے گورنر اعامل مقرر کرتے تھے۔

۲۔ **صوبائی گورنر** | ہر صوبے کا حاکم اعلیٰ (والی) گورنر کہلاتا تھا۔ صوبے ہر لحاظ سے خود مختار ہوتے تھے۔ گورنر اپنی مرضی کے مطابق صوبائی افسروں کا تقرر کرسکتا تھا۔ مرکزی حکومت اس سلسلے میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرتی تھی۔

۳۔ **نائب گورنر** | صوبے کا گورنر اپنی مدد کے لیے بڑے بڑے شہروں میں نائب گورنر مقرر کرتا تھا۔ نائب گورنر عامل کہلاتا تھا۔ اپنے علاقے میں امن و امان قائم کرنا عامل کی ذمہ داری ہوتی تھی۔

۲۔ صوبائی محکمے | انتظامی سہولت کے لیے بنو اُمیّہ کے دور حکومت میں مختلف شعبے قائم کیے گئے تھے۔ یہ شعبے دیوان کہلاتے تھے۔ خاص خاص صوبائی دیوان مندرجہ ذیل تھے۔

(۱) دیوان المستغیلات (محکمہ مال) (۲) دیوان الجند (محکمہ فوج)

صوبائی عہدے دار

۱۔ گورنر (والی یا عامل) | گورنر تمام صوبہ کا حاکمِ اعلیٰ ہوتا تھا۔ جامع مسجد میں امامت کراتا تھا۔ گورنر اپنے صوبے میں مقیم فوج کا سپہ سالار بھی ہوتا تھا۔ دیگر صوبائی عہدیداروں کا تقرر وہ خود کرتا تھا۔ بعض گورنروں کو خلیفہ کی طرف سے وسیع اختیارات حاصل ہوتے تھے۔ خلیفہ کی طرف سے گورنر سے کسی قسم کی باز پرس نہیں ہوتی تھی۔

۲۔ صاحب الخراج | مالیاتی سربراہ صاحب الخراج کہلاتا تھا۔ زکوٰۃ، جزیہ وغیرہ کی وصولی اور مستحقین میں ان کی تقسیم کے فرائض صاحب الخراج سرانجام دیتا تھا۔

۳۔ عامل: | ضلعی سربراہ عامل کہلاتے تھے۔ عامل کو اپنے ضلع میں مکمل اختیارات حاصل ہوتے تھے۔ ضلعی معاملات کی نگرانی اس کے فرائض میں شامل تھی۔

۴۔ کاتب | ہر محکمے کا سربراہ کاتب (سیکرٹری) کہلاتا تھا۔ گورنر کی مدد کے لیے ہر محکمے کے لیے کاتب مقرر کیے جاتے تھے جو اپنے اپنے محکموں کی نگرانی کرتے تھے۔ جوں جوں محکمے بڑھتے گئے کاتبوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔

۵۔ صاحب الاحداث | صوبائی شہروں میں پولیس کے سربراہ (آئی۔ جی۔ پی) کو صاحب الاحداث کہا جاتا تھا۔ یہ ایک نیم فوجی اور نیم پولیسی عہدہ تھا۔ اپنے علاقے میں لوگوں کو تحفظ فراہم کرنا اسی کی ذمہ داری ہوتی تھی۔ بغاوتوں کو کچلنا بھی اس کی ذمہ داری تھی۔ چوروں، ڈاکوؤں وغیرہ کو سزا دلانا بھی ان کے فرائض میں شامل تھا۔ جرائم پیشہ لوگوں پر خاص طور پر نظر رکھی جاتی تھی۔

خلافت بنو اُمیّہ کے دور میں تقریباً چھ صوبے تھے۔ ہر صوبے کے گورنر کا تقرر خلیفہ

خود کرتا تھا۔ گورنر اپنی مرضی کے مطابق صوبائی ملازمین مقرر کرتا تھا۔ عراق کا صوبہ سب سے بڑا صوبہ تھا۔ اس کا گورنر نائب السلطنت کہلاتا تھا۔ اسی طرح شام کا صوبہ براہ راست خلیفہ کی نگرانی میں رہتا تھا۔ صوبے درج ذیل تھے:

۱۔ صوبہ حجاز | اس میں مکہ، مدینہ اور یمن کے علاقے شامل تھے۔

۲۔ صوبہ عراق | اس میں عراق، عمان، بحرین، کرمان، سیستان، کابل، خراسان اور سندھ کے علاقے شامل تھے۔

۳۔ صوبہ جزیرہ | اس میں موصل، آذربائیجان اور آرمینیا کے علاقے شامل تھے۔

۴۔ مصر | اس میں صرف مصر کا علاقہ شامل تھا۔

۵۔ شمالی افریقہ | یہ صوبہ سپین اور جنوبی فرانس کے علاوہ سسلی، سارڈینیا اور بحیرۂ روم کے چند دوسرے جزائر پر مشتمل تھا۔ اس کا گورنر قیروان میں رہتا تھا۔

۶۔ شام | ملک کا صدر مقام دمشق تھا۔ اس لحاظ سے اس صوبے کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ خلیفہ بذات خود اس صوبے کی نگرانی کرتا تھا۔ اس میں اردن، قنسرین اور حمص کے علاقے شامل تھے۔

حکومت کی آمدنی کے ذرائع | آمدنی کے بڑے بڑے ذرائع درج ذیل تھے:

(۱) زکوٰۃ (۲) جزیہ (۳) مال غنیمت کا پانچواں حصہ (خمس) (۴) محصول (۵) لگان (۶) خراج (۷) فے۔

محکمہ انصاف (شعبہ قضاء) | اس محکمے کا کام عوام کو انصاف مہیا کرنا تھا۔ گاؤں، قصبوں اور شہروں میں قاضیوں کا تقرر کیا جاتا تھا جو مسلمانوں کے فیصلے اسلامی شریعت کے مطابق کرتے تھے۔ غیر مسلموں کے لیے اُن کے اپنے پیشوا اور جج مقرر تھے جو ان کی مذہبی تعلیمات اور روایات کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔

محکمہ پولیس | ہر صوبے میں امن و امان قائم کرنے کے لیے صوبے کی اپنی پولیس ہوتی تھی۔ اس کے افسر اعلیٰ کو صاحب الشرطہ کہتے تھے۔ اس کا تقرر متعلقہ صوبائی گورنر کرتا تھا۔ ہشام کے دور میں ایک نئی پولیس قائم کی گئی جو "الاحداث" کہلاتی تھی۔ اس سے بوقت

ضرورت فوج کا کام بھی لیا جاتا تھا اور بعض اوقات انتظامی امور میں بھی اسے شامل کیا جاسکتا تھا۔

فوجی نظام خلفائے راشدین کے ابتدائی دور میں تمام مسلمان رضاکارانہ طور پر فوج میں شامل ہوتے تھے۔ انھیں مال غنیمت کا 4/5 حصہ دیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے باقاعدہ فوج بھرتی کی۔ ان کو نقد تنخواہ دی جاتی۔ راشن اور کپڑے وغیرہ مفت دیے جاتے۔ فوجی اضلاع قائم کیے گئے۔ کوفہ اور بصرہ کی نئی چھاؤنیاں بنائی گئیں۔ بنوامیہ کی فتوحات کا سہرا بھی ان کی اعلیٰ فوج کے سر ہے۔ انھوں نے بھی یہی طریقہ جاری رکھا۔ البتہ فوج کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا تھا۔ واسط اور قیروان کی نئی چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔ فوج کے لیے اس دور کے مطابق جدید اسلحہ فراہم کیا جاتا تھا۔ پیادہ فوج کے علاوہ سوار فوج اور توپ خانہ بھی ہوتا تھا جن کا کام قلعہ اور شہر کی دیواریں توڑنا ہوتا تھا۔ فوج میں عام طور پر یہ عہدے تھے:

۱۔ امیرالعشرہ (عارف): اس کے ماتحت دس سپاہی ہوتے تھے۔

۲۔ نائب: اس کے تحت ۱۰۰ سپاہی اور ۱۰ عارف ہوتے تھے۔

۳۔ قائد: اس کے زیر نگرانی ۱۰ نائب اور ۱۰۰۰ سپاہی ہوتے تھے۔

اس سے اوپر امیر اور سپہ سالار ہوتا تھا۔ فوج کی ترتیب چار بڑے حصوں میں کی جاتی تھی۔ یہ ترتیب میدان جنگ میں صف آرائی کے مطابق مندرجہ ذیل طریقہ کی جاتی تھی۔

۱۔ ہراول دستہ یہ دستہ سب سے آگے ہوتا تھا۔

۲۔ میمنہ: دائیں طرف کا حصہ ہوتا تھا۔ اس کا سربراہ امیر ہوتا تھا۔

۳۔ میسرہ: بائیں طرف کا فوجی دستہ ہوتا تھا۔ اس کا سربراہ بھی امیر ہوتا تھا۔

۴۔ قلب: یہ تمام صف آرا فوج کا مرکزی حصہ ہوتا تھا۔ اس کا سربراہ سپہ سالار بذات خود ہوتا تھا۔

بحری فوج حضرت عمرؓ نے بحری فوج قائم کرنے کی ممانعت کردی تھی۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں بحری فوج کا آغاز ہوا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اسے کافی ترقی دی کیونکہ

رومیوں کے مقابلے کے لیے بحری فوج کا ہونا بہت ضروری تھا۔ بنو امیہ کے دور میں بحری فتوحات میں مزید اضافہ ہوا۔ ساحلوں پر بحری جہاز بنانے کی فیکٹریاں قائم کی گئیں۔ بحری بیڑے کو مزید طاقتور بنایا گیا۔ اس سے فتوحات کا سلسلہ سپین تک پھیل گیا۔

اہم سوالات

۱۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل عرب کی معاشرتی، سیاسی، اقتصادی اور مذہبی حالت پر تبصرہ کریں۔
۲۔ آنحضرتؐ کی مکی زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات بیان کیجیے۔
۳۔ جنگ بدر کے اسباب، واقعات اور نتائج بیان کریں۔ نیز مسلمانوں کی فتح کے اسباب بھی لکھیں۔
۴۔ میثاق مدینہ کی شرائط اور اہمیت تحریر کریں۔
۵۔ صلح حدیبیہ کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟ اس کی سیاسی اہمیت بیان کریں۔
۶۔ فتح مکہ کے اسباب، واقعات اور نتائج لکھیں۔
۷۔ خطبۃ الوداع پر مفصل نوٹ لکھیں۔ اس خطبے کی تاریخی اہمیت پر روشنی ڈالیے۔
۸۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ابتدائی مشکلات لکھیں (فتنہ ارتداد) آپؓ نے ان مشکلات پر کیسے قابو پایا؟
۹۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں مسلمانوں کی فتوحات کا ذکر کریں۔
۱۰۔ حضرت عثمانؓ کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟ ان کا نتیجہ کیا نکلا؟ نیز حضرت عثمانؓ پر لگائے گئے الزامات کا بھی تجزیہ کریں۔
۱۱۔ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں خانہ جنگی کا حال تفصیلاً لکھیں۔
۱۲۔ خلفائے راشدین کے دور کے انتظام سلطنت پر روشنی ڈالیے۔
۱۳۔ حضرت امیر معاویہؓ کی سیرت اور کارنامے بیان کریں۔

۱۴۔ سانحہ کربلا پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

۱۵۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے دور حکومت کے مشہور واقعات تحریر کریں۔ نیز ان کی سیاسی غلطیوں پر بھی تبصرہ کریں۔

۱۶۔ عبدالملک کی انتظامی اصلاحات تحریر کریں۔

۱۷۔ ولید بن عبدالملک کے دور کو سنہرا دور کیوں کہا جاتا ہے؟ اُن کے دور کی فتوحات بیان کریں۔

۱۸۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو پانچواں خلیفہ راشد کیوں کہا جاتا ہے؟ ان کی اصلاحات لکھیں۔

۱۹۔ ہشام بن عبدالملک کی سیرت اور کارنامے سُپردِ قلم کیجیے۔

۲۰۔ اموی دور کے مرکزی نظام حکومت پر مفصل نوٹ تحریر کریں۔

۲۱۔ بنو اُمیہ کا انتظام سلطنت مفصل طور پر بیان کریں۔

۲۲۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں:

جنگ احد، جنگ احزاب، غزوہ خیبر، بیعت رضوان، سبائی فرقہ، حجاج بن یوسف، مختار ثقفی، ابو مسلم خراسانی، عباسی تحریک۔

۲۳۔ مندرجہ ذیل میں خالی جگہوں کو پُر کیجیے:

(۱) خلفائے راشدین کے دور میں خلیفہ کی حیثیت ______ کی ہوتی تھی۔

(۲) بنو اُمیہ کے حکمرانوں نے خلافت کو ______ میں بدل دیا۔

(۳) بنو اُمیہ کے حکمرانوں نے بیت المال کو اپنے ذاتی ______ میں بدل دیا۔

(۴) بنو امیہ کے دور میں باقاعدہ وزارت کا عہدہ ______ تھا۔

(۵) بنو امیہ کا بڑا وزیر ______ کہلاتا تھا۔

(۶) عبدالملک نے تمام زبانوں کی جگہ ______ کو سرکاری زبان کی حیثیت دی۔

(۷) غیر مسلموں کے [illegible] ______ اور ______ کے مطابق ہوتے تھے۔

(۸) بنو اُمیہ میں انتظام سلطنت چلانے کے لیے ______ تھے

(۹) دیوانُ الجند ______ کا انتظام کرتا تھا۔

(۱۰) دیوان الخراج کے ذمے ______ تھے

(۱۱) مالیاتی سربراہ ______ کہلاتا تھا۔

(۱۲) پولیس کا سربراہ ______ کہلاتا تھا۔

اقوال زریں

(۱) خندہ روئی سے پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے۔

(۲) عقیدہ میں شک رکھنا شرک کے برابر ہے۔

(۳) عادت پر غالب آنا کمال فضیلت ہے۔

(۴) موت ایک بے خبر ساتھی ہے۔

(۵) جس نے مخلوق سے کچھ مانگا، وہ خالق کے دروازے سے اندھا ہے۔

(۶) زندگی کی فرصت بہت کم ہے، اور ہمیشہ کا عذاب یا راحت اسی پر مرتب ہے۔

(۷) دنیا ایک نجاست ہے جو سونے میں چھپائی گئی ہے۔

(۸) سب سے زیادہ عذاب عالم بے عمل پر ہوگا۔

(۹) دنیا کو دنیا کے کاموں سے طلب کر اور خدا کا نام خدا ہی کے واسطے لے۔

(۱۰) زکوٰۃ نعمت مال کا شکر ہے اور نماز روزہ حج بدن کی نعمتوں کا۔

درخت لگانا کیوں ضروری ہے؟

کتنے دکھ کی بات ہے کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود گندم، آلو، پیاز جیسی زرعی اجناس باہر سے منگواتا ہے۔ یہ بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ جنگلات جیسی قیمتی دولت کی بے دریغ کٹائی نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے۔ آج ہمارے ملک کے جنگلات کا رقبہ پانچ فیصد سے بھی کم ہے جبکہ اسے کم از کم پچیس فیصد ہونا چاہیے۔ یعنی دوسرے شعبوں کی طرح جنگلات کے شعبے میں بھی ہم دوسرے ملکوں سے بہت پیچھے ہیں۔

مسلسل بڑھتی ہوئی آبادی کے نتیجے میں لکڑی کی طلب میں اضافہ ایک قدرتی بات ہے۔ لیکن جہاں ہم اپنی ضرورت کے تحت درخت کاٹتے چلے جاتے ہیں۔ وہاں درخت لگاتے رہنا بھی نہایت اہم ہے۔ تاکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ درختوں کی کمی پوری ہوتی رہے۔ اگر ایسا نہیں کریں گے۔ تو جنگلات کا قیمتی خزانہ بہت جلد ختم ہو جائے گا۔

ویسے تو راستے میں پڑا ہوا کانٹا ہٹا دینا بھی ثواب کا کام ہے۔ لیکن ایسا کام جس کے کرنے سے فائدے کے ساتھ ساتھ ثواب بھی ملے وہ شجرکاری یعنی درخت اگانا ہے۔ درخت ہمیں آندھی، طوفان، گرمی اور شور شرابے کے برے اثرات سے بچاتے ہیں۔ درختوں کی وجہ سے آب و ہوا خوشگوار رہتی ہے۔ درخت زمین کو پانی کے کٹاؤ سے محفوظ رکھتے ہیں۔ درخت ہماری ساٹھ فیصد ادویات، خوراک اور پوشاک کی ضروریات پورا کرتے ہیں۔ اگر درختوں کو اسی بے دردی سے کاٹا جاتا رہا تو پہاڑوں کی مٹی بہہ کر ڈیموں میں موجود پانی کی سطح بلند کر دے گی۔ اور یوں تمام میدانی علاقے سیلاب کی زد میں آجائیں گے۔

آیئے درخت لگا کر زمین کا حسن بھی بڑھائیں اور یوں جنگلات میں اضافہ کر کے ماحول کو آلودگی سے بھی پاک کریں

تیار کردہ: این۔ڈبلیو۔ایف۔پی ٹیکسٹ بک بورڈ، پشاور، منظور کردہ
وزارت تعلیم، حکومت پاکستان، اسلام آباد برائے جملہ کالجز پاکستان۔

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد   کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان   ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام   قوتِ اخوتِ عوام
قوم، ملک، سلطنت   پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد

پرچم ستارہ و ہلال   رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال   جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

سیریل نمبر	کوڈ نمبر	تعداد	قیمت	مطبع
2707	UBA/E-21/56(0)	5,000	31.00	یونیورسٹی بک ایجنسی